بسلسلہ
اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اضافہ واصلاح شدہ
جدید ایڈیشن

ماہِ مُحرّم الحرام کے فضائل و احکام

مؤلف
مُفتی مُحمّد رضوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

اصلاح وترمیم شدہ جدید ایڈیشن

ماہِ محرمُ الحرام

کے

فضائل واحکام

اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام کے سلسلے میں ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام

ماہِ محرمُ الحرام سے اسلامی سال کے آغاز وسنِ ہجری کا تعلق

دینی احکام میں اسلامی وقمری سَن وماہ کی اہمیت

دس محرم کے دن نفلی روزہ وغیرہ کی فضیلت واہمیت اوراس سلسلہ میں متفرق احکام

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

نام کتاب: ماہِ محرمُ الحرام کے فضائل واحکام

مؤلف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اوّل: ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ۔ مارچ 2002ء۔ طباعتِ ششم: ذوالقعدہ 1438 اگست 2017ء

صفحات: 392

ملنے کے پتے

فہرست

رائے گرامی

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

امابعد! احقر نے رسالہ ''ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام'' کے مطالعہ کا شرف حاصل کیا۔

یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ فاضل مؤلف صاحب زیدمجدہم نے مستند مآخذ سے اپنے موضوع پر تاریخی، علمی، فقہی مباحث کو عمدہ طریقہ سے جمع کردیا ہے اوراس کے ساتھ ہی منکرات کا رد بھی بلیغ انداز سے کیا ہے۔

آخر میں بعض کثیرُ الوقوع اہم سوالات کے جواب بھی اعتدال کے ساتھ تحقیقی انداز میں دیئے گئے ہیں، ماشاء اللہ تعالیٰ یہ رسالہ اہلِ سنت واہلِ تشیع دونوں کے لئے مفید اور نافع ہے۔

دونوں فریق اگر بنظرِ انصاف مطالعہ کریں گے تو بہت نفع کی امید ہے۔

حق تعالیٰ مؤلف کی سعی کو قبول فرمائیں اور جزائے خیر دے، آمین۔ [1]

احقر سید عبدالقدوس ترمذی غفرلہٗ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۷/ربیع الاول/۱۴۲۲ھ ۳۱/مئی/۲۰۰۱ء

---

[1] ملحوظ رہے کہ! حضرت موصوف کی مندرجہ بالا رائے رسالہ ھٰذا کے ابتدائی ایڈیشن سے متعلق ہے، جبکہ بعد کے ایڈیشن میں کچھ اصلاحات کی گئی تھیں، اور کتاب میں موجود احادیث کی اسناد پر نظر کی گئی تھی، اور چند ایسی احادیث کو حذف کردیا گیا تھا، جو سند کے اعتبار سے معتبر معلوم نہیں ہوئی تھیں، اور ساتھ ہی ایسی کچھ احادیث وروایات کا اضافہ کیا گیا تھا، جو متعلقہ موضوع پر معتبر ومستند معلوم ہوئی تھیں، اور بعض مقامات پر اجمالی حوالہ جات کے بجائے اصل عبارات کا اضافہ کیا گیا تھا۔
نیز مولانا طارق محمود صاحب سلمہٗ (بندہ کے کاتب ومعین) نے بھی اپنے مضمون ماہِ محرم کے تاریخی واقعات میں اضافہ کیا تھا، اوراس مرتبہ بعض چیزوں کی اصلاح یا ان کو حذف کیا گیا ہے۔
محمد رضوان۔۲۱/ذیقعدہ/۱۴۳۲ھ 20/اکتوبر/2011ء بروز جمعرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

اسلامی سال کے بارہ مہینے ہیں، جن کا تعارف اوران کے فضائل واحکام سے مسلمانوں کو واقفیت ضروری ہے، اوراسلامی سال کے بارہ مہینوں میں سے ہرمہینہ سے متعلق کچھ نہ کچھ شریعت کی طرف سے فضائل یااحکام مقرر کئے گئے ہیں۔

اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام سے متعلق بندہ نے الگ الگ مہینوں پر کتابیں ترتیب دی ہیں، جو مفصل ہونے کی وجہ سے الگ الگ شائع ہوئی ہیں،ان بارہ مہینوں میں سے زیرِنظر کتاب''ماہِ محرم کے فضائل واحکام'' پر مشتمل ہے، لہٰذااس کتاب کو خاص محرم کے مہینہ یا کسی مسلک ومذہب کومقصود بناکرتحریرنہیں کیا گیا، بلکہ اس کتاب کا اصل مقصود دوسرے مہینوں کی طرح اس مہینہ کی فضیلت واہمیت اوراس کے احکام کوواضح کرنا ہے۔

لیکن ماہِ محرم کا مہینہ بعض وجوہات کی بناء پرمتنازع سمجھا جانے لگا ہے، اوراس مہینہ سے متعلق کئی قسم کی غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں، جن پرتمام مسلمانوں کوتوجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ کتاب ماہِ محرم سے متعلق قرآن وسنت اوراہلُ السنۃ والجماعۃ کے موقف کے مطابق مرتب کی گئی ہے، اورموجودہ ایڈیشن میں سابقہ ایڈیشنوں کے مقابلہ میں نظرِ ثانی کے بعدکچھ حذف و اصلاح کی گئی ہے، اور جملہ مسائل میں اعتدال کوملحوظ رکھنے اور بے اعتدالیوں کوختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو متحد ومتفق ہوکرقرآن وسنت کی تعلیمات پرعمل پیرا ہونے کی توفیق عطافرمائے۔آمین۔

محمد رضوان

29/ذیقعدہ/1438ھ 22/اگست/2017ءبروزمنگل

(باب نمبر 1)

اسلامی سال کا آغاز اور مختلف تاریخی نظام

اسلامی نقطۂ نظر سے مُحرَّم کا مہینہ قمری یعنی چاند والے سال کا پہلا مہینہ ہے، محرم کے مہینے سے اسلامی سال کا آغاز ہوتا ہے، اور کیونکہ قمری ماہ وسال اور سنہ وصدی سے اسلام کے اہم احکام اور واقعات بلکہ اسلامی تاریخ کا اہم حصّہ وابستہ ہے، اس لئے قمری تاریخوں کے نظام اور قمری حساب کو اسلامی تقویم کہا جاتا ہے۔

تاریخی نظام

سال کے دنوں، ہفتوں اور مہینوں کو صحیح اندازے اور صحیح مقدار کے ساتھ تقسیم کرنے کو اردو بول چال میں نظامُ الاوقات اور عربی زبان میں تقویم کہتے ہیں۔

انگریزی زبان میں اس کو کیلنڈر ، سنسکرت کی زبان میں پترا اور ہندی زبان میں اس کو جنتری کہا اور بولا جاتا ہے۔

اور اس تقویم کے ذریعے سے دن اور وقت معلوم کرنے کا نام تاریخ ہے۔

خلاصہ یہ کہ وقت معلوم کرنا تاریخ ہے اور تاریخ کا ذریعہ تقویم ہے۔

تاریخی نظام کی ضرورت

ماضی کے واقعات وحادثات وغیرہ کو محفوظ رکھنے، اور مستقبل میں معاملات، معاہدات، اور مذہبی وسماجی، غمی، خوشی وغیرہ کی تقریبات کی تاریخیں متعین کرنے اور انجام دینے بلکہ بہت سے مذہبی احکامات پر عمل کرنے کے لئے انسانوں کو تاریخی نظام کی اشد ضرورت ہے، کیونکہ اس کے بغیر مذہبی وسماجی کاموں کو انجام دینا صرف مشکل ہی نہیں، بلکہ ناممکن بھی ہے، لہٰذا

ضروری ہوا کہ ایک مستقل تاریخی نظام کا سلسلہ قائم ہو۔

تاریخی نظام کی قسمیں

اسی ضرورت کے لئے دنیا میں کئی قسم کے تاریخی نظام چلتے ہیں جن کا دارومدار بنیادی طور پر مندرجہ ذیل تین چیزیں ہیں:

(1)......سورج (2)......چاند (3)......ستارے۔

اسی وجہ سے بنیادی تاریخی نظام تین ہیں:

(1)......شمسی (یعنی سورج والا)

(2)......قمری (یعنی چاند والا)

(3)......نجومی (یعنی ستارے والا)

پھر شمسی تاریخی نظام کی کئی قسمیں ہیں۔

ایک تو عیسوی ہے، جس کو انگریزی اور میلادی بھی کہتے ہیں۔ [1]

عیسوی سال کی ابتداء جنوری سے اور اختتام دسمبر پر ہوتا ہے۔

---

[1] موجودہ سنہ عیسوی دراصل رومی سنہ ہے، اور بقول بعض حضرات اس کے بیشتر مہینوں کے نام مختلف رومی دیویوں اور دیوتاؤں کے ناموں سے لئے گئے ہیں:

(1)......جنوری: یہ جانوس سے لیا گیا ہے۔ جانوس ایک دیوتا کا نام ہے۔ رومی لوگ اس کے آگے پیچھے دو چہرے بناتے تھے، جس سے ان کے گمان میں وہ سامنے اور پیچھے دونوں جانب دیکھتا تھا۔

(2)......فروری: یہ نام فبروا نامی ایک دیوی سے لیا گیا ہے، جسے روم کے لوگ پاکیزہ دیوی کا مقام دیتے تھے۔

(3)......مارچ: یہ مارس سے لیا گیا ہے، جو رومیوں کے نزدیک جنگ کا دیوتا تھا۔

(4)......اپریل: یہ نام ابریری کے لفظ سے لیا گیا ہے، جس کے معنی رومی میں کسی چیز کے پھوٹنے یا کھلنے کے ہوتے ہیں، اس مہینے کا یہ نام اس مناسبت سے تجویز کیا گیا تھا کہ اس مہینے میں پھول کھلتے ہیں۔

(5)......مئی: ''میا'' سے لیا گیا ہے، جو افسانوی شیطان اٹلس کی بیٹیوں میں سے ایک کا نام ہے۔

(6)......جون: یہ نام یونون سے لیا گیا ہے، جو دیویوں کے سردار جیوپڑ کی بیوی تھی۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عیسوی سن حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی ولادت یا نصاریٰ کے غلط گمان اور خیال کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو صلیب دیئے جانے سے شروع ہوتا ہے۔ [1]

دوسرا سن والا نظام ''بکرمی'' ہے اس کو زیادہ تر ہندو استعمال کرتے ہیں، جس کا شروع ''چیت'' اور ختم ''پھاگن'' پر ہوتا ہے۔

''بکرمی'' کے مہینے بالترتیب یہ ہیں:

چیت، بیساکھ، جیٹھ، اساڑھ، ساون، بھادوں، کنوار (جس کو اسوج اور آسن بھی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(7)...... جولائی: جولیائی کیلنڈر کے بانی جولیس قیصر کی یادگار کے طور پر اس مہینے کا نام ''جولائی'' رکھ دیا گیا۔

(8)...... اگست: رومیوں کے پہلے بادشاہ اور جولیس قیصر کے جانشین اگسٹس کی یادگار کے طور پر اس مہینے کا نام ''اگست'' رکھ دیا گیا۔

(9)...... ستمبر: اس کے معنیٰ ہیں ''ساتواں مہینہ'' کیونکہ قدیم اصولوں کے مطابق مارچ کو سال کا پہلا مہینہ شمار کیا جاتا تھا۔

(10)...... اکتوبر: اس کے معنیٰ ہیں ''آٹھواں مہینہ'' کیونکہ قدیم اصولوں کے مطابق یہ سال کا آٹھواں مہینہ بنتا تھا۔

(11)...... نومبر: اس کے معنیٰ ہیں ''نواں مہینہ'' کیونکہ قدیم اصولوں کے مطابق یہ سال کا نواں ماہ تھا۔

(12)...... دسمبر: س کے معنیٰ ہیں ''دسواں مہینہ'' کیونکہ قدیم اصولوں کے مطابق یہ سال کا دسواں ماہ تھا

(ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، مادہ months of the year، وتفسیر الجواہر للطنطاوی ج۵ ص۱۱۰ طبع دوم ۱۳۵۳ھ)

[1] جبکہ یہ عقیدہ اسلام کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّااتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَاقَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (سورۃ النسآء رقم الآیات ۱۵۷، ۱۵۸)

ترجمہ: حالانکہ انہوں نے ان (عیسیٰ علیہ السلام) کو نہ قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا۔ لیکن ان کو اشتباہ ہوگیا۔ اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں۔ ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں۔ بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اور انہوں نے ان (عیسیٰ علیہ السلام) کو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا۔ بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف (زندہ) اٹھالیا (سورہ نساء)

کہتے ہیں) کاتک، اگھن (جس کو منگسر بھی کہتے ہیں) پوس (جس کو پوہ بھی کہتے ہیں) ماگھ (جس کو ماہ اور مگھر بھی کہتے ہیں) پھاگن۔

اور تیسرا سن والا نظام ''فصلی'' ہے فصلوں کے سلسلے میں بعض جگہ عام طور پر اسی کو استعمال کیا جاتا ہے۔

فصلی مہینوں کے نام بالترتیب یہ ہیں:

بیساکھ، جیٹھ، اساڑھ، ساون، بھادوں، اسوج، کاتک، مگھر، پوس، ماگھ، پھاگن، چیت۔ [1]

اور نجومی جنتری ''شاکھا'' کے نام سے مشہور ہے، جس کا آغاز حمل سے اور اختتام حوت پر ہوتا ہے۔ شاکھا کے مہینے ترتیب وار یوں ہیں:

حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔

اور قمری سال کا نظام یکم محرم سے شروع ہوتا ہے اور ذوالحجہ کی آخری تاریخ پر ختم ہوتا ہے۔

قمری سال کے بارہ مہینے بالترتیب اس طرح ہیں:

---

[1] ملحوظ رہے کہ پھاگن، چیت، بیساکھ، جیٹھ، یہ چار مہینے گرمی کے کہلاتے ہیں؛ اور اساڑھ، ساون، بھادوں، کنوار (جس کو اسوج بھی کہتے ہیں) یہ چار مہینے برسات کے ہیں؛ اور کاتک، اگھن (جس کو منگسر بھی کہتے ہیں) پوس (جس کو پوہ بھی کہتے ہیں) ماگھ (جس کو ماہ بھی کہتے ہیں) یہ چار مہینے جاڑے (یعنی سردی) کے ہیں، اور ان میں جو بارش ہوتی ہے، اس کو مہاوٹ کہتے ہیں؛ اور یاد رکھو کہ تیسرے برس ان مہینوں میں ایک مہینہ دو دفعہ آتا ہے، اس کو لوند کا مہینہ کہتے ہیں، اور یہ بھی یاد رکھو کہ یہ مہینے چاند رات سے شروع نہیں ہوتے، بلکہ چاند کے پورے ہونے سے یعنی چودہویں رات سے شروع ہوتے ہیں۔ اور جس فصل میں گیہوں، چنا پیدا ہوتا ہے، وہ ربیع اور ساڑھی کہلاتی ہے، اور جس موسم میں چاول اور ننھا اناج (مکئی، باجرہ، جوار وغیرہ) پیدا ہوتا ہے، وہ خریف اور ساونی کہلاتی ہے (ماخوذ از بہشتی زیور، حصہ دہم، صفحہ ۴۳)

ملحوظہ: آج کل اخباروں وغیرہ میں ان فصلی مہینوں کو قمری کی بجائے شمسی یعنی عیسوی مہینوں کی 14 تاریخ کے لگ بھگ شروع کرتے ہیں، کوئی اضافی مہینہ کسی سال میں نہیں لگاتے اور دس اضافی دن جو ہر سال کے بچتے ہیں، ان کا حل یہ نکالا ہے کہ ان کو مختلف فصلی مہینوں میں ڈال دیا، اس لئے بعض فصلی مہینے اکتیس دن کے بعض تیس دن کے ہوتے ہیں۔

محرّم ، صفر، ربیع الاول ، ربیع الثانی ، جمادی الاولیٰ ، جمادی الاخریٰ ،
رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ۔

اوراس اسلامی سن کا آغاز نبیوں کے سردار جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے ہوتا ہے۔ ۱

موجودہ قمری اور غیر قمری نظاموں میں فرق

(1)......موجودہ قمری نظام خالص فطری نظام ہے، انسانوں کا اپنا بنایا ہوا یا گھڑا ہوا نظام نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جس دن زمین وآسمان کو پیدا کیا تھا، اسی وقت یہ نظام بھی مقرر فرما دیا تھا(تفصیل ''ماہِ محرم الحرام کے فضائل'' کے ضمن میں آرہی ہے) جبکہ مروجہ شمسی یا عیسوی نظام یورپ کی ایجاد اور انسانوں کا اپنا بنایا ہوا نظام ہے اور نجومی جنتری نجومیوں کے دماغ کا اختراع ہے، جو انہوں نے اپنے حسابی تجربات سے تیار کیا ہے، جس کے ستاروں کے مطابق ہونے کی کوئی معقول دلیل نہیں۔ ۲

(2)......موجودہ قمری مہینوں کی ترتیب آسمان وزمین کی پیدائش کے وقت جو تھی، اب وہ

---

۱ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ موجودہ شمسی وعیسوی تاریخی نظام کی نسبت اگرچہ سورج کی طرف اور نجومی تاریخی نظام کی نسبت ستاروں کی طرف ہے اور سورج وستاروں کا بھی باقاعدہ ایک نظام اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے، لیکن ان مروجہ شمسی اور نجومی تاریخی نظاموں کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ سو فیصدی شمسی یا نجومی نظام کے عین مطابق ہیں۔

اس کے علاوہ ان موجودہ شمسی ونجومی نظامہائے تاریخ کی نسبت کا اگر صحیح ہونا ثابت بھی ہو جائے تب بھی یہ نظام قمری نظام کے مقابلہ میں کمزور حیثیت رکھتا ہے۔ان کے برخلاف قمری سلسلۂ تاریخ کا مروجہ عمومی نظام چاند کے مطابق ہے اور اس کی نسبت چاند کی طرف بالکل صحیح ہے(کہ ہر ماہ چاند کی رؤیت سے مہینہ کی ابتداء ہوتی ہے)صرف رسمی نسبت نہیں اور کئی وجہ سے یہ دوسرے تاریخی نظاموں سے افضل واعلیٰ ہے(اس کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے)

۲ وقد اجمع محققوا المنجمين على ان اصولهم غير قطعية (احكام القرآن للتهانوى، تحت سورة يونس)

اسی اپنی فطری حالت پر ہے۔

جبکہ مروجہ عیسوی نظام کی ترتیب میں اب تک کئی مرتبہ تبدیلیاں کی جا چکی ہیں 8ء، 799ء، 1477ء، 1582ء کی ترمیمیں تو تاریخ سے واضح ہیں اور حقیقت میں کتنی ترمیمیں ہوئیں، ان کا تاریخ میں واضح ذکر نہیں ملتا، وہ اللہ ہی جانتا ہے، سال میں کبھی آٹھ دن کم ہوئے، کبھی دس دن، کبھی بیس دن اور کبھی سال چودہ مہینوں کا شمار ہوا، اور کبھی ساڑھے دس مہینوں کا۔

بلکہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی دنیا برسوں نہیں صدیوں تک اپنے مقدس دنوں، عیدوں، تہواروں وغیرہ کے دن گم کیے رہی اور اپنے اقرار کے مطابق 1582ء تک صحیح دنوں کی تعیین نہ کر سکی اور اپنی مذہبی عبادات کو اسی غلط حساب سے ادا کرتی چلی آئی ہے۔ [1]

(3)......قمری تقویم کی بنیاد اللہ کی اہم مخلوق "چاند" کے گھٹنے بڑھنے کے نظام پر ہے، اور ہر مہینے کا آغاز نئے چاند سے ہوتا ہے، اور قمری مہینہ کبھی انتیس دن کا اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔

جبکہ موجودہ رائج عیسوی نظام کے مہینوں میں سے، جنوری، مارچ، مئی، جولائی، اگست، اکتوبر اور دسمبر کے مہینے اکتیس دن کے اور سوائے فروری کے باقی سب مہینے تیس دن کے شمار کئے جاتے ہیں اور فروری کا مہینہ عام سالوں میں اٹھائیس دن کا اور لیپ (Leap) کے سالوں (یعنی چار پر پورا تقسیم ہونے والے ہر چوتھے سال) میں انتیس دن کا ہوتا ہے۔

گویا کہ جس سال فروری کا مہینہ اٹھائیس کی بجائے انتیس دن کا ہوتا ہے، وہ لیپ کا سال کہلاتا ہے، اور یہ سال تین سو پینسٹھ دنوں کے بجائے تین سو چھیاسٹھ دن کا ہوتا ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو "تقویم المنهاج القويم" ص ۱۰۰ الیٰ ۱۱۹، التاريخ الميلادى وماجرى له من التعديلات والتصحيحات، تاليف: حسن وفقى بک آل القاضى، المعروف بالخيمى الدمشقى، مطبوعة: المطبعة السلفية، القاهرة ۱۳۴۵ھ، 1927ء، و "تقویم تاریخی" از عبدالقدوس ہاشمی مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔

جبکہ اس کے برعکس بعض زمانوں میں چار سال کے بجائے ہر تیسرے سال میں ایک دن کا اضافہ کیا جاتا تھا۔ [1]

ایسا اس لیے ہے کہ یہ نظام انسانوں نے اپنی سوچ اور فکر کی بنیاد پر قائم کیا ہے۔ [2]

(4)...... چونکہ اسلام فطری دین ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے تاریخی نظام بھی فطری عطا فرمایا ہے اور یہ ہر انسان کی روزمرہ کی ضرورت ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے چاند کا نظام ایسی ترتیب پر قائم فرمایا ہے کہ ہر انسان ہر علاقہ میں چاند دیکھ

---

[1] اور اسی وجہ سے قمری اور موجودہ شمسی سال میں تقریباً دس دنوں کا فرق ہوتا ہے، کیونکہ قمری سال عموماً تین سو چوّن دن کا اور شمسی سال تین سو چونسٹھ دن کا ہوتا ہے، اور اس طرح تین سال بعد قمری مہینوں پر ایک شمسی مہینہ زیادہ ہو جاتا ہے۔

أنواع السنة:

السنة تتنوع إلى سنة شمسية وهي التي تعتمد في بدايتها ونهايتها على حركة الشمس، قال زكريا الأنصاري :وعدد أيامها ثلاث مائة وخمسة وستون يوما، وربع يوم إلا جزء ا من ثلاث مائة جزء من يوم، وإلى سنة قمرية وهي التي تعتمد على ظهور الهلال واختفائه في بداية الشهر ونهايته، قال زكريا الأنصاري :وعدد أيامها كما قال صاحب المهذب وغيره :ثلاث مائة وأربعة وخمسون يوما وخمس يوم وسدسه .فالسنة الشمسية تتفق مع السنة القمرية في عدد الشهور وتختلف معها في عدد الأيام فتزيد أيامها على أيام السنة القمرية بأحد عشر يوما وجزء من واحد وعشرين جزء ا من اليوم.

وقد اعتمد على السنة الشمسية الروم والسريان والفرس والقبط في تأريخهم، فهناك السنة الرومية، والسنة السريانية، والسنة الفارسية والسنة القبطية، وهذه السنون وإن كانت متفقة في عدد شهور كل سنة منها، إلا أنها تختلف في أسماء تلك الشهور وفي موعد بدء كل سنة منها وفي عدد أيامها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵ ص ۲۵۹، ۲۶۰، مادة " سنة ")

وأيام السنة القمرية ثلاثمائة وأربعة وخمسون يوماً (۳۵۴)وأيام السنة الشمسية ثلاثمائة وخمسة وستون يوماً وربع يومٍ (۳۶۵) فبعد ثلاث سنين ، تزيد الشمسية على القمرية بشهر(العرف الشذى للكشميرى ج ۲ ص ۱۷۸ ،باب ما جاء في صوم يوم عاشوراء أي يوم هو؟)

[2] آج جس شمسی کیلنڈر کو ہم عیسوی سنہ کہتے ہیں اور یہ گریگوری کیلنڈر بھی کہلاتا ہے۔ یہ پرانا رومی کیلنڈر ہے، جسے اگسٹس نے ترمیم کیا، پھر جولین نے ترمیم کیا اور جولین کیلنڈر کہلانے لگا، اور اس کے بعد بھی کئی بار ترمیم کی گئی، آخری بار اس میں 1582ء میں پاپائے گریگوری کے حکم سے ترمیم ہوئی، جولین کے چھ سو سال بعد ایک عیسائی راہب ڈینس ایگزیگوس نے اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف غلط حساب کر کے منسوب کر دیا جب سے اسے مسیحی کیلنڈر کہنے لگے، ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اس کا حقیقتاً کوئی تعلق نہیں ہے (امریکن پیپلز انسائیکلوپیڈیا۔ مادہ کیلنڈر، و" تقویم تاریخی" از عبدالقدوس ہاشمی صاحب ص ث)

کر تاریخ کا اندازہ کرسکتا ہے، مثلاً چاند جب مغرب کی طرف سے بہت پتلا نظر آتا ہے، تو پہاڑوں کے بے پڑھے لکھے چرواہے بھی اندازہ کرسکتے ہیں کہ مہینہ کی پہلی تاریخ ہے، پھر جب چاند بالکل مکمل ہوجائے تو اس سے چودھویں رات کا علم ہوجاتا ہے، اور جب چاند مشرق کی طرف بالکل باریک طلوع ہو، تو اس سے ستائیس اٹھائیس تاریخ کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ غرضیکہ چاند کی ان حالتوں سے ہر آدمی پڑھا لکھا، ان پڑھ، شہری، دیہاتی اور جنگلی انسان قمری تاریخ کا اندازہ کرسکتا ہے۔ [1]

جبکہ موجودہ عیسوی شمسی اور نجومی نظام میں سورج اور ستاروں کو دیکھ کر اس طرح کا اندازہ لگانا مشکل بلکہ ناممکن ہے، کیونکہ موجودہ عیسوی شمسی اور نجومی نظام سورج اور ستاروں کے صحیح اصولوں اور ضابطوں کے مطابق معلوم نہیں ہوتا۔ اور اگر صحیح بھی ہو تب بھی سورج اور ستاروں کی حالتوں کو دیکھ کر اتنی آسانی سے اندازہ کرنا کہ آج کون سی تاریخ ہے؟ مشکل ہے۔

(5)......قمری نظام انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی شریعتوں میں جاری رہا ہے۔ جبکہ مروّجہ عیسوی یا دوسرے مروّجہ نظاموں میں سے کوئی ایک بھی ایسا ثابت کیا جانا مشکل ہے، جو کسی نبی کی شریعت میں جاری رہا ہو۔

(6)......قمری مہینہ کا آغاز چاند کے طلوع ہونے سے ہوتا ہے، اور ہر دن کی تاریخ کی ابتداء سورج غروب ہونے سے ہوتی ہے، اس لئے اسلامی حوالہ سے غروب کے ہوتے ہی تاریخ بدل جاتی ہے اور پوری رات اگلے دن کے تابع شمار ہوتی ہے۔ [2]

مثلاً جمعہ کی برکات، جمعرات کا دن ختم ہوتے ہی سورج غروب ہونے پر شروع ہوجاتی ہیں،

---

[1] لقولہٖ تعالٰی : يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (سورة البقرة، رقم الآية ۱۸۹)

[2] البتہ حج میں وقوفِ عرفہ کے اعتبار سے دسویں ذی الحجہ کی رات اور منیٰ میں کنکریاں مارنے کے اعتبار سے 11، 12 ذی الحجہ کی راتیں پہلے دن کے تابع شمار کی گئی ہیں۔

والليالى كلها تابعة للايام المستقبلة لاللايام الماضية الافى الحج الخ (معارف السنن ج ۵ ص ۴۳۲، ابواب الصوم، باب الحث على صوم يوم عاشوراء)

اور مغرب وعشاء کی نمازیں جمعہ کے دن کی شمار ہوتی ہیں، اسی طرح مثلاً رمضان کا چاند نظر آتے ہی رمضان کی برکات شروع ہو جاتی ہیں جبکہ مروجہ عیسوی نظام میں اس کی ابتداء رات بارہ بجے کے بعد ہوتی ہے، جس میں جمعہ اور رمضان کی دو نمازوں ''مغرب وعشاء'' کے اوقات ایک دن پہلے کے ماننے پڑتے ہیں۔

(7)......قمری مہینوں خاص کر اشہرِ حرام کے نام اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی پیدائش کے وقت ہی متعین فرما دیئے تھے، جبکہ مروجہ عیسوی وشمسی مہینوں کے نام خود انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے ہیں۔

(8)......قمری مہینوں کے ناموں میں کسی شرک یا گناہ کی بات کی طرف نسبت نہیں ہے، جبکہ مروَّجہ عیسوی یا دوسرے مہینوں کے ناموں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔

(9)......اسلامی سن کا آغاز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے شروع ہوتا ہے جو کہ ہر قسم کے مفاسد اور شرک ونجوم پرستی جیسے رذائل سے یکسر خالی اور ایک اہم ترین روحانی عبادت ہے۔ اس کے برخلاف دنیا کے ہر ملک اور قوم میں کسی مشہور اور اہم واقعہ سے سال کا شمار ہوتا ہے، کہیں بادشاہوں کی تخت نشینی سے، کہیں کسی حادثے سے اور کہیں ملکی فتوحات اور زمین اور آسمان کے مختلف تغیرات سے۔ جو مادی چیزیں ہیں اور ان میں عبادت کا پہلو بھی نہیں۔ [1]

---

[1] جس طرح جہاد کے متعلق آیات قرآن مجید میں پھیلی ہوئی ہیں، اسی طرح ہجرت کا ذکر بھی قرآن کریم کی کئی سورتوں میں متعدد مرتبہ آیا ہے، سب آیات کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کی آیات میں تین قسم کے مضامین ہیں:

(1) اول ہجرت کے فضائل (2) دوسرے اس کی دنیاوی اور اخروی برکات (3) تیسرے باوجود قدرت کے دار الکفر سے ہجرت نہ کرنے پر وعیدیں (ملاحظہ ہو سورہ بقرہ آیت ۲۱۸، توبہ آیت ۲۲، نساء آیت ۱۰۰)

ایک حدیث میں ہے کہ:

الھجرۃ تھدم ما کان قبلھا (مسلم، رقم الحدیث ۱۲۱ "۱۹۲" کتاب الایمان)

یعنی ہجرت ان سب گناہوں کو ختم کر دیتی ہے جو ہجرت سے پہلے کئے ہوں۔

ہجرت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو شخص اللہ اور رسول کے لئے ہجرت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیا میں راہیں کھول دیتے ہیں اور اس کو دنیا میں بھی اچھا ٹھکانا دیتے ہیں اور آخرت کے ثواب و درجات تو وہم وگمان سے بالاتر ہیں (معارف القرآن ج ۱ ص ۵۲۷، ۵۲۸)

(10)......قمری نظام میں اسلامی تہوار اور عبادات واحکام (مثلاً عیدین، روزہ، حج وغیرہ) مختلف موسموں میں گھومتے پھرتے رہتے ہیں اور اس طرح ایک مسلمان کو ہر موقع اور ہر موسم میں اپنی خواہشات کے خلاف چلنے اور مجاہدہ کرنے کا عادی بنایا جاتا ہے اور مروجہ عیسوی نظام میں ایسی صورتِ حال نہیں ہے۔

(11)......قمری نظام سے اسلامی تہواروں کے لئے مسلمانوں کے دلوں میں انتظار کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے اور چاند نظر آنے پر بچوں، جوانوں، بوڑھوں اور عورتوں سب کی خوشی کا ایک عجیب سماں پیدا ہوجاتا ہے۔

جبکہ مروَّجہ عیسوی یا دوسرے نظاموں کے اعتبار سے تہواروں کے دن وتاریخ پہلے ہی سے سو فیصد متعین ہوتے ہیں جن میں قمری نظاموں کی طرح کی خوشی والی کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔

(12)......قمری نظامِ تاریخ پر اسلام کے اکثر احکام کا دارومدار ہے مثلاً :

رمضان المبارک:......کی ابتداء وانتہاء جس میں روزے کی فرضیت، اعتکاف، تراویح اور شبِ قدر وغیرہ یعنی رمضان المبارک کے مہینہ سے وابستہ تمام احکام کی تفصیل داخل ہے۔

عیدالفطر:......جو اسلامی تہوار ہے اور شوال کے مہینہ کی پہلی تاریخ کو ادا کیا جاتا ہے، اس دن دوگانہ نمازِ عید ادا کی جاتی ہے، اور صدقۂ فطر ادا کیا جاتا ہے۔

عیدالاضحیٰ:......جو دوسرا اسلامی تہوار ہے، ذی الحجہ کی دسویں تاریخ میں ادا کیا جاتا ہے، اس میں عید کی نماز کے علاوہ قربانی کی عبادت بھی ادا کی جاتی ہے اور اس کے بعد بارہ ذی الحجہ کی غروب تک قربانی کے دن ہیں۔

زکاۃ:......صاحبِ نصاب شخص پر سال پورا ہونے پر واجب ہے۔

اس میں بھی قمری سال کا اعتبار ہے۔

روزہ کا ناجائز ہونا:......سال کے پانچ دنوں میں روزہ رکھنا ناجائز ہے۔ جن میں سے ایک عیدالفطر دوسرے عیدالاضحیٰ، اور ذی الحجہ کی 13،12،11 تاریخ کے دن ہیں۔

یہ بھی قمری مہینوں کے اعتبار سے ہیں۔ ۱؎

ایامِ تشریق:......نو ذی الحجہ سے تیرہ ذی الحجہ تک کے دن جن میں ہر فرض نماز کے بعد تکبیر تشریق پڑھی جاتی ہے۔

ان کا تعلق بھی قمری مہینہ کے اعتبار سے ہے۔ ۲؎

حج:......اسلام کا اہم رکن ہے، یہ بھی قمری مہینے کے اعتبار سے ذی الحجہ کے مہینے میں ادا کیا جاتا ہے، اور حج کی مخصوص تاریخوں کے مخصوص احکام ہیں۔ ۳؎

۱؎ ذهب الجمهور إلى تحريم صوم الأيام التالية:

أ – صوم يوم عيد الفطر، ويوم عيد الأضحى، وأيام التشريق، وهى ثلاثة أيام بعد يوم النحر.......

وذهب الحنفية إلى جواز الصوم فيها مع الكراهة التحريمية.......وصرح الحنابلة بأن صومها لا يصح فرضا ولا نفلا، وفى رواية عن أحمد أنه يصومها عن الفرض(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸ص۱۷، مادة " صوم")

۲؎ ومع اتفاق الفقهاء على مشروعية التكبير فى أيام التشريق، فإنهم يختلفون فى حكمه، فعند الحنابلة والشافعية وبعض الحنفية هو سنة لمواظبة النبى صلى الله عليه وسلم على ذلك.

وهو مندوب عند المالكية، والصحيح عند الحنفية أنه واجب؛ للأمر به فى قوله تعالى: (واذكروا الله فى أيام معدودات)

كذلك اختلف الفقهاء فى وقت التكبير، فبالنسبة للبدء فإنه باتفاق الفقهاء يكون قبل بداية أيام التشريق، مع اختلافهم فى كونه من ظهر يوم النحر كما يقول المالكية وبعض الشافعية، أو من فجر يوم عرفة كما يقول الحنابلة وعلماء الحنفية فى ظاهر الرواية وفى قول للشافعية.

وأما بالنسبة للختم فعند الحنابلة وأبى يوسف ومحمد من الحنفية، وفى قول للشافعية والمالكية يكون إلى عصر آخر أيام التشريق .والمعتمد عند المالكية، وفى قول للشافعية يكون إلى صبح آخر أيام التشريق .وقال ابن بشير من المالكية: يكون إلى ظهر آخر أيام التشريق.

والتكبير فى هذه الأيام يكون عقيب الصلوات المفروضة، ولا يكون بعد النافلة، إلا فى قول للشافعية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷ص۳۲۵، مادة "ايام التشريق")

۳؎ المعتبر فى الشرع هو الحساب بالاهلة والسنة القمرية دون الشمسية،قال تعالیٰ:هو الذى جعل الشمس ضياء اوالقمر نوراوقدره منازل لتعلموا عددالسنين والحساب.فلو كان الهلال مدوراكالشمس اوملازما حالة واحدة لم يكد يتيسر التوقيت به،ففى التوقيت بالاهلة من اليسر ماليس فى التوقيت بالشمس،فلايعجزعنه عالم ولاعامى،بخلاف التوقيت بالشمس..........فلاجل ذالك جعلت الشريعة مدارالاحكام والعبادات على الحساب القمرى فمنها مايجب اعتباره فيه كالحج ،وصوم رمضان ،وصلاة العيدين،والزكوٰة،وعددالطلاق ،وامثالها،ومنهامالايجب اعتباره فيه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے علاوہ بے شمار احکام میں قمری تاریخوں اور حساب کا اعتبار کیا گیا ہے، مثلاً: بچہ کا بالغ ہونا، بچے کے نسب کا ثابت ہونا، عدت کی مدت، قربانی کے جانوروں کی عمریں، مختلف مہینوں اور تاریخوں میں عبادات اور نفل وسنت روزوں کے فضائل وغیرہ وغیرہ۔ [1]

اور مروّجہ غیر قمری تاریخی نظام سے اسلام کا کوئی بھی اہم حکم وابستہ نہیں۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

ویجوز توقیته بالحساب الشمسی کآجال الدیون والاجارات ،وان کان الاولیٰ توقیته بالقمری ایضا کمالایخفیٰ.........فاستعمال الحساب القمری مطلوب شرعا،وبعید من المسلم ان یترک المطلوب الشرعی ویستعمل الحساب الشمسی الذی هوضده فی الجملة ویبعدمنه کل البعد ان یمیل الیٰ هذا الضدبحیث لایبقیٰ له میل الی المطلوب الشرعی بالمرة ،کماهومشاهد من غوائداکثرالمسلمین فی هذاالزمان بل ومن عادة کثیرمن العلماء ایضاً فالی اللہ المشتکیٰ من انقلاب القلوب ومیلهاالی العیوب ،المؤدیة الی الذنوب ،وکل ذلک مع دعواهم بغض النصاریٰ وقد اشرب قلوبهم حب النصرانیة (احکام القرآن ج ۱ ص ۲۷۹،۲۸۰ ملخصاًللتهانوی ، المحدث الشیخ ظفراحمد العثمانی)

[1] المراد بالسنة:

الفقهاء علی أنه إذا أطلقت الأشهر فإنما یقصد بها الهلالیة، قال ابن الهمام :الصحیح أن المراد بالسنة السنة القمریة وإذا أطلق لفظ السنة انصرف إلی ذلک ما لم یصرحوا بخلافه ، وقال صاحب الإنصاف :المراد اثنا عشر شهرا هلالیة .قال الشیخ تقی الدین :هو هذا، ولکن تعلیلهم بالفصول یوهم خلاف ذلک (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۳۱ ص ۱۹ ،مادة "عنة")

السنة فی اللغة والاصطلاح :الحول، وجمعها سنوات ویجوز سنهات، وإذا أطلقت السنة فی کلام الفقهاء فهی السنة القمریة، ولیست الشمسیة (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۲۵ ص ۲۵۹ ،مادة "سنة")

إن حساب أشهر العدة فی الطلاق أو الفسخ أو الوفاة یکون بالشهور القمریة لا الشمسیة، فإذا کان الطلاق أو الوفاة فی أول الهلال اعتبرت الأشهر بالأهلة، لقوله تعالی :(یسألونک عن الأهلة قل هی مواقیت للناس والحج)حتی ولو نقص عدد الأیام؛ لأن اللہ أمرنا بالعدة بالأشهر، فقال سبحانه (فعدتهن ثلاثة أشهر)وقال تعالی :(أربعة أشهر وعشرا)فلزم اعتبار الأشهر، سواء أکانت ثلاثین یوما أو أقل، ولما روی عن النبی صلی اللہ علیه وسلم أنه قال :الشهر هکذا وهکذا وهکذاوأشار بأصابعه العشر مرتین وهکذا فی الثالثة وأشار بأصابعه کلها وحبس أو خنس إبهامه وهذا عند جمهور الفقهاء.

وإن کانت الفرقة فی أثناء الشهر، فإن الفقهاء قد اختلفوا فی ذلک علی قولین(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۲۹ ص ۳۱۵ ،مادة " عدة")

(فصل نمبر 1)

سن ہجری کی ابتداء اور قمری حساب

تاریخ کے لئے کوئی خاص سن یا سال مقرر کرنے کا رواج بہت پہلے سے چلا آ رہا ہے۔

دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم میں کسی مشہور اور اہم واقعہ سے سال کا شمار ہوتا ہے، کہیں بادشاہوں کی تخت نشینی سے، کہیں کسی حادثہ سے، کہیں کسی میلے ٹھیلے سے، کبھی یہ شمار ملکی فتوحات سے اور کبھی ارضی وسماوی تغیرات (زلزلہ، سیلاب وغیرہ) سے ہوتا ہے، مثلاً ہندوستان کے مختلف حصوں میں راجہ بکر ماجیت کے جشنِ تخت نشینی سے بکرمی کا رواج ہے۔

غرضیکہ تاریخ کے لئے سَن کا استعمال کوئی نئی چیز نہیں، بلکہ اس کا رواج بہت قدیمی ہے، اور حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی کی امت میں اس کا مختلف طریقوں سے استعمال رہا ہے۔

چنانچہ شروع میں حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے آسمان سے زمین پر اترنے کا سَن مقرر کیا گیا، پھر طوفانِ نوح کے واقعہ کو بطور سَن مقرر کیا گیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متبعین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے واقعہ کو مقرر کیا، حضرت یوسف علیہ السلام کے متبعین نے ان کے مصر میں وزیر بننے کے واقعہ کو مقرر کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متبعین نے بنی اسرائیل کے فرعون سے خلاصی پانے کے زمانہ کو مقرر کیا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے زمانے کو مقرر کیا۔

یہ واقعات بطور سَن یکے بعد دیگرے مقرر ہوتے رہے تھے، اس کے بعد ہر قوم اپنے علاقہ میں کسی اہم واقعہ کو سَن قرار دیتی تھی۔

مثلاً عرب کے لوگ ابتداء میں تعمیرِ کعبہ اور پھر مشہور واقعات وشخصیات کے اعتبار سے سَن

شمار کرتے تھے، جیسے کعب بن لوئی کی وفات، جنگِ بسوس، جنگِ داحس، جنگِ غبراء، جنگِ ذی قار، جنگِ فجار وغیرہ کو۔ [1]

[1] یہ مختلف جنگوں کے نام ہیں اور کعب بن لوئی عرب کی مشہور شخصیت ہیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ سو برس پہلے ہوئے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے زمانۂ جاہلیت میں بھی بت پرستی سے محفوظ رکھا تھا (معارف القرآن ج ۸ص ۴۴۰، تفسیر سورہ جمعہ)

قال الشعبى :لما هبط آدم من الجنة، وانتظر ولده أرخ بنو آدم من هبوط آدم،فكان التأريخ حتى بعث الله نوحا، فأرخوا من مبعث نوح حتى كان الغرق، وكان التاريخ من الطوفان إلى نار إبراهيم، فلما كثر ولد إسماعيل افترقوا، فأرخ بنو إسحاق من نار إبراهيم إلى مبعث يوسف، ومن مبعث يوسف إلى مبعث موسى، ومن مبعث موسى إلى ملك سليمان، ومن ملك سليمان إلى مبعث عيسى، ومن مبعث عيسى إلى أن بعث رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وعليهم أجمعين.
وأرخ بنو إسماعيل من نار إبراهيم إلى بناء البيت، ومن بناء البيت حتى تفرقت معد، وكانت للعرب أيام وأعلام يعدونها، ثم أرخوا من موت كعب بن لؤى إلى الفيل، وكان التأريخ من الفيل حتى أرخ عمر بن الخطاب من الهجرة(المنتظم لابن الجوزى، ج۴ص ۲۲۶،ثم دخلت سنة سبع عشرة)

قوله :(من أين أرخوا التاريخ) ، أى :ابتداء التاريخ من أى وقت كان، وفيه اختلاف. فروى ابن الجوزى بإسناده إلى الشعبى، قال :لما كثر بنو آدم فى الأرض وانتشروا أرخوا من هبوط آدم، عليه الصلاة والسلام ثم إلى زمان يوسف عليه السلام ثم إلى خروج موسى عليه السلام من مصر بنى اسرائيل ثم إلى زمان داود عليه السلام، فكان التاريخ منه إلى الطوفان، ثم إلى نار الخليل، عليه الصلاة والسلام، ثم إلى زمان سليمان، عليه الصلاة والسلام، ثم إلى زمان عيسى، عليه الصلاة والسلام، ورواه أيضا ابن إسحاق عن ابن عباس، رضى الله تعالى عنهما، وحكى محمد بن سعد عن ابن الكلبى : أن حمير كانت تؤرخ بالتبابعة وغسان بالسد، وأهل صنعاء بظهور الحبشة على اليمن، ثم بغلبة الفرس، ثم أرخت العرب بالأيام المشهورة : كحرب البسوس، وداحس والغبراء ، وبيوم ذى قار، والفجارات ونحوها، وبين حرب البسوس ومبعث نبينا صلى الله عليه وسلم، ستون سنة .وقال ابن هشام الكلبى عن أبيه :أما الروم فأرخت بقتل دارا بن دارا إلى ظهور الفرس عليهم، وأما القبط فأرخت ببخت نصر إلى فلابطرة صاحبة مصر، وأما اليهود فأرخت بخراب بيت المقدس، وأما النصارى فبرفع المسيح، عليه الصلاة والسلام (عمدة القارى للعينى، ج۱۷ ص ۶۶، كتاب المناقب، باب التاريخ من أين أرخوا التاريخ)

وأما قبل الإسلام فقد كان بنو إبراهيم يؤرخون من نار إبراهيم إلى بنيان البيت حتى بناه إبراهيم، وإسماعيل -عليهما السلام -ثم أرخ بنو إسماعيل من بنيان البيت حتى تفرقوا، فكان كلما خرج قوم من تهامة أرخوا بمخرجهم، ومن بقى بتهامة من بنى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے غیر عربیوں میں شمسی نظام رائج تھا (جو موجودہ مروّجہ شمسی نظام کی ترتیب اور تفصیل سے مختلف تھا) اور عرب میں مہینے تو قمری رائج تھے، مگر سَن عمومی سطح پر باضابطہ کوئی متعین نہیں تھا، اور اس وقت عربوں کی اندرونی زندگی جاہلیت اور لاعلمی کی وجہ سے اس قدر متمدن نہیں تھی کہ حساب وکتاب کی وسیع پیمانہ پر ضرورت ہوتی، اپنی اپنی حسبِ ضرورت موسموں، یادداشتوں اور دوسرے اوقات وواقعات کی حفاظت کے لئے مشہور واقعہ لے لیتے تھے اور اس سے وقت کا حساب لگا لیتے تھے، اس لئے دورِ جاہلیت میں مختلف سَنوں کے نام ملتے ہیں۔

یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس کے بعد پھر نبوت کے سَن سے یا کسی اور اہم واقعہ وغیرہ سے تخمینہ لگا لیا جاتا تھا، مگر پھر بھی باقاعدہ سَن نہیں تھا اور اس کی اس وقت اتنی ضرورت بھی محسوس نہیں کی گئی تھی، پھر بعض روایات کے مطابق جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور شروع ہوا تو مفتوحہ ملکوں اور علاقوں کی وسعت زیادہ ہوگئی، اور حکومت کا نظام پھیل گیا، حساب وکتاب وغیرہ کے معاملات وسیع ہوگئے تو ضرورت پیش آئی کہ مسلمانوں کے لئے اجتماعی طور پر کوئی علیحدہ باقاعدہ سَن مقرر ہونا چاہیے۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عظیم جماعت سے کہ جن کا ذہن،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إسماعيل يؤرخون من خروج سعد، ونهد، وجهينة بني زيد من تهامة حتى مات كعب بن لؤي، وأرخوا من موته إلى الفيل، ثم كان التاريخ من الفيل حتى أرخ عمر بن الخطاب من الهجرة، وذلك سنة سبع عشرة أو ثماني عشرة.

وقد كان كل طائفة من العرب تؤرخ بالحادثات المشهورة فيها، ولم يكن لهم تاريخ يجمعهم، فمن ذلك قول بعضهم:

ها أنا ذا آمل الخلود وقد ...أدرك عقلي ومولدي حجرا

وقال الجعدي:فمن يك سائلا عني فإني ...من الشبان أيام الخنان

وقال آخر:وما هي إلا في إزار وعقلة ...بغار ابن همام على حي خثعما

وكل واحد أرخ بحادث مشهور عندهم، فلو كان لهم تاريخ يجمعهم لم يختلفوا في التاريخ .والله أعلم(الكامل في التاريخ لابن الاثير ج ا ص ١٣، ١٤،القول في الزمان)

سوچ، اوردل ودماغ نبوت کے مزاج میں ڈھلے ہوئے تھے، مشورہ کرکے سَنِ ہجری کا تقرر کیا، جوآج تک الحمدللہ جاری ہے۔ [1]

اوربعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ سن ہجری کی ابتداء خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے

---

[1] والتواريخ العربية إنما هي على الليالي، وسائر تواريخ الأمم على الأيام لأن سنيهم تجرى على أمر الشمس، وهي نهارية، وسنو العرب يعمل فيها على القمر، وابتداء رؤيتنا له الليل، فيقال في أول ليلة مستهل، ولا يقال ذلك في النهار، ويقال في آخر الشهر يوم كذا :انسلاخ شهر كذا، لأن الشهر يبتدء بابتداء الليل وينقضي بانقضاء النهار، وما قبل الخامس عشر يعرف بالليالي المواضي، وإذا كان بعده عرف بالليالي البواقي(المنتظم لابن الجوزي ج۴ص ۲۲۹ ،ثم دخلت سنة سبع عشرة)

وهي ابتداء التاريخ الإسلامي، أما لفظة التاريخ فإنه محدث في لغة العرب؛ لأنه معرب من ماه روز، وبذلك جاء ت الرواية، روى ابن سليمان عن ميمون بن مهران أنه رفع إلى عمر بن الخطاب في خلافته رضي الله تعالى عنه صك محله شعبان فقال :أي شعبان؟ أهذا هو الذي نحن فيه؟ أو الذي هو آت؟ ثم جمع وجوه الصحابة وقال :إن الأموال قد كثرت وما قسمنا منها غير موقت، فكيف التوصل إلى ما نضبط به ذلك؟ فقالوا :نحب أن نتعرف ذلك من رسوم الفرس، فعندها استحضر عمر الهرمزان سأله عن ذلك، فقال :إن لنا به حساباً نسميه ماه روز، وَمعناه حساب الشهور والأيام، فعربوا الكلمة فقالوا مؤرخ، ثم جعلوا اسمه التاريخ واستعملوه، ثم طلبوا وقتاً يجعلونه أولاً لتاريخ دولة الإسلام، واتفقوا على أن يكون المبدأ سنة هذه الهجرة، وكانت الهجرة من مكة إلى المدينة شرفهما الله، وقد تصوم من شهور هذه السنة وأيامها المحرم وصفر وثمانية أيام من ربيع الأول .فلما عزموا على تأسيس الهجرة رجعوا القهقرى ثمانية وستين يوماً، وجعلوا مبدأ التاريخ أول المحرم من هذه السنة، ثم أحصوا من أول يوم في المحرم إلى آخر يوم من عمر النبي صلى الله عليه وسلم فكان عشر سنين وشهرين (المختصر في أخبار البشر لأبي الفداء، ج ا ص۱۲۳ ، الفصل السادس التاريخ الإسلام، الهجرة النبوية على صاحبها أفضل الصلاة والسلام)

عن عثمان بن عبد الله عن رافع عن ابن المسيب قال فأول من كتب التاريخ عمر لسنتين ونصف من خلافته فكتبه لست عشرة من المحرم بمشورة علي بن أبي طالب وأخبرنا أبو القاسم السمرقندي أنبأنا عمر بن عبد الله بن عمر أنا أبو الحسين بن بشران أنا عثمان بن أحمد نا حنبل حدثني أبي نا محمد بن عمر نا ابن أبي الزياد عن أبيه قال استشار عمر في التاريخ فأجمعوا على الهجرة رواه أبو الحسن المدائني عن عبد الرحمن بن أبي الزياد أخبرناه أبو غالب أحمد وأبو عبد الله يحيى ابنا البنا أنبأنا أبو الحسين بن الآبنوسي أنبأنا أحمد بن عبيد بن الفضل إجازة أنا أبو عبد الله الزعفراني أنا ابن أبي خيثمة أنا علي بن محمد المدائني عن ابن أبي الزياد عن أبيه أن عمر شاور في التاريخ فقائل يقول من النبوة وقائل يقول من الهجرة وقائل يقول من الوفاة فأجمعوا على الهجرة انتهى(تاريخ مدينة دمشق لابنِ عساكر، ج ا ص۴۵، باب ذكر اختلاف الصحابة رضي الله تعالى عنهم في التاريخ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں بلکہ ہجرت کے وقت ہی ہو چکی تھی، بعض حضرات نے اسی کو زیادہ راجح قرار دیا ہے، البتہ سرکاری مراسلات میں تاریخ کا باضابطہ اندراج حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں لازمی قرار دیا گیا تھا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۳۰، وتقویم تاریخی) ۱؎

۱؎ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''اِس (ہجرت کے) وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسلامی تاریخ کی ابتداء حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی اور اس کا پہلا مہینہ محرم کو قرار دیا، شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ ''الشماریخ فی علم التاریخ'' میں اسی کی تائید کی ہے'' (سیرتِ خاتم الانبیاء مع حاشیہ، ص۸۳، ۸۴)

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ:

ذكر مبدأ التاريخ الهجرى:أخبرنى شيخنا شيخ الإسلام البلقينى "شفاها "عن أبى إسحاق التنوخى أنا محمد بن عساكر "إجازة "عن عبد الرحيم بن تاج الأمناء أنا حافظ الإسلام أبو القاسم بن عساكر أنا أبو الكرم الشهرزورى وغيره "إجازة "أنا ابن طلحة أنا الحسن بن الحسين أنا إسماعيل الصفار أنا محمد بن إسحق ثنا "أبو عاصم "عن ابن جريج عن أبى سلمة عن ابن شهاب أن النبى صلى الله عليه وسلم أمر بالتاريخ يوم قدم المدينة فى شهر ربيع الأول "رواه يعقوب بن سفيان حدثنا يونس ثنا ابن وهب عن ابن جريج عن ابن شهاب أنه قال :التاريخ من يوم قدوم النبى صلى الله عليه وسلم المدينة مهاجرا قال ابن عساكر :هذا أصوب والمحفوظ أن الآمر بالتاريخ عمر قلت" :وقفت على ما يعضد الأول فرأيت بخط ابن القماح فى مجموع له :قال ابن الصلاح" :وقفت على كتاب فى الشروط للأستاذ أبى طاهر ابن محمش "الزيادى "ذكر فيه :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أرخ بالهجرة حين كتب الكتاب لنصارى نجران وأقر عليا أن يكتب فيه "إنه كتب لخمس من الهجرة."

فالمؤرخ إذن رسول الله صلى الله عليه وسلم وعمر تبعه .وقد يقال :هذا صريح فى أنه أرخ سنة خمس والحديث الأول فيه أنه أرخ يوم قدم المدينة؟!

ويجاب بأنه لا منافاة فإن الظرف وهو قوله " :يوم قدم المدينة "ليس متعلقا بالفعل وهو "أمر "بل بالمصدر وهو "التاريخ "أى أمر بأن يؤرخ بذلك اليوم لا أن الأمر فى ذلك اليوم فتامله فإنه نفيس.وقال البخارى فى تاريخه الصغير :ثنا ابن أبى مريم ثنا يعقوب ابن إسحاق -هو العلوى -ثنا محمد بن مسلم عن عمرو بن دينار عن ابن عباس قال :كان التاريخ فى السنة التى قدم فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة."

أخبرنا محمد بن عثمان بن أبى شيبة فى "تاريخه 1"حدثنا مصعب ابن عبد الله الزبيرى عن ابن أبى حازم عن أبيه عن سهل عن سعد قال":أخطأ الناس العدد ولم يعدوا من مبعث النبى صلى الله عليه وسلم ولا من وفاته إنما عدوا من مقدمة المدينة."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگراس روایت کولیا جائے ،جس کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہی سن ہجری کا آغاز ہوگیا تھا (جبکہ اس روایت کو بعض حضرات نے زیادہ راجح بھی قرار دیا ہے) تب تو سن ہجری کے سنت ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔

لیکن اگر بالفرض اس روایت کو معتبر نہ بھی مانا جائے بلکہ پہلی روایت کو ہی معتبر مانا جائے اور یہ کہا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں سن ہجری کے استعمال کا آغاز ہوا،تب بھی سن ہجری کے سنت ہونے میں شبہ نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سنت پر عمل کیا ہے اور ہجرت دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی عمل تھا،حدیث شریف میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طریقہ کوسنت فرمایا گیا ہے،ان کی طرف سنت کی نسبت یا تو اس لئے ہوئی کہ انہوں نے سنت ہی پر عمل کیا اور یا اس لئے کہ انہوں نے خود قیاس اور استنباط کر کے سنت کو اختیار فرمایا۔

لہٰذا بہر صورت ہجری سنہ کا تقرر سنت ہوا،اب اس کے استعمال سے انشاءاللہ تعالیٰ سنت ہی کا ثواب حاصل ہوگا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال مصعب :وكان تاريخ قريش من متوفى هشام بن المغيرة "يعنى أرخوا تواريخهم" وأخرج البخارى فى صحيحه حديث سهل بلفظ " :ما عدوا "إلى آخره ولم يقل "أخطأ الناس."

وقال أحمد بن حنبل :ثنا روح ثنا زكريا بن إسحق ثنا عمرو بن دينار :أن أول من أرخ فى الكتب يعلى بن أمية وهو باليمن وكان يعلى أميرا عليها لعمر.

وقال البخارى فى -التاريخ الصغير -ثنا عبد الله بن عبد الوهاب ثنا عبد العزيز بن محمد بن عثمان بن رافع سمعت سعيد بن المسيب يقول قال عمر " :متى نكتب التاريخ"؟؟؟ فجمع المهاجرين فقال له على " :من يوم هاجر النبى صلى الله عليه وسلم نكتب التاريخ ".".رواه الواقدى عن ابن سيرين عن عثمان بن عبد الله بن رافع -فكأنه نسب إلى جده (الشماريخ فى علم التاريخ ،ج ا ص ١١ الىٰ ١٤،ذكر مبدأ التاريخ الهجرى)

[1] (وسنة الخلفاء الراشدين)فإنهم لم يعملوا إلا بسنتى، فالإضافة إليهم إما لعملهم بها أو لاستنباطهم واختيارهم إياها(مرقاة المفاتيح، ج ا ص ٢٥٢، كتاب الايمان،باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

سن ہجری سے متعلق ایک شبہ کا جواب

بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوجاتا ہے کہ جو عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو اگرچہ وہ کتنے بڑے صحابی بلکہ خلفائے راشدین ہی سے کیوں نہ ثابت ہو، وہ حجت اور معتبر نہیں اور کیونکہ سن ہجری کی موجودہ تفصیلات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، لہٰذا ہمارے لئے یہ قابلِ قبول نہیں۔

حالانکہ اوّل تو بعض روایات کے پیشِ نظر سن ہجری کا آغاز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوچکا تھا (اگرچہ سرکاری طور پر اس کا رواج بعد میں ہوا ہو) دوسرے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے عمل کو بھی امت کے لئے سنت و حجت قرار دیا ہے۔

اور اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کرنے والے حضرات میں سے ہر صحابی ہی اپنی جگہ ہدایت کے آفتاب کا روشن ستارہ ہے، لیکن ان میں جیسا فیض آپ کے چار خلفائے راشدین (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہم اجمعین) کو درجہ بدرجہ حاصل ہوا، مجموعی لحاظ سے وہ دوسروں سے افضل و اعلیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متصلاً انہی ہستیوں کو اپنے دینِ حق کی ترویج و اشاعت کے لئے زمین کی نیابت و خلافت سپرد فرمائی، جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ان الفاظ کے ساتھ فرمایا تھا کہ:

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ الخ (سورۃ النور، رقم الآیۃ ۵۵)

یعنی ’’تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں (یعنی ہدایت کی پوری اتباع کریں) ان کو اللہ (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں ضرور خلافت عطا

فرمائے گا‘‘(سورہ نور)

یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفائے راشدین کو معیارِ حق بتلاتے ہوئے ان کی اتباع اور پیروی کرنے کا حکم دیا اور اس کو سنت قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا، فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً، ذَرَفَتْ لَهَا الْأَعْيُنُ، وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ، قُلْنَا أَوْ قَالُوْا :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَأَنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَأَوْصِنَا .قَالَ أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا،فَإِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ يَرٰى بَعْدِىْ اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

(مسند احمد) [1]

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر انتہائی مؤثر وعظ فرمایا، جس سے آنکھیں نمدار ہوگئیں، اور دل ڈر گئے، ہم نے یا صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ! گویا کہ یہ تو رخصت ہونے والے کا وعظ ہے، لہٰذا آپ ہمیں وصیت فرمایئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور (امیر کی بات) سننے اور فرمانبرداری کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، اگر چہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، پس بلاشبہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا تو وہ بہت اختلافات دیکھے گا، پس تم پر (ایسے

---

[1] رقم الحديث ١٧١٤٤، مؤسسة الرسالة، بيروت.

قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح(حاشية مسند احمد)

وقت) میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے، جو ہدایت یافتہ ہیں، اس سنت کو تم مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور اس کو اپنی ڈاڑھوں کے نیچے خوب دبا لینا، اور تم (دین میں) نئی نئی باتوں کے (پیدا کرنے) سے بچنا کیونکہ (دین میں) جو بھی نئی چیز نکالی جائے، وہ بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے (مسند احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں صاف طور پر عربی قواعد کے لحاظ سے خلفائے راشدین کی سنت کے لازم ہونے اور اس کی مخالفت سے بچنے کی تاکید فرمادی ہے۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو خلفاء کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور خلیفہ اور نائب کے حکم کی اتباع ضروری ہوتی ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عَلَيْكُمْ'' فرما کر خلفائے راشدین کی سنت کو بھی لازم قرار دے دیا، کیونکہ یہ لفظ لازم کے معنٰی میں آتا ہے۔ [1]

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفاء کو راشدین بھی فرمایا، جس کے معنٰی درست راستہ پر ہونے والوں کے آتے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راشدین کے بعد'' مَهْدِيِّيْنَ'' کے لفظ کا اضافہ فرما کر بتلا دیا کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں، کیونکہ'' مَهْدِيِّيْنَ'' کے معنٰی ہدایت یافتہ ہونے والوں کے آتے ہیں۔

اور اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''تَمَسَّكُوْا بِهَا'' فرمایا، جس کے معنٰی مضبوطی سے تھامے رکھنے کے آتے ہیں، جس کا مطلب ہے کہ تم مضبوطی سے ان کی سنت کو تھامے رکھو۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ ''عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ'' کہ ان کی سنت کو اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ پکڑو، اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جو چیز ڈاڑھوں

---

[1] فان لفظ "عليكم" يدل على اللزوم وضعا، والمعطوف فى حكم المعطوف عليه لغة، فثبت به لزوم سنة الخلفاء كلزوم سنة الرسول صلى الله عليه وسلم ، فلايصح التفرقة بالسنية والندب، فان المندوب لايكون لازما(اعلاء السنن ج ۷ ص ۸۰،باب التراويح،للعلامة ظفر احمد عثمانى رحمه الله)

سے پکڑی جاتی ہے وہ دوسرے دانتوں میں پکڑے جانے کی بنسبت زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔
پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام تاکیدیں اور ہدایات ایک ہی صیغے اور جملے کے ساتھ اس طرح ارشاد فرمائیں کہ اپنی سنت اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت کو جمع فرمادیا۔
پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی واضح طور پر فرمادیا کہ جس کو (آپ کے بعد) زندگی حاصل ہوگی اور زمانہ گزرنے سے دینی اور مذہبی ماحول تبدیل ہوتا جائے گا، تو بہت سے اختلافات سامنے آئیں گے۔
ایسے موقع پر ہر مسلمان کو اختلاف سے بچنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے بعد آپ کے خلفائے راشدین کی سنت کو پیشِ نظر رکھنا نجات وعافیت کا راستہ ہوگا۔
اس کے علاوہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی نشاندہی فرمادی کہ آپ کی اور آپ کے خلفائے راشدین کی سنت کے مقابلہ میں جو جو کام بھی دین میں رونما کئے جائیں گے وہ قابلِ اعتبار نہیں ہوں گے۔
پھر آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین میں نئی بات پیدا کرنا ضلالت وگمراہی ہے۔
لہٰذا اگر اسلامی سن کا آغاز خلفائے راشدین کے دور میں ہوا ہو، اور ان کی اتباع میں تمام مسلمان محرم کے مہینہ سے اسلامی سن کا آغاز کرتے ہوں، تو اس کو بھی غلط نہیں کہا جاسکتا۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تحفة الاخيار مع نخبة الانظار، للامام المحدث الفقيه الشيخ محمد عبدالحيي اللكنوى الهندى، مشمولة: مجموعة رسائل اللكنوى ج۴)

اسلامی سَن کے لئے ہجرت کی ترجیح کیوں؟

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہجرت کے واقعہ کو اسلامی سَن کے لئے کیوں منتخب کیا گیا، حالانکہ قمری سنہ کے لئے اور بھی بہت سی چیزیں تھیں، مثلاً داعیِ اسلام خاتم النبیین افضل الرسل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش، آپ کی وفات، اسلام کا ظہور، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

نبوت، قرآن مجید کے نزول کی ابتداء وانتہاء، بدر کی تاریخی فتح، مکہ میں فتح مندانہ داخلہ، اور حجۃُ الوداع کا اہم ترین اجتماع، جو اسلام کی ظاہری ومعنوی تکمیل کا آخری اعلان تھا، اس مقصد کے لئے یہ تمام چیزیں موزوں تھیں، مگر ان سب کو چھوڑ کر ہجرت ہی کو منتخب کیا گیا جو بظاہر نہ کسی کی اہم ترین پیدائش کا جشن ہے، اور نہ بظاہر کسی غلبہ اور جنگ کی فتح ہے، جیسا کہ دوسری قوموں کے یہاں دستور ہے، اور ہجرت تو اس زمانہ کی نشاندہی کرتی ہے، جبکہ اسلام کے آغاز کی بے سروسامانیاں اس حد تک پہنچ گئی تھیں کہ داعیِ اسلام کے لئے اپنے محبوب وطن میں زندگی بسر کرنا بظاہر مشکل بلکہ ناممکن ہو گیا تھا، مظلومیت کی انتہاء تھی، کہ اپنا وطن، اپنا گھر، اپنے عزیز واقارب اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر آقائے نامدار تاجدارِ حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رفیقِ غمگسار کے ساتھ رات کی تاریکی میں گمنامی کے ساتھ سفر کررہے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کے ظہور کی تاریخ دراصل دو بڑے اور اصولی زمانوں میں تقسیم ہے، ایک مکہ مکرمہ کی زندگی اور وہاں کے اعمال کا زمانہ ہے دوسرا مدینہ منورہ کی زندگی اور وہاں کے اعمال کا۔

پہلا زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے شروع ہوتا ہے اور ہجرت پر ختم ہو جاتا ہے، اس کی ابتداء غارِ حرا کے اعتکاف سے ہوتی ہے اور تکمیل غارِ ثور کے قیام پر ہوتی ہے۔

دوسرا زمانہ ہجرت سے شروع ہوتا ہے اور حجۃُ الوداع پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی ابتداء مدینہ مدینہ منورہ کی فتح سے ہوئی اور تکمیل مکہ کی فتح پر ہوئی، لیکن اسلام کی تکمیل، تمکین اور نشرواشاعت کے لئے دراصل ہجرت کا عمل ہی محرک اور ذریعہ تھا، یہی وجہ ہے کہ جب ہم ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد کے حالات کا مقابلہ کرتے ہیں تو ہجرت کا واقعہ تاریخِ اسلام میں وہ اہم ترین واقعہ نظر آتا ہے کہ جس نے حالات کا رخ بدل دیا اور نتائج کے اعتبار سے ہجرت کا واقعہ کئی طرح سے ممتاز اور اہمیت کا حامل ثابت ہوا۔

چنانچہ ہجرت کے چند فوائد اور خصوصیات یہ ہیں:

(1)...... ہجرت کی وجہ سے مدینہ منورہ میں ایمان والوں کوعزت، غلبہ اور راحت وثروت عطا ہوئی۔ [1]

(2)...... ہجرت کی وجہ سے ایمان والوں کوایک مضبوط قلعہ اور مرکز حاصل ہوا۔

(3)...... ہجرت کی وجہ سے مسلمانوں کوآزادی سے عبادت کرنے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے جانے، مسلسل حاضری اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مستقل فیض یاب ہونے کے مواقع مل گئے۔

(4)...... ہجرت کی وجہ سے اہلِ اسلام نسبتاً چین سے زندگی گزارنے لگے۔

(5)...... ہجرت کی وجہ سے اسلامی طرزِ معاشرت کے خدوخال نمایاں ہوئے۔

(6)...... ہجرت کی وجہ سے اسلام کے اقتصادی ومعاشی پروگراموں کے لئے عملی راہ ہموار ہوگئی۔

(7)...... ہجرت کی وجہ سے تعلیم وتعلّم کے لئے سازگار ماحول میسر آیا۔

(8)...... ہجرت کی وجہ سے آزادفضا میں رہ کرلوگوں کواسلام کی تعلیمات سمجھنے میں آسانی ہوگئی۔

(9)...... ہجرت کی وجہ سے تعلیماتِ اسلام کی نشرواشاعت اور تبلیغ کے لئے پاکیزہ ماحول مہیا ہوا۔

(10)...... ہجرت کی وجہ سے ایک اسلامی حکومت قائم ہوئی، جس کے سربراہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جوشروع میں مدینہ منورہ اور اس کے مضافات پر مشتمل تھی، مگر رفتہ رفتہ بحرُ الکاہل سے لے کر بحرِ اوقیانوس تک وسیع ہوگئی۔

---

[1] ہجرت کے ابتدائی دور میں چندروزہ تکلیف ومشقت کا اعتبار نہیں اس عارضی دور کے بعد جونعمتیں حق تعالیٰ کی طرف سے ان حضرات کوعطا ہوئیں اوران کی کئی نسلوں میں جاری رہیں اسی کا اعتبار ہوگا۔ صحابہ کرام کے فقروفاقہ کے جوواقعات موجود ہیں وہ عموماً ہجرت کے ابتدائی دور کے ہیں، یاوہ اختیاری فقروفاقہ کے ہیں کہ انہوں نے دنیاوی مال ودولت کو پسند ہی نہیں کیا اور جو حاصل ہوااس کواللہ کی راہ میں خرچ کردیا جیسا کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا حال یہی تھا کہ آپ کا فقروفاقہ اختیاری تھا آپ نے مال ودولت کواختیار نہیں فرمایا (معارف القرآن بتغیر، ج۲ص۵۲۹)

(11)...... ہجرت کی وجہ سے اسلام کا اہم فریضہ جہاد وقتال زندہ ہو کر قیامت تک کے لئے اپنی شرائط اور مختلف شکلوں کے ساتھ جاری ہو گیا۔

علاوہ ازیں ہجرت سے اسلامی سَن کا آغاز کرنے میں ایک سبق یہ بھی پوشیدہ ہے کہ جب تک یہ سنہ باقی ہوگا، مسلمانوں کی یہ یاد ہر وقت تازہ رہے گی کہ اسلام کو مضبوط تھام لینے کے لئے ہجرت ضروری ہے اور ہجرت دراصل اپنی قوم، خاندان، وطن، رسم ورواج، عزت وراحت اور غیر مسلموں کی معاشرت سب کو چھوڑنے کا نام ہے۔

ان وجوہات کی بنا پر روزمرہ تاریخ کے لئے ہجرت کو بطور سنہ مقرر کیا گیا۔ [1]

قمری تقویم (Calendar) کی اہمیت

دنیوی مقاصد کے لئے شمسی وعیسوی تاریخوں کا استعمال بھی اگرچہ ایک حد تک جائز ہے، مگر شرط یہ ہے کہ اس کا اتنا عام رواج نہ ہو جائے کہ لوگ قمری حساب کو بالکل بھلا دیں، کیونکہ ایسا کرنے میں کئی نقصانات ہیں، جیسا کہ اس زمانے میں عام دفتروں اور کاروباری اداروں بلکہ نجی اور شخصی لکھائی پڑھائی اور بول چال میں بھی شمسی حساب کا ایسا رواج ہو گیا ہے، جو ایک طرح سے قوم اور ملت کی ایک اہم معاشرت کا دیوالیہ پن ہے۔

قمری وہجری ماہ وسال کو زندہ اور باقی رکھنا درجِ ذیل وجوہات کی بناء پر سب مسلمانوں پر

---

[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے سنہ کے آغاز میں غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت تھی اور وفات میں ہر وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا غم تازہ ہوتا رہتا مگر ہجرت میں ان رکاوٹوں میں سے کوئی بھی نہیں تھی۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت ربیع الاول میں فرمائی ہے، تو اسلامی سنہ کا آغاز محرم سے ہونا کیسے صحیح ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے (جو مدینہ سے آئے تھے) بیعت عقبہ ثانیہ ماہِ ذی الحجہ 13 نبوی میں کی تھی اس وقت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ہجرت کا ارادہ پیدا ہوا تھا تو اس ارادہ پر سب سے پہلے جو چاند نکلا وہ محرم کا تھا، مقصد یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت اگرچہ ربیع الاول میں فرمائی مگر ہجرت کا ارادہ محرم کے مہینہ ہی سے تھا، اس لئے اسلامی سنہ کا آغاز ماہِ محرم سے ہونا صحیح ہے۔ محمد رضوان۔

فرضِ کفایہ ہونے کے علاوہ دینی اور ملی حمیت کا بھی تقاضا ہے۔ [1]

(1)......شرعی احکام کا دارومدار قمری تقویم پر ہے اس لئے اس کو محفوظ رکھنا یقیناً فرض کفایہ ہے، اور اس کو محفوظ کرنے کا اس وقت سہل طریقہ یہ ہے کہ روزمرہ اس کا استعمال رکھا جائے۔

(2)...... جب شرعی احکام کا تعلق قمری تقویم سے ہے تو اس نیت سے اس کا استعمال بذاتِ خود ثواب ہے، کیونکہ عبادت کی حفاظت کا ذریعہ بھی ثواب ہوتا ہے، اور قمری یعنی چاند والے مہینوں کے نام اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ہیں، جن کا زبان وقلم سے بولنا واستعمال کرنا بھی یقیناً ثواب ہے۔

(3)......قمری تقویم کا استعمال انبیائے کرام، صحابۂ کرام اور سلفِ صالحین کا طریقہ ہے، جس کی اتباع کرنے کی ہر مسلمان کو ضرورت ہے۔

اور اس میں ہر طرح کی خیر وبرکت اور بھلائی ہے۔

(4)......قمری تقویم کے استعمال سے اسلامی تشخص برقرار رہتا ہے، جس کا باقی رکھنا اسلام میں بہت ضروری ہے۔

---

[1] بعض لوگ کہتے ہیں کہ قمری حساب یقینی نہیں ہوتا کیونکہ قمری مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا، لہٰذا اس سے حساب لگانا دشوار ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات صحیح ہے کہ پہلے سے چاند کے طلوع ہونے کی تاریخ متعین نہیں کی جاسکتی، لیکن جو مہینہ چل رہا ہو اس کے متعلق یہ شبہ نہیں کیا جاسکتا البتہ آنے والے مہینہ کے بارے میں یہ شبہ صحیح ہے مگر اس کو بھی کسی دوسرے طریقہ سے متعین کیا جاسکتا ہے، مثلاً چاند کی متوقع تاریخ کے بعد دن متعین کر کے یا دوسرے درجہ میں ضمنی طور پر غیر قمری تاریخ کا حوالہ دے کر اور روزمرہ کے استعمال میں تو یہ خدشہ بالکل نہیں چلتا۔

اسی طرح ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ بعض اوقات ایک ملک کا دوسرے ملک کے اعتبار سے چاند نظر آنے میں فرق ہوجاتا ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں سب جگہ کے لئے ایک تاریخ کو کیسے متعین کیا جاسکتا ہے۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ اگر کبھی ایسا ہوجائے تو اس سلسلے میں ہر ملک کی اپنی تاریخ کا اعتبار ہوگا، جیسا کہ دوسرے احکام مثلاً نمازوں کے اوقات وغیرہ میں اپنی اپنی جگہ کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ دوسرے اگر کبھی اس کی ضرورت پیش آئے تو اس کے لئے بھی وہ طریقے اختیار کیے جاسکتے ہیں جو پہلے ذکر کیے گئے۔

محمد رضوان۔

(5)...... قمری تقویم کو چھوڑ کر شمسی وعیسوی تقویم کو استعمال کرنے میں ایک درجہ میں غیر مسلموں سے مشابہت ہے، اگرچہ کمزور درجہ کی ہو۔

اوراس دور میں جبکہ عیسوی تاریخوں کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے، اوراسلامی تاریخ کا استعمال نہ صرف یہ کہ بہت کم ہوگیا ہے، بلکہ تقریباً چھوٹتا ہی جارہا ہے۔

اس وقت مجموعی صورتِ حال یہ ہے کہ بیشتر مسلمانوں نے اپنا نظام پس پشت ڈال کر اپنی شناخت وپہچان ہی ختم کردی ہے، یہاں تک کہ بہت سے مسلمانوں کو تو اسلامی وقمری مہینوں کے نام بھی پوری طرح یاد نہیں ہیں، بلکہ اسلامی مہینوں کے ناموں کے الفاظ زبان سے ادا ہونا بھی مشکل ہوتا ہے گویا کہ ان حضرات کا برائے نام بھی تعلق نہیں ہے۔

عام مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اسلامی سال کب شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے، اوراب کونسا مہینہ چل رہا ہے اوراس کے بعد کونسا مہینہ آنے والا ہے، بلکہ عیدین اور رمضان وغیرہ کی تعیین اور پہچان کے لئے بھی انگریزی وعیسوی تاریخوں اور مہینوں کو بنیاد بنایا جاتا ہے کہ رمضان فلاں عیسوی مہینہ کی فلاں تاریخ سے شروع ہورہا ہے اورعید، بقرعید، انگریزی مہینہ کی فلاں تاریخ میں آرہی ہے وغیرہ وغیرہ۔

ایسے حالات میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ اسلامی وقمری تاریخی نظام کو رواج دیا جائے، بول چال اورتحریر میں اس کا استعمال کیا جائے، اورحتی الامکان بغیر ضرورت ومجبوری کے عیسوی تاریخیں استعمال کرنے سے پرہیز کیا جائے۔

بعض لوگ ملکی سطح پر اسلامی وقمری نظام کے استعمال کو مشکل اورعیسوی تاریخوں کے استعمال کو ضروری سمجھتے ہیں، حالانکہ بعض اسلامی ممالک میں ملکی سطح پر قمری نظام کا استعمال ہورہا ہے اور وہاں کسی نظام میں کوئی خلل نہیں آرہا، اور ملک اور ملت کے معاملات بہتر طریقہ پر انجام پارہے ہیں۔

دینی اداروں کو بھی قمری تاریخوں کی اشاعت اورترویج پر خاص توجہ دینی چاہیے اورمسلمانوں

کے اس قابلِ فخر امتیاز کو جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے باقی و برقرار رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ [1]

اسلامی سال یا ماہ کے آغاز پر مبارک باد دینا

ماہِ محرم سے اسلامی سال کا آغاز ہوتا ہے، اس لیے یہ مبارک موقع ہے، اس لیے اسلامی سال کے آغاز پر مسلمانوں کا ایک دوسرے کو مبارک باد دینا، جائز بلکہ مستحب ہے، اور اسی طرح اسلامی مہینہ کے شروع ہونے پر بھی، مبارکباد دینا مستحب ہے۔ [2]

---

[1] فمن البدع الواجبة على الكفاية تعلم العلوم المتوقف عليها فهم الكتاب والسنة والتي فيها حفظ الشريعة، لأن حفظها واجب على الكفاية فيما زاد على التعين ولا يتأتى حفظها إلا بذلك فوجب (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج٢ص ٤١٩، باب فى الأمر بالمحافظة على السنة)

صرح الفقهاء بأن ما لا تتم مصالح الأمة إلا به فهو واجب على الكفاية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٩ص ١٤١، مادة" ملك")

[2] التهنئة مستحبة فى الجملة؛ لأنها مشاركة بالتبريك والدعاء -من المسلم لأخيه المسلم فيما يسره ويرضيه؛ ولما فى ذلك من التواد، والتراحم، والتعاطف بين المسلمين .وقد جاء فى القرآن الكريم تهنئة المؤمنين على ما ينالون من نعيم، وذلك فى قوله تعالى (كلوا واشربوا هنيئا بما كنتم تعملون. والتهنئة تكون بكل ما يسر ويسعد مما يوافق شرع الله تعالى، ومن ذلك :التهنئة بالنكاح، والتهنئة بالمولود، والتهنئة بالعيد والأعوام والأشهر، والتهنئة بالقدوم من السفر، والتهنئة بالقدوم من الحج أو العمرة، والتهنئة بالطعام، والتهنئة بالفرج بعد الشدة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٤، ص ٩٥، مادة "تهنئة")

(باب نمبر 2)

ماہِ مُحَرَّمُ الْحَرامُ کے فضائل

لغت کے اعتبار سے محرم کے معنٰی ، معظم ، محترم اور معزز کے ہیں ، اور کیونکہ یہ مہینہ اعزاز، احترام اور عظمت وفضیلت والا مہینہ ہے، اس لئے اس مہینہ کا نام مُحَرَّم ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ (سورة التوبة ،رقم الآية ٣٦)

یعنی مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں، جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین، ان میں چار مہینے ہیں احترام والے، یہی ہے سیدھا دین، سو اِن میں ظلم مت کرو اپنے اوپر (سورہ توبہ)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ السَّنَةُ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِّنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلٰثٌ مُّتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحَجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَيْنَ جُمَادٰی وَشَعْبَانَ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنے خطبہ میں) فرمایا کہ (اس وقت) زمانہ کی وہی رفتار ہے جس دن اللہ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا تھا (یعنی اب اس کے دنوں اور مہینوں میں کمی زیادتی نہیں ہے، جو جاہلیت کے

[1] رقم الحديث ٤٦٦٢، كتاب تفسير القرآن،باب قوله إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فی كتاب الله.

زمانے میں مشرک کیا کرتے تھے، اب وہ ٹھیک ہوکر اس طرز پر آگئی ہے جس پر ابتداء اور اصل میں تھی لہٰذا) ایک سال بارہ مہینہ کا ہوتا ہے، ان میں چار مہینے حرمت وعزت والے ہیں جن میں تین مہینے مسلسل ہیں یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور ایک رجب کا مہینہ ہے جو کہ جمادی الاخریٰ اور ماہِ شعبان کے درمیان آتا ہے (بخاری)

تشریح: مذکورہ آیتِ مبارکہ اور حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ قمری مہینوں کی جو ترتیب اور ان مہینوں کے جو نام (یعنی محرم، رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ وغیرہ) اسلام میں معروف ومشہور اور رائج ہیں وہ انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے نہیں ہیں، بلکہ ربُّ العالمین نے جس دن آسمان وزمین پیدا کئے تھے، اسی دن یہ ترتیب اور یہ نام اور ان کے ساتھ مخصوص مہینوں کے خاص خاص احکام بھی متعین وطے فرمادیئے تھے، ان احکام کو ان مہینوں کے مطابق رکھنا ہی دینِ مستقیم ہے، اور ان میں اپنی طرف سے کمی، زیادتی اور ترمیم وتبدیلی کرنا دراصل فہم اور طبیعت کے ٹیڑھا ہونے کی علامت ونشانی ہے اور ان مہینوں میں ان متعینہ احکام واحترام کی خلاف ورزی کرنا، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو چھوڑ دینا، خاص کر کوئی گناہ کرنا، اور عبادت گزاری میں کوتاہی کرنا اپنے اوپر ظلم ہے۔ [1]

---

[1] وكانت شهور القمر ثلاثين وتسعة وعشرين فيما يتعلق بها من أحكام الشرع ولم يكن لنصف اليوم الذى هو زيادة على تسعة وعشرين يوما حكم فكان ذلك هو القسمة التى قسم الله تعالى السنة فى ابتداء وضع الخلق ثم غيرت الأمم العادلة عن كثير من شرائع الأنبياء هذا الترتيب فكانت شهور الروم بعضها ثمانية وعشرين وبعضها ثمانية وعشرين ونصفا وبعضها واحدا وثلاثين وذلك على خلاف ما أمر الله تعالى من اعتبار الشهور فى الأحكام التى تتعلق بها ثم كانت الفرس شهورها ثلاثين إلا شهرا واحدا وهو بادماه فإنه خمسة وثلاثون ثم كانت تكبس فى كل مائة وعشرين سنة شهرا كاملا فتصير السنة ثلاثة عشر أخبر الله تعالى أن عدة شهور السنة اثنا عشر شهرا لا زيادة فيها ولا نقصان وهى الشهور القمرية التى إما أن تكون تسعة وعشرين وإما أن تكون ثلاثين ......
فأعلمنا الله فى هذه الآية أنه كذلك وضع الشهور والسنين فى ابتداء الخلق أخبر النبى صلى الله عليه وسلم عود الزمان إلى ما كان عليه وأبطل به ما غيره المشركون من ترتيب الشهور ونظامها وما زاد به فى السنين والشهور وأن الأمر قد استقر على ما وضعه الله تعالى فى الأصل لما علم تبارك وتعالى من تعلق مصالح الناس فى عبادتهم وشرائعهم بكون الشهور والسنين على هذا الوجه(احكام القرآن للجصاص ،ج۴ص۳۰۷، سورة التوبة ، تحت رقم الآية ۳۶،ملخصاً)

تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شریعتوں میں سال کے بارہ مہینے مانے جاتے تھے اور ان میں سے چار یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، اور رجب کے مہینے بڑے مبارک اور فضیلت وعظمت، ادب وشرافت، اعزاز واکرام اور احترام والے مہینے سمجھے جاتے تھے، تمام نبیوں کی شریعتیں اس بات پر متفق ہیں کہ ان چار مہینوں میں ہر عبادت کا ثواب زیادہ ہوجاتا ہے، اور ان مہینوں میں کوئی گناہ کرے تو اس کا عذاب اور وبال بھی زیادہ ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی شریعتوں میں ان مہینوں کے اندر جہاد وقتال بھی منع تھا، ان چار مہینوں کو عربی زبان میں "اَشْهُرِ حُرُمْ" یعنی عظمت واحترام والے مہینے کہا جاتا ہے۔

ان چار مہینوں کو عظمت اور احترام والے مہینے دو وجہ سے کہا گیا ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ ان مہینوں میں جہاد وقتال حرام تھا، دوسرے اس وجہ سے کہ یہ مہینے عظمت وفضیلت اور ادب وشرافت والے ہیں، ان کا احترام ضروری ہے اور ان مہینوں میں عبادت کا ثواب زیادہ ملتا ہے۔

ان دونوں حکموں میں سے پہلا حکم یعنی جہاد وقتال کا منع ہونا تو ہماری اسلامی شریعت میں منسوخ اور ختم ہوگیا اور اب ان مہینوں میں جہاد وقتال جائز ہے، جبکہ جہاد شرعی تقاضوں کے مطابق ہو، غیروں کے مفاد اور ان کے اشاروں پر اور شرعی اصولوں کے خلاف نہ ہو۔ [1]

اور دوسرا حکم یعنی ادب واحترام اور عبادت کا اہتمام اب بھی اسلام میں باقی ہے۔

---

[1] اگرچہ اب بھی افضل یہی ہے کہ ان مہینوں میں بطورِ خود بلاضرورت جہاد وقتال کے لئے پیش قدمی نہ کی جائے۔

فلا بأس بالقتال فی الأشهر الحرم وهی ذی القعدة وذی الحجة ومحرم ورجب .وترک البداءة بالقتال فی الأشهر الحرم أفضل(فتاویٰ قاضیخان، ج۳ص ۳۵۰، ابواب القتال)

ثم نقل عن الخانیة ان الافضل ان لایبتدأ به فی الاشهر الحرم(رد المحتار، ج ۴، ص ۱۲۳، کتاب الجهاد)

جہاد وقتال کی ممانعت کے منسوخ اور ختم ہونے سے ان مہینوں کی عظمت اور فضیلت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اس لئے کہ ان مہینوں کا احترام جہاد وقتال کی ممانعت کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ اس کی ممانعت خود ان مہینوں کے احترام کی وجہ سے تھی یعنی ان مہینوں کے احترام کا ایک اثر اس ممانعت کی شکل میں تھا جو کہ اب باقی نہیں رہا، لہٰذا اصل ان مہینوں کا عظمت واحترام والا ہونا اپنی حیثیت پر اب بھی برقرار ہے۔ محمد رضوان۔

امام ابوبکر جصّاص رحمہ اللہ اپنی تفسیر ''احکام القرآن'' میں فرماتے ہیں کہ:

ان متبرک مہینوں کا خاصہ یہ ہے کہ ان میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے، تو اس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمّت ہوتی ہے، اسی طرح جو شخص کوشش کرکے ان مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور بُرے کاموں سے بچالے تو سال کے باقی مہینوں میں اس کو ان برائیوں سے بچنا آسان ہوجاتا ہے، اس لئے ان مہینوں سے فائدہ نہ اٹھانا ایک عظیم نقصان ہے (معارف القرآن ج۴ص۳۷۲، انوار البیان ج۴ص۳۷۲بتغیر) [1]

خلاصہ یہ کہ محرم کا مہینہ اسلامی سال کے چار متبرک ومحترم مہینوں میں سے ہے، جس کی سب مسلمانوں کو قدر کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] فعلق بالشهور كثيرا من مصالح الدنيا والدين وبين فى هذه الآية هذه الشهور وإنما تجرى على منهاج واحد لا يقدم المؤخر منها ولا يؤخر المقدم وقال إن عدة الشهور عند الله وذلك يحتمل وجهين أحدهما أن الله وضم هذه الشهور وسماها بأسمائها على ما رتبها عليه يوم خلق السموات والأرض وأنزل ذلك على أنبيائه فى كتبه المنزلة وهو معنى قوله إن عدة الشهور عند الله وحكمها باق على ما كانت عليه لم يزلها عن ترتيبها تغيير المشركين لأسمائها وتقديم المؤخر وتأخير المقدم فى الأسماء منها وذكر ذلك لنا لنتبع أمر الله فيها ونرفض ما كان عليه أمر الجاهلية من تأخير أسماء الشهور وتقديمها وتعليق الأحكام على الأسماء التى رتبوها عليها ولذلك قال النبى صلى الله عليه وسلم فى حجة الوداع ما رواه ابن عمر وأبو بكر أن النبى صلى الله عليه وسلم قال فى خطبته بالعقبة أيها الناس إن الزمان قد استدار قال ابن عمر فهو اليوم كهيئته يوم خلق الله السموات والأرض وقال أبو بكرة قد استدار كهيئته يوم خلق الله السموات والأرض وإن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا منها أربعة حرم ثلاث متواليات ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب مضر الذى بين جمادى وشعبان وإن النسىء زيادة فى الكفر الآية قال ابن عمر وذلك أنهم كانوا يجعلون صفر عاما حراما وعاما حلالا ويجعلون المحرم عاما حلالا وعاما حراما وكان النسىء من الشيطان فأخبر النبى صلى الله عليه وسلم أن الزمان يعنى زمان الشهور قد استدار كهيئته يوم خلق الله السموات والأرض وأن كل شهر قد عاد إلى الموضع الذى وضعه الله به على ترتيبه ونظامه(احكام القرآن للجصاص ج۴ص۳۰۵، ۳۰۶، سورة التوبة ، تحت رقم الآية ۳۶)

(فصل نمبر 1)

ماہِ محرَّم الحرام کے روزوں کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَھْرُاللہِ الْمُحَرَّمُ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے روزوں کے بعد سب سے بہترین روزے، اللہ کے مہینہ "محرم" کے روزے ہیں (مسلم)

فائدہ: اس مہینے کی عظمت وفضیلت بتلانے اور ظاہر کرنے کے لئے اس کو اللہ کا مہینہ فرمایا گیا ورنہ تمام مہینے اور دن اللہ ہی کی مخلوق ہیں اور اسی کے حکم سے چلتے ہیں اور بعض دوسرے روزوں (مثلاً ذی الحجہ، شوال وغیرہ کے روزوں) کی فضیلتیں بھی اپنی جگہ ہیں، لیکن محرم کے روزوں کو جو خاص قسم اور نوعیت کی فضیلت حاصل ہے، اس قسم کی فضیلت رمضان کے بعد محرم کے علاوہ دوسرے روزوں کو حاصل نہیں۔ [2]

اس حدیث میں محرم کے روزے سے صرف دسویں تاریخ یعنی عاشوراء کا روزہ مراد نہیں، بلکہ محرم کے مہینے کے عام نفلی روزے مراد ہیں۔ [3]

---

[1] رقم الحدیث ۱۱۶۳ "۲۰۲"، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم.

[2] قال النووی "تصریح بانہ افضل الشھور للصوم" (شرح النووی علیٰ مسلم ج۸ص۵۵، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم)

[3] الظاھر انہ ارید شھرالمحرم نفسہ کلہٗ اواکثرہ اوالصوم فیہ (معارف السنن ج ۵ ص ۱۲۴، ابواب الصوم، باب ماجاء فی صوم المحرم)

ھذا الفضیلۃ شاملۃ لغیر یوم عاشوراء ایضاً (الکوکب الدری ج ۲ ص ۶۵، ابواب الصوم، باب افضل الصیام بعد رمضان شھر اللہ المحرم)

قال الطیبی: أراد بصیام شھر اللہ صیام یوم عاشوراء اھ فیکون من باب ذکر الکل وإرادۃ البعض، ویمکن أن یقال أفضلیتہ لما فیہ من یوم عاشوراء لکن الظاھر أن المراد جمیع شھر المحرم (مرقاۃ المفاتیح، ج۴ص ۱۴۱۱، کتاب الصیام، باب صیام التطوع)

لہٰذا اس مہینے میں کسی بھی دن روزہ رکھ لیا جائے توان شاءاللہ تعالیٰ یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی، یہی زیادہ صحیح اور راجح ہے، اور دس محرم کے روزے کی فضیلت اس کے علاوہ مستقل اور علیٰحدہ ہے، لیکن عاشوراء (یعنی دس محرم کا روزہ) بھی محرم ہی کے مہینہ میں داخل ہے، لہٰذا اس سے بھی یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ [1]

---

[1] یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قسم کی احادیث سے محرم کے روزوں کی رمضان کے بعد تمام مہینوں کے روزوں پر فضیلت معلوم ہوتی ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا محرم کے بجائے شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے رکھنے کا معمول تھا، جیسا کہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی روایات سے پتہ چلتا ہے جو ترمذی وغیرہ میں مذکور ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب محدثین نے یہ دیا ہے کہ شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محرم میں بعض عوارض مثلاً سفر، بیماری وغیرہ کی وجہ سے زیادہ روزے رکھنے کا موقع نہ ملا ہو۔ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محرم کے روزوں کی اس درجہ فضیلت کا علم آپ کی حیات کے آخری دور میں دیا گیا ہو (اور اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت ہو)

والحكمة فی كونه لم يستكمل غير رمضان لئلا يظن وجوبه .فإن قلت :صح فی مسلم :أفضل الصوم بعد رمضان شهر الله المحرم، فكيف أكثر منه فی شعبان؟ ويعارضه أيضا رواية الترمذی : (أی الصوم أفضل بعد رمضان؟ قال :شعبان) . قلت :لعله كان يعرض له فيه إعذار من سفر أو مرض أو غير ذلک، أو لعله لم يعلم بفضل المحرم إلا فی آخر عمره قبل التمكن منه (عمدة القاری، ج ۱۱ ، ص ۸۴ باب صوم شعبان)

اور شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے رکھنے کی کئی وجہ ہوسکتی ہیں، مثلاً رمضان کا احترام اور تعظیم اور اس کی تیاری اور رمضان کا قرب اور اس کے خاص انوار و برکات سے مزید مناسبت پیدا کرنے کا شوق اور داعیہ اور اس کا استقبال اور شعبان کے ان روزوں کی وہی نسبت اور برکت ہوگی جو فرض نمازوں سے پہلے پڑھے جانے والے نوافل کو فرضوں سے ہوتی ہے اور اس مہینہ میں شب برأت اور اس کے فضائل کا پایا جانا وغیرہ بھی اس مہینہ میں زیادہ روزے رکھنے کا باعث ہوسکتا ہے۔ ان میں سے بعض باتوں کا احادیث میں بھی ذکر ملتا ہے۔

ان توجیہات کے بعد اب دونوں مہینوں کے متعلق قولی ارشاد **افضل بعد رمضان** ، کی تطبیق یوں ہوگی کہ شعبان کے متعلق افضلیت بعد رمضان آپ کے عمل (اکثار صوم) کے قرینے کے مل جانے کی وجہ سے ''علیٰ اطلاقہٖ'' ہے اور محرم کے متعلق افضلیت اضافی ہے یعنی شعبان کے علاوہ باقی سب مہینوں کی بنسبت ، اور یہ تاویل بعید بھی نہیں کیونکہ اسم تفضیل کے کلام عرب میں استعمال کی تین قسمیں متواتر ہیں، الف لام کے ساتھ، مِن کے ساتھ اور اضافت کے ساتھ جیسے کہ کتب فن میں واضح ہے۔

چونکہ شارحین نے اس توجیہ کو ذکر نہیں کیا اور (شاید اس میں درایت کی کوئی کمی ہو) تو دوسری تطبیق یہ بھی ہوسکتی ہے کہ رمضان کے بعد باقی سب قسم کے روزوں سے افضلیت میں دونوں برابر و شریک ہیں لیکن رمضان کی قربت کی وجہ سے جو ایک خارجی اعتبار سے افضلیت کا وصف شعبان میں بڑھ گیا تھا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک صحابی کو خطاب کرتے ہوئے) فرمایا کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ تو اس کو اپنے عمل سے واضح کیا، اس طرح قولی ارشاد میں ذاتی ونفسی فضیلت دونوں کے لئے یکساں ثابت ہے۔

فأحب أن يرفع عملي وأنا صائم فبين -صلى الله عليه وسلم -وجه صيامه لشعبان دون غيره من الشهور بقوله :إنه شهر يغافل الناس عنه بين رجب ورمضان يشير إلى أنه لما اكتنفه شهران عظيمان :الشهر الحرام وشهر الصيام، اشتغل الناس بهما، فصار مغفولا عنه، وكثير من الناس يظن أن صيام رجب أفضل من صيامه لأنه شهر حرام وليس كذلك (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية ، ج۳، ص۴۳۸، النوع الرابع،القسم الثانی، الفصل الثالث)

واختلف فى الحكمة فى اكثاره صلى الله عليه و سلم من صوم شعبان فقيل كان يشتغل عن صوم الثلاثة أيام من كل شهر لسفر أو غيره فتجتمع فيقضيها فى شعبان أشار إلى ذلك بن بطال وفيه حديث ضعيف أخرجه الطبرانى فى الأوسط من طريق بن أبى ليلى عن أخيه عيسى عن أبيه عن عائشة كان رسول الله صلى الله عليه و سلم يصوم ثلاثة أيام من كل شهر فربما أخر ذلك حتى يجتمع عليه صوم السنة فيصوم شعبان وبن أبى ليلى ضعيف وحديث الباب والذى بعده دال على ضعف ما رواه وقيل كان يصنع ذلك لتعظيم رمضان وورد فيه حديث آخر أخرجه الترمذى من طريق صدقة بن موسى عن ثابت عن أنس قال سئل النبى صلى الله عليه و سلم أى الصوم أفضل بعد رمضان قال شعبان لتعظيم رمضان قال الترمذى حديث غريب وصدقة عندهم ليس بذاك القوى قلت ويعارضه ما رواه مسلم من حديث أبى هريرة مرفوعا أفضل الصوم بعد رمضان صوم المحرم وقيل الحكمة فى إكثاره من الصيام فى شعبان دون غيره أن نساءه كن يقضين ما عليهن من رمضان فى شعبان وهذا عكس ما تقدم فى الحكمة فى كونهن كن يؤخرن قضاء رمضان إلى شعبان لأنه ورد فيه أن ذلك لكونهن كن يشتغلن معه صلى الله عليه و سلم عن الصوم وقيل الحكمة فى ذلك أنه يعقبه رمضان وصومه مفترض وكان يكثر من الصوم فى شعبان قدر ما يصوم فى شهرين غيره لما يفوته من التطوع بذلك فى أيام رمضان والأولى فى ذلك ما جاء فى حديث أصح مما مضى أخرجه النسائى وأبو داود وصححه بن خزيمة عن أسامة بن زيد قال قلت يا رسول الله لم أرك تصوم من شهر من الشهور ما تصوم من شعبان قال ذلك شهر يغفل الناس عنه بين رجب ورمضان وهو شهر ترفع فيه الأعمال إلى رب العالمين فأحب أن يرفع عملى وأنا صائم ونحوه من حديث عائشة عند أبى يعلى لكن قال فيه إن الله يكتب كل نفس ميته تلك السنة فأحب أن يأتينى أجلى وأنا صائم ولا تعارض بين هذا وبين ما تقدم من الأحاديث فى النهى عن تقدم رمضان بصوم يوم أو يومين وكذا ما جاء من النهى عن صوم نصف شعبان الثانى فإن الجمع بينهما ظاهر بان يحمل النهى على من لم يدخل تلك الأيام فى صيام اعتاده وفى الحديث دليل على فضل الصوم فى شعبان وأجاب النووى عن كونه لم يكثر من الصوم فى المحرم مع قوله أن أفضل الصيام ما يقع فيه بأنه يحتمل أن يكون ما علم ذلك إلا فى آخر عمره فلم يتمكن من كثرة الصوم فى المحرم أو اتفق له فيه من الاعذار بالسفر والمرض مثلا ما منعه من كثرة الصوم فيه وقد تقدم الكلام على قوله لا يمل الله حتى تملوا وعلى بقية الحديث فى باب أحب الدين إلى الله أدومه وهو فى آخر كتاب الإيمان (فتح البارى لابنِ حجر، ج۴ص ۲۱۴، ۲۱۵،قوله باب صوم شعبان)

صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَيَوْمًا مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ زِدْنِىْ فَاِنَّ بِىْ قُوَّةً قَالَ صُمْ يَوْمَيْنِ قَالَ زِدْنِىْ قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ قَالَ زِدْنِىْ قَالَ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ وَقَالَ بِاَصَابِعِهِ الثَّلَاثَةِ فَضَمَّهَا ثُمَّ اَرْسَلَهَا (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: صبر یعنی رمضان کے مہینے کے روزے رکھو اور ہر مہینے میں ایک دن کا روزہ رکھ لیا کرو، ان صحابی نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے، لہٰذا میرے لئے اور اضافہ کر دیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مہینے میں دو دن روزہ رکھ لیا کیجئے، پھر ان صحابی نے عرض کیا کہ میرے لئے اور اضافہ فرما دیجئے (کیونکہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھ لیا کیجئے، پھر ان صحابی نے عرض کیا کہ میرے لئے اور اضافہ فرما دیجئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَشْهُرِ حُرُمْ (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، اور رجب کے مہینوں) میں روزہ رکھو اور چھوڑو (آپ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی) اور آپ نے اپنی تین انگلیوں سے اشارہ فرمایا ان کو ساتھ ملا دیا پھر چھوڑ دیا (یعنی کہ ان مہینوں میں تین دن روزہ رکھو پھر تین دن ناغہ کرو اور اسی طرح کرتے رہو) (ابوداؤد)

اس حدیث کی سند کو بعض اہلِ علم حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن اس کی تائید بعض دیگر روایات سے ہوتی ہے، اور فضیلت کی حد تک اس حدیث کو تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۲۴۲۸، كتاب الصوم، باب فى صوم أشهر الحرم.

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف لجهالة مُجيبة الباهلية، وذكر بعضهم أن مُجيبة رجل، وقيل فيه: أبو مجيبة. حمّاد: هو ابن سلمة، سعيد الجريرى: هو ابن إياس، وأبو السليل: هو ضُريب بن نُقير. وأخرجه ابن ماجه (۱۷۴۱) والنسائى فى "الكبرى" (۲۷۵۶) من طريق سفيان الثورى، عن سعيد الجريرى، بهذا الإسناد. وقال ابن ماجه فيه: عن أبى مجيبة الباهلى عن أبيه أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حدیث میں ان چار مہینوں کے اندر روزہ رکھنے کا جو طریقہ بتلایا گیا ہے، ضروری نہیں کہ ہر شخص اس طریقہ پر عمل کرے، بلکہ جس طرح اور جتنے روزے کوئی رکھ سکتا ہو، اجازت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کے لئے یہی طریقہ مناسب سمجھا تھا، اس لئے ان کی شان اور حالت کے مطابق یہ طریقہ تجویز فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے معلوم کیا کہ ماہِ رمضان کے بعد آپ کس مہینے میں مجھے روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ:

مَاسَمِعْتُ اَحَدًا يَسْأَلُ عَنْ هٰذَا اِلَّارَجُلاً سَمِعْتُهٗ يَسْأَلُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا قَاعِدٌعِنْدَهٗ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ اَىُّ شَهْرٍتَأْمُرُنِىْ اَنْ اَصُوْمَ بَعْدَ شَهْرِرَمَضَانَ قَالَ اِنْ كُنْتَ صَائِمًا بَعْدَ شَهْرِرَمَضَانَ فَصُمِ الْمُحَرَّمَ فَاِنَّهٗ شَهْرُاللهِ فِيْهِ يَوْمٌ تَابَ فِيْهِ عَلٰى قَوْمٍ وَيَتُوْبُ فِيْهِ عَلٰى قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ (سنن الترمذی) ؎1

ترجمہ: میں نے کسی کو اس بارے میں سوال کرتے ہوئے نہیں دیکھا، سوائے ایک شخص کے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت یہ سوال کیا تھا، جبکہ میں آپ کے پاس حاضر تھا۔ اس آدمی نے سوال کیا تھا کہ اے اللہ کے رسول! ماہِ رمضان کے روزوں کے بعد مجھے کس مہینہ میں روزے رکھنے کا حکم ہے؟ ارشاد عالی ہوا تھا ماہِ رمضان کے روزوں کے بعد اگر تم روزے رکھنا چاہتے ہو تو ماہِ محرم

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

عن عمه.وهو فى "مسند أحمد(٢٠٣٢٣)"وقوله" :صم ثلاثة أيام "له شاهد من حديث عبد الله بن عمرو بن العاص عند أحمد فى "مسنده(٦٤٧٧)"وإسناده صحيح .وآخر من حديث أبى هريرة عند النسائى فى "الكبرى(٢٧٢٩) "وإسناده صحيح أيضاً .وهو فى "المسند(٧٥٧٧) "
ولصوم شهر المحرَّم شاهد صحيح سيأتى بعده(حاشية سنن ابى داوٗد)

؎1 رقم الحديث ٦٧٢، كتاب الصوم،باب ماجاء فى صوم المحرم،مسند احمد رقم الحديث ١٣٢٢،ورقم الحديث ١٣٣٥ .

کے روزے رکھو، کیونکہ یہ اللہ کا وہ مہینہ ہے، جس کے ایک دن اللہ نے ایک قوم (یعنی بنی اسرائیل) کی توبہ قبول کی اور اسی دن دوسرے لوگوں کی بھی توبہ قبول فرمائے گا (ترمذی)

اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے، اور بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن فضیلت کی حد تک اس حدیث کو قبول کرنے میں حرج نہیں، بالخصوص جبکہ اس کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ محرم کے مہینے میں حسبِ حیثیت نفل روزے رکھنا افضل ہے۔ [2]

---

[1] قال الترمذی: هذا حدیث حسن غریب(حواله بالا)
حسنه الترمذی مع ان فیه عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی وهو ضعیف کمافی "التهذیب" و"التقریب"فلعل تحسین الترمذی نظرًا الٰی شواهده، ونقل المنذری تحسینهٗ واقره کماقیل والله اعلم (معارف السنن ج ۵ ص ۴۲۲، کتاب الصوم،باب ماجاء فی صوم المحرم)
وقال شعیب الارنؤوط:إسناده ضعیف لضعف عبد الرحمن بن إسحاق أبی شیبة الواسطی وجهالة النعمان بن سعد.وأخرجه البزار (۶۹۹)عن أبی کامل، عن عبد الواحد بن زیاد، بهذا الإسناد.
وأخرجه الدارمی(۱۷۵۶)والترمذی(۷۴۱) وابن عدی۴/۱۶۱۴ من طرق عن عبد الرحمن بن إسحاق، به .وقال الترمذی :حسن غریب، وسیأتی برقم (۱۳۳۵)
وفی الباب عن أبی هریرة مرفوعاً عند مسلم (۱۱۶۳)بلفظ " :أفضل الصیام بعد رمضان شهر الله المحرم ."(حاشیة مسند احمد)

[2] (ان کنت صائما)شهرابعدشهر(رمضان)الذی هو الفرض (فصم)ندباً(المحرم فانه شهرالله)قال الزین العراقی :هذاکالتعلیل لاستحباب صومه بکونه شهرالله لاماعلله به القرطبی وابن دحیة لکونه فاتحة السنة وتفضیل الاشخاص والازمنة والامکنة حیث ورد لایعلل الاان ورد تعلیله فی کتاب أوسنة (فیه یوم تاب الله فیه علی قوم)قال العراقی:یحتمل أنه تتمة للعلة للأمر بصیامه أی فانه کذاوکذاویحتمل الاستئناف وأنه لاتعلق له بالأمر بالصوم وقوله (ویتوب فیه علیٰ آخرین)هذامن الاخبار بالغیب المستقبل قال:والظاهرأن هذالیوم المبهم یعم عاشوراء ففی حدیث أبی هریرة أنه یوم تاب الله فیه علیٰ آدم لکن فیه ضراربن عمرو ضعفه ابن معین وغیره وقد ورد أیضاً أنه تاب فیه علیٰ قوم یونس روی أبوالشیخ (ابن حبان)فی فضائل الأعمال أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال:أن نوحاًهبط من السفینة یوم عاشوراء فصامه نوح وأمر من معه بصیامه شکرا للّٰه تعالیٰ وفیه تاب الله علی آدم وعلیٰ أنه یونس وفیه فلق البحرلبنی أسرائیل وفیه ولد أبراهیم وعیسی قال : وفیه عثمان بن مطرمنکرالحدیث وقال وهب:أوحی الله ألی موسی علیه السلام أن مرقومک

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

محرم کے مہینے میں روزوں کی فضیلت سے متعلق بعض دوسری روایات بھی ہیں، جن کو اہلِ علم حضرات نے سند کے لحاظ سے غیر معمولی ضعیف قرار دیا ہے۔

مگر محرم کے روزوں کی فضیلت کا معاملہ ان روایات پر موقوف نہیں۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أن يتوبوا ألي في عشر المحرم فأذا كان في اليوم العاشر فليخرجوا ألىّ أغفرلهم .قال ابن رجب :هذالحديث حث على التوبة فيه وأنه أرجى لقبول التوبة انتهى(فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ٢٦٧٥)

(ان كنت صائماً) شهراً (بعد شهر رمضان) الذى هو الفرض (فصم) ندباً شهر (المحرّم فإنه شهر الله) هذا تعليل لندب صومه لا ما علله به القرطبى من كونه فاتحة السنة (فيه يوم تاب الله فيه على قوم ويتوب فيه على آخرين) وهو يوم عاشوراء فإنه يوم تاب الله فيه على آدم وعلى قوم يونس ويتوب فيه على قوم غيرهم (ت عن على) قال قال رجل يا رسول الله أى شهر تأمرنى أن أصوم بعد رمضان فذكره (التيسير بشرح الجامع الصغير للمناوى، حرف الهمزه، جزء ١ صفحه ٧٥٨)

۱؎ عن ابن عباس قال :قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم :من صام يوم عرفة كان له كفارة سنتين ,ومن صام يوما من المحرم فله بكل يوم ثلاثون يوما لم يروه عن حمزة الزيات إلا سلام الطويل تفرد به الهيثم بن حبيب(المعجم الصغير للطبرانى ، رقم الحديث ٩٦٣)

عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من صام يومان من المحرم فله بكل يوم ثلاثين حسنة(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ١١٠٨٢)

قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الصغير وفيه الهيثم بن حبيب عن سلام الطويل وسلام ضعيف وأما الهيثم بن حبيب فلم أر من تكلم فيه غير الذهبى إتهمه بخبر رواه وقد وثقه ابن حبان (مجمع الزوائد ج٣ ص١٩٠ .باب صيا م يوم عرفة)

وقال ايضاً:

رواه الطبرانى فى الكبير وفيه الهيثم بن حبيب أيضا(ايضاً)

وقال ابن حجر:قال الطبرانى لم يروه عن حمزة الإسلام تفرد به الهيثم بن حبيب . وهكذا قال فى المعجم . وذكر المنذرى فى كتاب الترغيب هذا الحديث وعزاه للطبرانى وقال لأبأس بإسناده الهيثم بن حبيب وثقه ابن حبان انتهى كلامه .

وهو يوهم أنه ليس فى الإسناد من ينظر فى حاله إلا الهيثم وليس كذلک فإن ليث بن أبى سليم متكلم فى حفظه وكذا حمزة . وأما سلام فقال على بن المدينى وأبو زرعة ضعيف . وقال أحمد بن حنبل ويحيى بن معين أحاديثه منكرة وقال البخارى وأبو حاتم تركوه . وقال الجوزجانى والنسائى ليس بالثقة . وقال ابن فراش كذاب . وقال ابن حبان والحاكم روى أحاديث موضوعة . وقال ابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کیونکہ محرم کا مہینہ عظمت واحترام والے مہینوں میں سے ہے جن میں عبادت کی خاص فضیلت ہے اور روزہ بھی اہم عبادت ہے، لہٰذا دوسری عبادات کے ساتھ ساتھ روزے کی عبادت کو بھی ان مہینوں کے احترام کی وجہ سے خاص اہمیت وفضیلت عطا کی گئی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر فقہائے کرام اَشْھُرِ حُرُمْ (یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، اور رجب

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عدى لا يتابع على حديثه .وأما الهيثم فلم أر للمتقدمين فيه كلاما وهو فى ثقات ابن حبان كما قال لكن شيخ شيوخنا الذهبى ذكره فى الميزان وذكر له حديثا عن ابن عيينة وقال إنه باطل والآفة فيه من الهيثم . فظهر بمجموع ما ذكرت أن بإسناده كل البأس ويغنى عنه ما أمليته فى العام الماضى من حديث أبى هريرة فى فضل صيام شهر الله المحرم فإنه أفضل الشهور بعد رمضان (الأمالى المطلقة، لأحمد بن حجر العسقلانى، اول الكتاب، جزء ۱ صفحه ۲۲)

وقال الالبانى: "من صام يوم عرفة كان له كفارة سنتين، ومن صام يوما من المحرم فله بكل يوم ثلاثون يوما ."موضوع.أخرجه الطبرانى فى "المعجم الصغير(ص ۲۰۰)"من طريق الهيثم بن حبيب حدثنا سلام الطويل عن حمزة الزيات عن ليث بن أبى سليم عن مجاهد عن ابن عباس مرفوعا وقال :تفرد به الهيثم بن حبيب قلت :اتهمه الذهبى بخبر باطل، وذكره ابن حبان فى "الثقات !" وسلام الطويل متهم، وابن أبى سليم ضعيف .والحديث أعله الهيثمى(۳/۱۹۰)بالهيثم هذا وهو قصور لا يخفى، وأعجب منه قول المنذرى فى "الترغيب(۱/۷۸) "رواه الطبرانى فى "الصغير " وهو غريب وإسناده لا بأس به !"، وهذا ذهول عجيب، وإلا فكيف يسلم من البأس إذا كان فيه ذاك المتهم الطويل !قال فيه ابن خراش :كذاب، وقال ابن حبان :يروى عن الثقات الموضوعات، كأنه كان المتعمد لها، وقال الحاكم :روى أحاديث موضوعة.والحديث رواه الطبرانى أيضا فى " الكبير(۱/۱۰۹) "من هذا الوجه بالشطر الأول فقط، وهذا القدر منه صحيح لأن له شواهد كثيرة منها حديث أبى قتادة مرفوعا :صيام يوم عرفة إنى أحتسب على الله أن يكفر السنة التى بعده والسنة التى قبله.أخرجه مسلم(۳/۱۶۷ - ۱۶۸)وغيره، وهو قطعة من حديث مخرج فى "الإرواء (۹۵۲) "ثم إن الطبرانى روى الشطر الثانى من الحديث بلفظ آخر وهو:من صام يوما من المحرم فله بكل يوم ثلاثون حسنة ."موضوع.أخرجه الطبرانى فى "الكبير(۳/۱۰۹/۱) "حدثنا محمد بن زريق بن جامع حدثنا الهيثم بن حبيب أخبرنا سلام الطويل عن حمزة الزيات عن ليث عن مجاهد عن ابن عباس مرفوعا.قلت :وهذا إسناد موضوع، وله علل ثلاث تقدم بيانها فى الحديث الذى قبله.

ومع أن إسنادهما واحد فالمتن مختلف، ففى هذا قال " :ثلاثون حسنة "وفى ذاك قال " :ثلاثون يوما "وهذه علة أخرى تضم إلى ما قبلها!

وقد ذهل عن علة هذا الحديث أيضا المقتضية لوضعه الهيثمى كما ذهل عنها فى الحديث الذى قبله على ما سبق بيانه وقد تبعه فى هذا المناوى فى "شرح الجامع الصغير "فقال :قال الهيثمى: فيه الهيثم بن حبيب ضعفه الذهبى!(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۴۱۲،۴۱۳)

کے مہینوں) میں اور بطورِ خاص محرم کے مہینہ میں نفلی روزوں کے حسبِ حیثیت اور وسعت مستحب ہونے کے قائل ہیں۔ [1]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محرم الحرام کا مہینہ عظمت وفضیلت والے مہینوں میں سے ہے اوراللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات وانواراس مہینہ میں نازل ہونے کی وجہ سے اس مہینہ کوخاص طور پراللہ کامہینہ فرمایا گیاہے۔

لہٰذا اس مبارک مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اوراطاعت بہت لگن اورتوجہ کے ساتھ کرنی چاہئے ،اور ہرقسم کے گناہوں سے بچنے اورحسبِ حیثیت نفلی روزوں اورتوبہ واستغفار کازیادہ اہتمام کرنا چاہئے ،تاکہ اس مبارک مہینے کے تقاضے پورے ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی سال کی ابتداء،سال کے باقی آنے والے مہینوں کے لئے نیک فال ثابت ہو۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطافرمائے۔آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] وانمافعل اللہ تعالیٰ ذالک لمافیہ من المصلحۃ فی ترک الظلم فیھالعظم منزلتھا فی حکم اللہ والمبادرۃ الی الطاعات من الاعتمار والصلاۃ والصوم وغیرھا(احکام القرآن للجصاص ج۴ص۳۰۸، سورۃ التوبۃ ، تحت رقم الآیۃ ۳۶)

ح -صوم الأشهر الحرم:

ذهب جمهور الفقهاء -الحنفية والمالكية والشافعية -إلى استحباب صوم الأشهر الحرم.

وصرح المالكية والشافعية بأن أفضل الأشهر الحرم :المحرم، ثم رجب، ثم باقيها :ذو القعدة وذو الحجة .والأصل فى ذلک قول النبى صلى الله عليه وسلم :أفضل الصلاة بعد الصلاة المكتوبة الصلاة فى جوف الليل، وأفضل الصيام بعد شهر رمضان صيام شهر الله المحرم .

ومذهب الحنفية :أنه من المستحب أن يصوم الخميس والجمعة والسبت من كل شهر من الأشهر الحرم.وذهب الحنابلة إلى أنه يسن صوم شهر المحرم فقط من الأشهر الحرم.

وذكر بعضهم استحباب صوم الأشهر الحرم، لكن الأكثر لم يذكروا استحبابه، بل نصوا على كراهة إفراد رجب بالصوم، لما روى ابن عباس -رضى الله تعالى عنهما :-أن النبى صلى الله عليه وسلم نهى عن صيام رجب .ولأن فيه إحياء لشعار الجاهلية بتعظيمه .وتزول الكراهة بفطره فيه ولو يوما، أو بصومه شهرا آخر من السنة وإن لم يل رجبا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص۹۵ ، مادة "صوم")

(فصل نمبر 2)

دس محرم کی فضیلت

گزشتہ تفصیل سے محرم الحرام کے مہینے کی فضیلت وعظمت اوراس مہینے میں عبادت اورروزے کی اہمیت واضح ہوچکی ہے، پھراس مہینے میں جوفضیلت عاشوراء یعنی دس محرم کے دن کو حاصل ہے، وہ اس مہینے کے دوسرے عام دنوں سے بھی زیادہ ہے اوردس محرم کے روزے کی جوفضیلت ہے وہ اس مہینے کے عام دنوں کے روزوں سے بھی زیادہ ہے، ایک تو خوددس محرم کا دن ہونے کی وجہ سے، دوسرے محرم کے مہینے کا دن ہونے کی وجہ سے۔

جمہور صحابہ، تابعین اورائمہ مجتہدین کے نزدیک عاشوراء سے دس محرم کا دن مراد ہے اورلغت کے اعتبار سے بھی عاشوراء کا لفظ دس محرم پر ہی صادق آتا ہے۔ [1]

---

[1] النوع الثانی: اختلفوا فيه فی أی يوم: فقال الخليل: هو اليوم العاشر، والاشتقاق يدل عليه، وهو مذهب جمهور العلماء من الصحابة والتابعين .ومن بعدهم، فممن ذهب إليه من الصحابة: عائشة، ومن التابعين: سعيد بن المسيب والحسن البصری، ومن الأئمة: مالک والشافعی وأحمد وإسحاق وأصحابهم(عمدة القاری للعينی، ج ۱۱ ص۱۱۷ کتاب الصوم، باب صيام يوم عاشوراء)

واختلف أهل الشرع فی تعيينه فقال الأكثر هو اليوم العاشر قال القرطبی عاشوراء معدول عن عاشرة للمبالغة والتعظيم وهو فی الأصل صفة لليلة العاشرة لأنه ماخوذ من العشر الذی هو اسم العقد واليوم مضاف إليها فإذا قيل يوم عاشوراء فكأنه قيل يوم الليلة العاشرة الا إنهم لما عدلوا به عن الصفة غلبت عليه الاسمية فاستغنوا عن الموصوف فحذفوا الليلة فصار هذا اللفظ علما على اليوم العاشر وذكر أبو منصور الجواليقی أنه لم يسمع فاعولاء إلا هذا وضاروراء وساروراء ودالولاء من الضار والسار والدال وعلى هذا فيوم عاشوراء هو العاشر وهذا قول الخليل وغيره وقال الزين بن المنير الأكثر على أن عاشوراء هو اليوم العاشر من شهر الله المحرم وهو مقتضى الاشتقاق والتسمية وقيل هو اليوم التاسع(فتح الباری لابنِ حجر، ج ۲ ص ۲۴۵ کتاب الصوم، قوله باب صيام يوم عاشوراء)

وذهب جماهير العلماء من السلف والخلف :إلى أن عاشوراء هو اليوم العاشر من المحرم ، وممن قال ذلک :سعيد بن المسيب ، والحسن البصری ، ومالک وأحمد وإسحاق ، وخلائق ، وهذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس دن حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرعون سے نجات عطا فرمائی تھی، یہود ونصاریٰ اور قریشِ مکہ اس دن کی فضیلت کے قائل تھے اور اس دن کی تعظیم کیا کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دن میں روزہ رکھا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کی ترغیب دیتے تھے، زمانۂ جاہلیت میں کعبہ کو تعظیم کی وجہ سے غلاف بھی اسی دن پہنایا جاتا تھا۔

بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے اس دن کا روزہ فرض تھا جو کہ بعد میں منسوخ ہوگیا، مگر اب بھی اس دن کے روزے کی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس سے ایک سال کے (صغیرہ) گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

اس کے علاوہ بعض دوسری چیزیں اور ان کے متعلق مختلف فضائل بھی محرم اور خاص کر دس محرم کے دن کے بارے میں کچھ لوگوں میں مشہور ہیں، جن میں سے متعدد غیر مستند ہیں۔

خلاصہ یہ کہ دس محرم کا دن شریعت کی نظر میں انتہائی معظم ومحترم اور بابرکت دن ہے، جس میں عبادت اور بطورِ خاص روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت ہے، البتہ اس دن کے حوالہ سے بعض چیزیں ایسی بھی پائی جاتی ہیں کہ شرعی اعتبار سے ان کا مستند ثبوت نہیں، اس لئے ان پر عمل پیرا ہونے کے بجائے شریعت سے ثابت شدہ چیزوں پر ہی عمل پیرا ہونا چاہئے، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ظاهر الأحاديث ، ومقتضى اللفظ ،وأما تقدير أخذه من (الإظماء) فبعيد (شرح النووى علىٰ مسلم، ج۸ص ۱۲ ، كتاب الصيام، باب اى يوم يصام فى عاشوراء)

والدليل على صحة ما نقوله أن هذا الاسم مأخوذ من العشر فكان أظهر فى اليوم العاشر بل يلزمه ويختص به وأما اليوم التاسع فإنما سمى التاسوعاء (المنتقىٰ شرح المؤطا، ۲ص۵۸، كتاب الصيام، باب صيام يوم عاشوراء)

وهذا هو مقتضى الاشتقاق والتسمية، وعليه الاكثر ، وقيل هو يوم التاسع، فعلى الاول ، فاليوم مضاف لليلة الماضية ، وعلى الثانى للآتية، كما فى "الفتح" والحاصل ان كون عاشوراء هواليوم العاشر هو مذهب الصحابة والتابعين ومن بعدهم ، كما ذكره النووى وغيره (معارف السنن ، ج ۵ ص ۴۳۲ ،ابواب الصوم، باب ماجاء فى الحث على صوم يوم عاشوراء)

(فصل نمبر 3)

دس محرم کے روزہ کے فضائل واحکام

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرّٰى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهٗ عَلٰى غَيْرِهٖ إِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَهٰذَا الشَّهْرَ يَعْنِيْ شَهْرَ رَمَضَانَ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص دن روزہ کا اہتمام فرماتے ہوں اوراس کو کسی دوسرے دن پر فضیلت دیتے ہوں، سوائے اس دس محرم کے دن کے اوراس مہینہ یعنی رمضان المبارک کے مہینہ کے (بخاری)

فائدہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے یہی سمجھا کہ آپ جس قدر نفلی روزوں میں عاشوراء یعنی دس محرم کے دن کے روزے کا اہتمام فرماتے تھے، اتنا رمضان کے بعد کسی دوسرے نفلی روزے کا نہیں فرماتے تھے۔

اس حدیث سے دس محرم کے روزہ کی فضیلت بالکل ظاہر اور واضح ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٠٠٦، كتاب الصوم، باب صيام يوم عاشوراء.

[2] قيل: لعل هذا على فهم ابن عباس وإلا فيوم عرفة أفضل الأيام، ودفع بأن الكلام فى فضل الصوم فى اليوم لا فى فضل اليوم مطلقا مع أن اليوم أيضا مختلف فيه(مرقاة المفاتيح، ج۴ص ١٤١٢، كتاب الصوم، باب صيام التطوع)

قوله ما رأيت إلخ هذا يقتضى أن يوم عاشوراء أفضل الأيام للصائم بعد رمضان لكن بن عباس أسند ذلک إلى علمه فليس فيه ما يرد علم غيره وقد روى مسلم من حديث أبى قتادة مرفوعا إن صوم عاشوراء يكفر سنة وإن صيام يوم عرفة يكفر سنتين وظاهره أن صيام يوم عرفة أفضل من صيام يوم عاشوراء(فتح البارى لابنِ حجر، ج۴ص ٢٤٩، كتاب الصوم، قوله باب صيام يوم عاشوراء)

قال الحافظ وهذا يقتضى ان يوم عاشورآء افضل الايام للصائم بعدرمضان لكن ابن عباس اسند

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن کے روزہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِيْ بَعْدَهُ وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهُ (مسلم) [1]

ترجمہ: میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ) کا روزہ رکھنا گزشتہ اور آنے والے سال کے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے، اور میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ عاشوراء (یعنی دس محرم) کا روزہ گزشتہ ایک سال کے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے (مسلم)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ذلک الی علمه فليس فيه مايردعلم غيره وقدروى مسلم من حديث ابى قتاده مرفوعًاان صوم عاشورآء يكفر سنة وان صيام يوم عرفة يكفرسنتين وظاهره ان صيام يوم عرفة افضل من صيام يوم عاشورآء وقد قيل فى الحكمة فى ذلک ان يوم عاشورآء منسوب الى موسٰى عليه السلام ويوم عرفة منسوب الى النبى صلى الله عليه وسلم فلذلک كان افضل (فتح الملهم شرح صحيح مسلم ج ٣ ص ١٤٥ للعلامه شبير احمد عثمانى رحمه الله)

(المحرم) أى هو أفضل شهر يتطوع بصومه كاملا بعد رمضان ، فأما التطوع ببعض شهر فقد يكون أفضل من بعض أيامه كصوم عرفة وعشر الحجة ذكره الحافظ ابن رجب وذلک لأنه أول السنة المستأنفة وافتتاحها بالصوم الذى هو ضياء أفضل الأعمال ، وقال الزمخشرى : خصه من بين الأشهر الحرم لمكان عاشوراء فأفضل الأشهر لصوم التطوع المحرم ثم رجب ثم بقية الأشهر الحرم ثم شعبان ، ولا يعارضه إكثار النبى صلى الله عليه وسلم صوم شهر شعبان دونه لأنه إنما علم فضل صوم المحرم آخرا ، ولعله لعارض ، وتفضيل صوم داود باعتبار الطريقة وهذا باعتبار الزمن ، فطريقة داود فى المحرم أفضل من طريقته فى غيره كذا وفق جمع وضعف ، والظاهر أن التطوع المطلق بالصوم أفضله المحرم كما أن أفضل النفل المطلق صلاة الليل وما صيامه تبع كصوم ما قبل رمضان وما بعده فليس من المطلق بل صومه تبع لرمضان ، ولذا قيل إن صوم ست شوال يلحق رمضان ويكتب معه بصيام الدهر فرضا ، فهذا النوع صومه أفضل التطوع مطلقا ، والمطلق أفضله المحرم اهـ(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ١٢٧٤)

[1] رقم الحديث ٢٨٠٣،كتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر الخ.

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابنِ حجر فرماتے ہیں:

وَظَاهِرُهُ أَنَّ صِيَامَ يَوْمِ عَرَفَةَ أَفْضَلُ مِنْ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَقَدْ قِيْلَ فِي الْحِكْمَةِ فِيْ ذٰلِكَ أَنَّ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ مَنْسُوْبٌ إِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَيَوْمُ عَرَفَةَ مَنْسُوْبٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِذٰلِكَ كَانَ أَفْضَلُ (فتح الباری لابنِ حجر، ج۴ص ۲۴۹، کتاب الصوم، قوله باب صیام یوم عاشوراء)

ترجمہ: اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ عرفہ کے دن کا روزہ رکھنا، عاشوراء کے دن کے روزہ سے افضل ہے، اوراس فرق کی حکمت کے سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ عاشوراء کا روزہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہے، اور عرفہ کا دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے، پس اسی وجہ سے عرفہ کے دن کا روزہ زیادہ فضیلت کا باعث ہے (فتح الباری)

بعض ضعیف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشورہ کے دن کا روزہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کئی انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے بھی رکھا ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا حفص بن غياث ، عن الهجرى ، عن أبى عياض ، عن أبى هريرة ، قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : يوم عاشوراء يوم كانت تصومه الأنبياء ، فصوموه أنتم (مصنف ابنِ ابى شيبة ،رقم الحديث ٩٤٤٦، كتاب الصيام، باب ما قالوا فى صوم يوم عاشوراء)

قال المناوى:(صوموايوم عاشوراء)فأن فضيلته عظيمة وحرمته قديمة (يوم كانت الأنبياء تصومه) فصوموه .قال ابن رجب :صامه نوح وموسى وغيرهماوقد كان اهل الكتاب يصومونه وكذااهل الجاهلية فأن قريشا كانت تصومه ومن اعجب ماورد انه كان يصومه الوحش والهوام فقد أخرج الخطيب فى التاريخ مرفوعاًان الصرد والطيرصام عاشوراء قال ابن رجب :سنده غريب وقد روى ذلك عن ابى هريرة اه وروى عن الخليفة القادربالله انه كان يبعث الخبز للنمل كل يوم فناكله ألايوم عاشوراء. (ش عن ابى هريرة)رمز لصحته(فيض القدير للمناوى،تحت رقم الحديث ٥٠٦٧،الجزء الرابع،حرف الصاد)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وضاحت: بہت سے علمائے کرام کی تحقیق کے مطابق اس روزہ کے رکھنے کی وجہ سے صغیرہ گناہوں کی معافی ہوتی ہے۔ [1]

اور صغیرہ گناہوں کی معافی بھی بہت بڑی نعمت ہے۔

کبیرہ گناہوں کے لئے توبہ ضروری ہے اور سچی توبہ کے لئے تین باتیں ضروری ہیں۔

(1)...... پہلی یہ کہ گزرے ہوئے گناہوں پر افسوس اور شرمندگی کا ہونا اور ساتھ ہی جن چیزوں کی قضاء ضروری ہے، خواہ وہ اللہ کے حقوق ہوں (جیسے قضاء نمازیں، روزے، زکاۃ، حج، صدقۂ فطر، قسم کا کفارہ، جائز منت وغیرہ) ان کو حسبِ قدرت ادا کرنا اور خواہ بندوں کے حقوق ہوں (جیسے قرض و دین، تقسیمِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال البوصيرى: رواه أبو بكر بن أبى شيبة بسند ضعيف لضعف إبراهيم الهجرى(اتحاف الخيرة المهرة بزوائد مسانيد العشرة، ج٣ص ٨٢،، كتاب الصوم، باب صوم يوم عاشوراء)

وقال ايضا:إبراهيم بن مسلم العبدى أبو إسحاق الهجرى بفتح الهاء والجيم يذكر بكنيته لين الحديث رفع موقوفات من الخامسة (تقريب التهذيب ج ا ص ٩٤، تحت رقم الترجمة ٢٥١)

وقال المزى:قال على ابن المدينى عن سفيان بن عُيَيْنَة :كان إبراهيم الهجرى يسوق الحديث سياقة جيدة على ما فيه.وَقَال إبراهيم بن بشار الرمادى عن سفيان :رأيت إبراهيم الهجرى وقد أقاموه فى الشمس يستخرج منه شىء ، وكان يلعب بالشطرنج.وَقَال عَبد الله بن محمد المسندى عن سفيان : إنه كان يضعف إبراهيم الهجرى .وَقَال عبد الرحمن بن بشر بن الحكم عن سفيان : أتيت إبراهيم الهجرى ، فدفع إلى عامة كتبه ، فرحمت الشيخ ، فأصلحت له كتابه.قلت :هذا عن عَبد الله ، وهذا عن النبى صلى الله عليه وسلم ، وهذا عن عُمَر.وَقَال محمد بن المثنى :ما سمعت يحيى يحدث عن سفيان عن الهجرى .وكان عبد الرحمن يحدث عن سفيان عنه.وَقَال عَباس الدُّورِيُّ عن يحيى بن مَعِين :ضعيف ليس بشىء.وَقَال أبو حاتم لين الحديث ليس بقوى.وَقَال النَّسَائى :ضعيف.وَقَال أبو أحمد بن عدى :وأحاديثه عامتها مستقيمة المتن ،وإنما أنكروا عليه كثرة روايته عَن أبى الأحوص ، عن عَبد الله ، وهو عندى ممن يكتب حديثه(تهذيب الكمال ج٢ص ٢٠٤تا٢٠٦، ملخصاً، تحت ترجمة ابراهيم بن مسلم العبدى)

[1] (صوم يوم عرفة يكفر سنتين ماضية) يعنى التى هو فيها (ومستقبلة) أى التى بعده يعنى يكفر ذنوب صائمه فى السنتين والمراد الصغائر (وصوم عاشوراء) بالمد (يكفر سنة ماضية) لأن يوم عرفة سنة المصطفى ويوم عاشوراء سنة موسى فجعل سنة نبينا تضاعف على سنة موسى (التيسير بشرح الجامع الصغير للمناوى، ج٢ص٩٥، حرف الصاد)

میراث، کسی بھی قسم کا جانی، مالی نقصان اور ایذاء رسانی وغیرہ) ان کو ممکنہ حد تک ادا کرنے کی کوشش کرنا یا حقدار سے غیر رسمی معافی حاصل کرنا۔

(2)...... دوسری یہ کہ اس وقت فوراً ان گناہوں کو چھوڑ دینا اور ان سے الگ ہوجانا۔

(3)...... تیسری یہ کہ آئندہ کے لئے ان گناہوں کو نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلینا(کذافی معارف القرآن ج۲ تحت سورہ نسآء آیت ۳۱) ۱؎

۱؎ أن حد التوبة الرجوع عن الذنب والعزم ان لا يعود إليه والاقلاع عنه والاستغفار بمجرده لا يفهم منه ذلك انتهى وقال غيره شروط التوبة ثلاثة الاقلاع والندم والعزم على ان لا يعود والتعبير بالرجوع عن الذنب لا يفيد معنى الندم بل هو إلى معنى الاقلاع أقرب وقال بعضهم يكفى فى التوبة تحقق الندم على وقوعه منه فإنه يستلزم الاقلاع عنه والعزم على عدم العود فهما ناشئان عن الندم لا أصلان معه ومن ثم جاء الحديث الندم توبة وهو حديث حسن من حديث بن مسعود أخرجه بن ماجة وصححه الحاكم وأخرجه بن حبان من حديث أنس وصححه وقد تقدم البحث فى ذلك فى باب التوبة من أوائل كتاب الدعوات مستوفى(فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۳ ص ۴۷۱، كتاب التوحيد، قوله باب قول الله تعالى يريدون ان يبدلوا كلام الله)

ثم اعلم ان التوبة اما من الكفر واما من الذنب فتوبة الكافر مقبولة قطعا وتوبة العاصى مقبولة بالوعد الصادق ومعنى القبول الخلاص من ضرر الذنوب حتى يرجع كمن لم يعمل ثم توبة العاصى اما من حق الله واما من حق غيره فحق الله تعالى يكفى فى التوبة منه الترك على ما تقدم غير ان منه ما لم يكتف الشرع فيه بالترك فقط بل أضاف إليه القضاء أو الكفارة وحق غير الله يحتاج إلى ايصالها لمستحقها والا لم يحصل الخلاص من ضرر ذلك الذنب لكن من لم يقدر على الايصال بعد بذله الوسع فى ذلك فعفو الله مأمول فإنه يضمن التبعات ويبدل السيئات حسنات والله اعلم(فتح البارى لابنِ حجر، ج ۱۱ ص ۱۰۳، كتاب الدعوات،باب التوبة)

قال العلماء :التوبة واجبة من كل ذنب، فإن كانت المعصية بين العبد وبين الله تعالى لا تتعلق بحق آدمى، فلها ثلاثة شروط :أحدها :أن يقلع عن المعصية .والثانى :أن يندم على فعلها . والثالث :أن يعزم أن لا يعود إليها أبداً، فإن فقد أحد الثلاثة لم تصح توبته .وإن كانت المعصية تتعلق بآدمى فشروطها أربعة :هذه الثلاثة، وأن يبرأ من حق صاحبها :فإن كانت مالاً أو نحوه رده إليه، وإن كانت حد قذف ونحوه مكنه منه أو طلب عفوه وإن كانت غيبة استحله منها ويجب أن يتوب من جميع الذنوب فإن تاب من بعضها صحت توبته عند أهل الحق من ذلك الذنب وبقى عليه الباقى وقد تظاهرت دلائل الكتاب، والسن، وإجماع الأمة على وجوب التوبة (شرح رياض الصالحين للعثيمين ،ج ۱ ص ۸۵،آداب عامة ، باب التوبة)

دس محرم اور اس کے روزہ کی شرعی و تاریخی حیثیت واہمیت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانُوْا يَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ قَبْلَ اَنْ يُّفْرَضَ رَمَضَانُ وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُفِيْهِ الْكَعْبَةُ فَلَمَّا فَرَضَ اللّٰهُ رَمَضَانَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَآءَ اَنْ يَّصُوْمَهٗ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ شَآءَ اَنْ يَّتْرُكَهٗ فَلْيَتْرُكْهُ

(بخاری) [1]

ترجمہ: رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے لوگ دس محرم کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے اور دس محرم کے دن کعبہ کو غلاف بھی پہنایا جاتا تھا، پھر جب اللہ نے رمضان کے روزے فرض فرما دیئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دس محرم کا روزہ رکھنا چاہے وہ رکھ لے اور جو چھوڑنا چاہے وہ چھوڑ دے

(بخاری)

کعبہ کو غلاف اس کی تعظیم و تکریم کے لئے پہنایا جاتا ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ١٥٩٢، كتاب الحج، باب قول الله تعالى جعل الله الكعبة البيت الحرام قياما للناس الخ.

[2] قد مر وجه المطابقة بين الحديث والترجمة ووجه آخر وهو أن المشركين كانوا يعظمون الكعبة قديما بالستوروالكسوة ويقومون إليها كما يقوم المسلمون وبين الله تعالى فى الآية المذكور أنه جعل الكعبة بيتا حراما ومن حرمتها تعظيمها فعظمها المسلمون ومن جملة تعظيمهم إياها أنهم كانوا يكسونها فى كل سنة يوم عاشوراء الذى هو من الأيام المعظمة(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج٩ص ٢٣٣، ٢٣٤، كتاب الحج، باب قول الله تعالى جعل الله الكعبة البيت الحرام قياما للناس)

وكان يوما تستر فيه الكعبة فإنه يفيد أن الجاهلية كانوا يعظمون الكعبة قديما بالستور ويقومون بها وعرف بهذا جواب الإسماعيلى فى قوله ليس فى الحديث مما ترجم به شىء سوى بيان اسم الكعبة المذكورة فى الآية ويستفاد من الحديث أيضا معرفة الوقت الذى كانت الكعبة تكسى فيه من كل سنة وهو يوم عاشوراء وكذا ذكر الواقدى بإسناده عن أبى جعفر الباقر أن الأمر استمر على ذلك

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَآءَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ فَمَنْ شَآءَ صَامَهُ وَمَنْ شَآءَ تَرَكَهُ (بخاری) [1]

ترجمہ: قریشِ مکہ زمانۂ جاہلیت میں دس محرم کے دن روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی روزہ رکھتے تھے۔ پھر جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو وہاں خود اس دن کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا، پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو دس محرم کے دن (بطورِ تاکید) روزہ رکھنا چھوڑ دیا، اس کے بعد جس کی خواہش ہوتی اس دن روزہ رکھتا اور جو چاہتا اس دن روزہ نہ رکھتا (بخاری)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: هٰذَا يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ، وَلَمْ يُكْتَبْ عَلَيْكُمْ صِيَامُهُ، وَأَنَا صَائِمٌ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّصُوْمَ فَلْيَصُمْ (صحیح ابنِ حبان) [2]

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

فی زمانهم وقد تغير ذلک بعد فصارت تکسى فى يوم النحر وصاروا يعمدون إليه فى ذى القعدة فيعلقون كسوته إلى نحو نصفه ثم صاروا يقطعونها فيصير البيت كهيئة المحرم فإذا حل الناس يوم النحر كسوه الكسوة الجديدة (فتح البارى لابنِ حجر، ج۳ ص ۴۵۵، كتاب الحج، قوله باب قول الله عز و جل وإذ قال إبراهيم رب اجعل هذا البلد آمنا واجنبنى إلى قوله لعلهم يشكرون)

[1] رقم الحديث ۲۰۰۲، كتاب الصوم، باب صيام يوم عاشوراء.

[2] رقم الحديث ۳۶۲۶، كتاب الصوم، باب صوم التطوع.

قال شعيب الأرنؤوط:

إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية صحيح ابنِ حبان)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ یہ عاشوراء (یعنی دس محرم) کا دن ہے، اور تمہارے اوپر اس دن کا روزہ فرض نہیں کیا گیا، لیکن میں روزہ سے ہوں، تو جو شخص روزہ رکھنے کو پسند کرے، تو اسے چاہئے کہ روزہ رکھ لے (ابنِ حبان)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں دس محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے، اور مکہ کے کفارِ قریش بھی، اور بعض فقہائے کرام کی تحقیق یہ ہے کہ دس محرم کا روزہ رکھنا ابتدائے اسلام میں رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے فرض تھا، بعد میں اس کے فرض ہونے کی حیثیت منسوخ اور ختم ہوگئی، جس کی تائید مندرجہ بالا احادیث سے ہوتی ہے اور بعض دوسری احادیث سے بھی یہی مفہوم ظاہر ہوتا ہے۔

مگر اس روزے کے اہم فضائل اور اس کا سنت ومستحب ہونا اب بھی باقی ہے۔ [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِیْ تَصُوْمُوْنَهٗ فَقَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ أَنْجَى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهٗ فَصَامَهٗ مُوْسٰى شُكْرًا فَنَحْنُ

---

[1] عن عائشة، قالت :كان يوم عاشوراء يوما تصومه قريش فى الجاهلية، وكان رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يصومه فى الجاهلية، فلما قدم رسول الله -صلى الله عليه وسلم -المدينة صامه وأمر بصيامه، فلما فرض رمضان كان هو الفريضة، وترك عاشوراء ، فمن شاء صامه، ومن شاء تركه(ابوداؤد، رقم الحديث ۲۴۴۲،سنن الترمذی، رقم الحديث ۷۵۳)

قال شعيب الارنؤوط:

اسناده صحيح(حاشية ابی داؤد)

وقد كان صوم يوم عاشوراء فرضا فى الإسلام، ثم نسخت فرضيته بصوم رمضان، فخير النبى صلى الله عليه وسلم المسلمين فى صومه، وهو اختيار كثيرين واختيار الشيخ تقى الدين من الحنابلة، وهو الذى قاله الأصوليون(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸ ص ۸۹، مادة "صوم")

نَصُومُهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ فَصَامَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهٖ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکّہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو دس محرم کے دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا، آپ نے ان سے پوچھا کہ اس دن کی کیا خصوصیت ہے کہ تم روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ بڑا عظیم (اور نیک) دن ہے، اسی دن اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اوران کی قوم کو نجات دی (اور فرعون پر غلبہ عطا فرمایا) اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا۔

چونکہ موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکر (اور بطور تعظیم) اس دن روزہ رکھا تھا، اس لئے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ! تمہارے مقابلے میں ہم موسیٰ سے زیادہ قریب ہیں، اور (بطور شکر روزہ رکھنے کے) زیادہ حق دار ہیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کے دن خود بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کی تلقین فرمائی (مسلم، بخاری)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ يَوْمًا تُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ وَتَتَّخِذُهُ عِيْدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْهُ أَنْتُمْ (مسلم) [2]

ترجمہ: یہودی دس محرم کے دن کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے اور اس دن عید منایا کرتے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس دن روزہ رکھو (مسلم، بخاری)

---

[1] رقم الحدیث ۱۱۳۰ ”۱۲۸“ کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، ورقم الحدیث ۲۰۰۴، بخاری رقم الحدیث ۳۹۴۳۔

[2] رقم الحدیث ۱۱۳۱ ”۱۲۹“ کتاب الصوم، باب صوم یوم عاشوراء، بخاری رقم الحدیث ۲۰۰۵۔

فائدہ: بعض حضرات نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لاکر یہودیوں کی اطلاع دینے کی وجہ سے دس محرم کا روزہ رکھنا شروع نہیں کیا بلکہ آپ دس محرم کا روزہ اس سے پہلے مکہ مکرمہ میں بھی رکھا کرتے تھے، البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہودیوں نے خبر دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی یا دوسرے قرائن وغیرہ کے ذریعے سے اس خبر کو سچا قرار دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں بھی دس محرم کا روزہ رکھا۔ [1]

تنہا دس محرم کا روزہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

حِيْنَ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ ، وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ ، قَالُوْا ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اِنَّهٗ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتّٰى تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

---

[1] ظاهر هذه الأحاديث تدل على أن النبى صلى الله عليه وسلم إنما صام عاشوراء وأمر بصيامه اقتداء بموسى عليه السلام على ما أخبر به اليهود وليس كذلک لما روته عائشة رضى الله عنها(تفسير القرطبى، ج ا ص ٣٩٠،سورة البقرة ، رقم الآية ٥٠)

قال المازرى خبر اليهود غير مقبول فيحتمل أن النبى صلى الله عليه وسلم أوحى إليه بصدقهم فيما قالوه أو تواتر عنده النقل بذلک حتى حصل له العلم به قال القاضى عياض ردا على المازرى قد روى مسلم أن قريشا كانت تصومه فلما قدم النبى صلى الله عليه وسلم المدينة صامه فلم يحدث له بقول اليهود حكم يحتاج إلى الكلام عليه وإنما هى صفة حال وجواب سؤال فقوله صامه ليس فيه أنه ابتدأ صومه حينئذ بقولهم ولو كان هذا لحملناه على أنه أخبر به من أسلم من علمائهم كابن سلام وغيره قال القاضى وقد قال قال بعضهم يحتمل أنه صلى الله عليه وسلم كان يصومه بمكة ثم ترک صيامه حتى علم ما عند أهل الكتاب فيه فصامه قال القاضى وما ذكرناه أولى بلفظ الحديث قلت المختار قوله المازرى ومختصر ذلک أنه صلى الله عليه وسلم كان يصومه كما تصومه قريش فى مكة ثم قدم المدينة فوجد اليهود يصومونه فصامه أيضا بوحى أو تواتر أو اجتهاد لا بمجرد أخبار آحادهم والله أعلم (شرح النووى علىٰ مسلم ج٨ص ١٠، ١١، كتاب الصيام،باب صوم يوم عاشوراء)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسلم) [1]

ترجمہ: جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن کا روزہ رکھا، اور صحابہ کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا، تو صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ ایسا دن ہے کہ یہود ونصاریٰ اس کی بہت تعظیم کرتے ہیں (اور روزہ رکھ کر ہم اس دن کی تعظیم کرنے میں یہود ونصاریٰ کی موافقت کرنے لگتے ہیں، جبکہ ہمارے اور ان کے دین میں بڑا فرق ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اگلا سال ہوگا، تو ان شاءاللہ ہم نویں تاریخ کو (بھی) روزہ رکھیں گے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آئندہ سال نہیں آیا، یہاں تک کہ (ربیعُ الاول میں) آپ کا وصال ہوگیا (مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی مخالفت کا ارادہ فرمالیا تھا، لیکن اس کے بعد اگلے سال محرم کے آنے سے پہلے ہی ربیع الاول میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا، اور آپ کا یہ ارادہ فرمانا بھی عمل کے درجہ میں تھا۔ [2]

متقدمین ومتاخرین جمہور علماء کے نزدیک عاشوراء کا دن دس محرم کا دن کہلاتا ہے۔

اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی مخالفت کی غرض سے تنہا دس محرم کا روزہ رکھنے کا ارادہ ترک فرما کر آئندہ سال دس محرم کے ساتھ نویں کا روزہ رکھنے کا ارادہ فرمایا تھا۔

اگر دسویں محرم کے ساتھ نویں کے بجائے گیارہویں تاریخ کا روزہ ملالیا جائے، تب بھی کوئی حرج نہیں، اس کی تائید اور وضاحت خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایات

[1] رقم الحديث ۱۱۳۴ ''۱۱۳۳'' كتاب الصيام، باب أي يوم يصام في عاشوراء.

[2] قال الطيبي: لم يعش رسول الله – صلى الله عليه وسلم – إلى القابل بل توفي في الثاني عشر من ربيع الأول فصار اليوم التاسع من المحرم صوم سنة، وإن لم يصمه لأنه عزم على صومه (مرقاة المفاتيح، ج۴ ص ۱۴۱۲، كتاب الصوم، باب صيام التطوع)

سے ہوتی ہے، کما سیجیئ۔ ل

ل وذهب جماهير العلماء من السلف والخلف إلى أن عاشوراء هو اليوم العاشر من المحرم وممن قال ذلك سعيد بن المسيب والحسن البصرى ومالك وأحمد وإسحاق وخلائق وهذا ظاهر الأحاديث ومقتضى اللفظ وأما تقدير أخذه من الاظماء فبعيد ثم ان حديث بن عباس الثاني يرد عليه لأنه قال أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يصوم عاشوراء فذكروا أن اليهود والنصارى تصومه فقال إنه فى العام المقبل يصوم التاسع وهذا تصريح بأن الذى كان يصومه ليس هو التاسع فتعين كونه العاشر قال الشافعي وأصحابه وأحمد وإسحاق وآخرون يستحب صوم التاسع والعاشر جميعا لأن النبى صلى الله عليه وسلم صام العاشر ونوى صيام التاسع وقد سبق فى صحيح مسلم فى كتاب الصلاة من رواية أبى هريرة أن النبى صلى الله عليه وسلم قال أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم قال بعض العلماء ولعل السبب فى صوم التاسع مع العاشر أن لا يتشبه باليهود فى إفراد العاشر وفى الحديث إشارة إلى هذا وقيل للاحتياط فى تحصيل عاشوراء والأول أولى والله أعلم (شرح النووى علىٰ مسلم، ج۸ص ۱۲، ۱۳، كتاب الصيام، باب أى يوم يصام فى عاشوراء)

ثم ما هم به من صوم التاسع يحتمل معناه أنه لا يقتصر عليه بل يضيفه إلى اليوم العاشر إما احتياطا له وإما مخالفة لليهود والنصارى وهو الأرجح وبه يشعر بعض روايات مسلم ولأحمد من وجه آخر عن بن عباس مرفوعا صوموا يوم عاشوراء وخالفوا اليهود صوموا يوما قبله أو يوما بعده وهذا كان فى آخر الأمر وقد كان صلى الله عليه وسلم يحب موافقة أهل الكتاب فيما لم يؤمر فيه بشىء ولا سيما إذا كان فيما يخالف فيه أهل الأوثان فلما فتحت مكة واشتهر أمر الإسلام أحب مخالفة أهل الكتاب أيضا كما ثبت فى الصحيح فهذا من ذلك فوافقهم أو لا وقال نحن أحق بموسى منكم ثم أحب مخالفتهم فأمر بأن يضاف إليه يوم قبله ويوم بعده خلافا لهم ويؤيده رواية الترمذى من طريق أخرى بلفظ أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بصيام عاشوراء يوم العاشر وقال بعض أهل العلم قوله صلى الله عليه وسلم فى صحيح مسلم لئن عشت إلى قابل لأصومن التاسع يحتمل أمرين أحدهما أنه أراد نقل العاشر إلى التاسع والثانى أراد أن يضيفه إليه فى الصوم فلما توفى صلى الله عليه وسلم قبل بيان ذلك كان الاحتياط صوم اليومين وعلى هذا فصيام عاشوراء على ثلاث مراتب أدناها أن يصام وحده وفوقه أن يصام التاسع معه وفوقه أن يصام التاسع والحادى عشر والله أعلم(فتح البارى لابنِ حجر، ج۴ص ۲۴۵، ۲۴۶، كتاب الصيام، باب صيام يوم عاشوراء)

(لئن بقيت) فى رواية لئن عشت (إلى قابل) أى عشت إلى المحرم الآتى (لأصومن) اليوم (التاسع) مع عاشوراء مخالفة لليهود فلم يأت المحرم القابل حتى مات فيسن صومه وإن لم يصمه لأن ما عزم عليه فهو سنة قال التوربشتى: أراد أن يضم إليه يوما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عطاء سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے عاشوراء کے دن کے بارے میں یہ ارشاد سنا کہ:

خَالِفُوْا الْيَهُوْدَ وَصُوْمُوْا التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ (مصنف عبدالرزاق) [1]

ترجمہ: تم یہود کی مخالفت کرو اور نویں اور دسویں تاریخ کا روزہ رکھو (عبدالرزاق)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہود کی مخالفت کی وجہ سے آئندہ سال نویں تاریخ کا روزہ رکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا، اس سے مراد دسویں کے ساتھ نویں تاریخ کا روزہ رکھنا تھا۔

اس کی تائید بعض مرفوع احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

آخر ليكون هديه مخالفا لهدى أهل الكتاب لأنه وقع موقع الجواب لقولهم لأنه يوم يعظمه اليهود (م هـ عن ابن عباس) ورواه عنه البيهقي بلفظ لآمرن بصيام يوم قبله ويوم بعده (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٧٢٢٠، ج٥، حرف اللام)

فثبت بهذا الحديث ما ذكرناه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم إنما أراد بصوم يوم التاسع أن يدخل صومه يوم عاشوراء في غيره من الصيام , حتى لا يكون مقصودا إلى صومه بعينه . كما جاء عنه في صوم يوم الجمعة (شرح معاني الآثار للطحاوى، ج٢ ص ٧٨، تحت رقم الحديث ٣٣٠٢، كتاب الصيام، باب صوم يوم عاشوراء)

وما نسب الى ابن عباس من القول بالتاسع فمنشاؤه رواية عند مسلم والترمذى، و هذا ليس بصحيح .فانه مؤول بصومه مع العاشر، لا انه عاشوراء جمعا بين كل ماروى عن حبر الامة وبحرها موقوفا ومرفوعا واشتقاق العاشوراء من العشر وعليه ائمة اللغة (معارف السنن ج ٥ ص ٤٣٨، ابواب الصوم، باب ماجاء في عاشوراء اى يوم هو؟)

ایک حدیث میں "ثُمَّ اَصْبَحَ مِنْ يَوْمِ التَّاسِعِ صَائِمًا" کے الفاظ ہیں اس جملے میں کلمہ "مِنْ" ابتداء کے لئے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نویں تاریخ سے روزے کی ابتداء کی جائے (حاشیہ درس ترمذی)

[1] رقم الحديث ٧٨٣٩، كتاب الصيام، باب صيام يوم عاشوراء، شعب الايمان رقم الحديث ٣٥٠٩، سنن البيهقى رقم الحديث ٨٤٠٤، شرح معانى الآثار رقم الحديث ٣٣٠٢، سنن الترمذى تحت رقم الحديث ٧٥٥، كتاب الصوم، باب ماجاء عاشوراء اى يوم هو.

[2] فدل ذلک على أن ابن عباس قد صرف قول رسول الله صلى الله عليه وسلم: لئن عشت إلى قابل لأصومن يوم التاسع إلى ما صرفناه إليه، وقد جاء عن رسول الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: صُوْمُوْا یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، وَخَالِفُوْا فِیْہِ الْیَھُوْدَ، صُوْمُوْا قَبْلَہٗ یَوْمًا، أَوْ بَعْدَہٗ یَوْمًا (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عاشوراء کا روزہ رکھو، اور یہود کی مخالفت کرو، اور اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھو (مسند احمد)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَئِنْ بَقِیْتُ لَأَٔمُرَتُ بِصِیَامِ یَوْمٍ قَبْلَہٗ أَوْ بَعْدَہٗ یَعْنِیْ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ (شعب الایمان للبیھقی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال بقیدِ حیات رہا تو عاشوراء کے دن کے ساتھ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ رکھنے کا حکم دوں گا (بیہقی)

اس حدیث کی سند میں اگرچہ کچھ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن اس کی تائید خود حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے صحیح سند کے ساتھ مروی ارشاد مبارک سے ہوتی ہے، اس لئے اس کی سند میں

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک أیضا ......حدثنا فھد , قال: ثنا أحمد بن یونس , قال: ثنا أبو شھاب , عن ابن أبی لیلی , فذکر بإسنادہ مثلہ فثبت بھذا الحدیث ما ذکرناہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إنما أراد بصوم یوم التاسع أن یدخل صومہ یوم عاشوراء فی غیرہ من الصیام , حتی لا یکون مقصودا إلی صومہ بعینہ .کما جاء عنہ فی صوم یوم الجمعۃ(شرح معانی الآثار ،تحت رقم الحدیث ۳۳۰۲،ج ۲ ص ۷۸ ، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء) وروی عن ابن عباس أنہ قال: صوموا التاسع والعاشر وخالفوا الیھود، وبھذا الحدیث یقول الشافعی، وأحمد، وإسحاق(سنن الترمذی تحت رقم الحدیث رقم ۷۵۵، ابواب الصوم، باب ماجاء عاشوراء ای یوم ھو)

[1] رقم الحدیث ۲۱۵۴، شرح معانی الآثار رقم الحدیث ۳۳۰۳.

[2] رقم الحدیث ۳۵۱۰، کتاب الصوم، باب صوم التاسع مع العاشر.

ضعف ہونا نقصان دہ نہیں ہوگا۔ [1]

بعض اہلِ علم حضرات نے اس موقع پر فرمایا کہ:

عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن روزہ رکھنے کے سلسلہ میں مختلف قسم کی وارد ہونے والی احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل شروع میں مکہ مکرمہ میں دس محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے، مگر دوسروں کو اس کا حکم نہیں دیتے تھے، پھر جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو آپ نے اہلِ کتاب کو اس دن کی تعظیم اور روزہ رکھتے ہوئے دیکھا، تو آپ نے بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس روزہ کی تاکید فرمائی، پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوگئے تو اس روزہ کی تاکید ختم کردی گئی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عمر میں یہودیوں کی مخالفت کی غرض سے دس محرم کے ساتھ ایک روزہ

---

[1] قال سفیان: " سمع ابن أبی لیلی هذا الحدیث من داود فی زمن بنی أمیة "(شعب الایمان، تحت رقم الحدیث ۳۵۱۰)

وقال شعیب الارنؤوط:

إسناده ضعیف، ابن أبی لیلی -واسمه محمد بن عبد الرحمن -سیء الحفظ، وداود بن علی -وهو ابن عبد الله بن عباس الهاشمی -روی عنه جمع، وذكره ابن حبان فی "الثقات"، وقال :یخطیء، وقال الإمام الذهبی :ولیس حدیثه بحجة.

وأخرجه ابن خزیمة(۲۰۹۵)وابن عدی۳/۹۵۶، والبیهقی ۴/۲۸۷من طریق هشیم، بهذا الإسناد.

وأخرجه البزار(۱۰۵۲ كشف الأستار) ، والطحاوی ۲/۷۸من طرق عن محمد بن عبد الرحمن بن أبی لیلی، به.وأخرجه الحمیدی (۴۸۵)ومن طریقه البیهقی ۴/۲۸۷عن سفیان بن عیینة، عن محمد بن عبد الرحمن بن أبی لیلی، بلفظ " :لئن بقیت لآمرن بصیام یوم قبله أو یوم بعد یوم عاشوراء "، وبهذا اللفظ أخرجه ابن عدی فی "الكامل۳/۹۵۶"من طریق عباس بن یزید البحرانی، عن سفیان بن عیینة، عن ابن حی، عن داود بن علی، به.وأخرجه ابن عدی۳/۹۵۶من طریق الحارث بن النعمان بن سالم، عن سفیان -وهو الثوری -عن داود بن علی، به مختصراً "صوموا عاشوراء ."وأخرجه عبد الرزاق (۷۸۳۹)والطحاوی۲/۷۸، والبیهقی ۴/۲۸۷من طریق ابن جریج، عن عطاء، عن ابن عباس، قال :صوموا التاسع والعاشر وخالفوا الیهود .وهذاإسناده صحیح موقوف .وانظر ما سیأتی برقم (۳۲۱۳)(حاشیة مسند احمد)

اور ملانے کا پختہ ارادہ ظاہر فرمایا۔ ؎۱

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں ان باتوں میں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا، اہلِ کتاب (یعنی یہود ونصاریٰ) کی موافقت کو پسند فرماتے تھے، جس میں بہت سی حکمتیں تھیں، لیکن بعد میں یہ بات منسوخ اور ختم ہوگئی اور اہلِ کتاب کی مخالفت کا قولاً اور فعلاً اہتمام کیا جانے لگا تھا، جو بہت سی وجہ سے ضروری تھا (خصائل نبوی بتغیر) ؎۲

؎۱ (صوموا يوم عاشوراء وخالفوا فيه اليهود صوموا قبله يوما وبعده يوما) اتفقوا على ندب صومه .قال النووى: كان النبى صلى الله عليه وسلم يصومه بمكة فلما هاجروا وجد اليهود يصومونه فصامه بوحى أو اجتهاد لا بإخبارهم وقال ابن رجب: ويتحصل من الأخبار أنه كان للنبى صلى الله عليه وسلم أربع حالات كان يصومه بمكة ولا يأمر بصومه فلما قدم المدينة وجد أهل الكتاب يصومونه ويعظمونه وكان يحب موافقتهم فيما لم يؤمر فيه فصامه وأمر به وأكد فلما فرض رمضان ترك التأكيد ثم عزم فى آخر عمره أن يضم إليه يوما آخر مخالفة لأهل الكتاب ولم يكن فرضا قط على الأرجح (فيض القدير،شرح الجامع الصغيرللأمام المناوى ،الجزء الرابع ۲۱۵،حرف الصاد،تحت رقم الحديث ۵۰۶۸)

قال المناوى بعد نقل هذا الحديث :فيه محمد بن أبى ليلى وفيه كلام كثير اه وفيه أيضا داود بن على الهاشمى قال فى الميزان: ليس بحجة ثم ساق له هذا الخبر(فيض القديرشرح الجامع الصغيرللأمام المناوى ،الجزء الرابع،حرف الصاد،الحديث رقم۵۰۶۸)

؎۲ قال الحافظ رحمه الله وهذا كان فى آخرالامروقدكان صلى الله عليه وسلم يحب موافقة اهل الكتاب فيمالم يؤمر فيه بشيئ ولاسيما اذا كان فيما يخالف فيه اهل الاوثان فلما فتحت مكة واشتهر امرالاسلام أحب مخالفة اهل الكتاب ايضاً كما ثبت فى الصحيح فهذا من ذلک فوافقهم اولاً وقال نحن احق بموسٰى منكم ثم أحب مخالفتهم فأمر بان يضاف اليه يوم قبله ويوم بعده خلافاً لهم (فتح الملهم ج ۳ ص ۱۴۶ ،للعلامة شبير احمد عثمانى رحمه الله)

قال النووى: واختلفوا فى تأويل موافقة أهل الكتاب فيما لم ينزل عليه فيه شىء، فقيل فعله ائتلافا لهم فى أول الإسلام، وموافقة لهم على مخالفة عبدة الأصنام، فلما أغناه الله تعالى عن ذلک، وأظهر الإسلام على الدين كله خالفهم فى أمور منها (مرقاة المفاتيح، ج۷ص۲۸۱۷، كتاب اللباس، باب الترجل)

إن ذلک كان فى أول الأمر عند قدومه على المدينة فى الوقت الذى كان يستقبل قبلتهم ، وإن ذلک كله كانت حكمته التأنيس لأهل الكتاب حتى يصغوا إلى ما جاء به ، فيتبين لهم أنه الحق ، والاستئلاف لهم ليدخلوا فى الدين ، فلما غلبت عليهم الشقوة ، ولم ينفع معهم ذلک نسخ الله تعالى استقبال قبلتهم بالتوجه نحو الكعبة ، وأمر النبى ـ صلى الله عليه وسلم ـ بمخالفتهم فى غير شىء (المفهم لما اشكل فيه من تلخيص كتاب مسلم للقرطبى، ج۱۹ ص ۵۲، كتاب النبوات، ومن باب فى شعر رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ وكيفيته)

مذکورہ احادیث وروایات کے پیشِ نظر دس محرم کا روزہ رکھنا یہودیوں کی مشابہت سے خالی نہ تھا اور اس کو چھوڑ دینا بھی اس کے فضائل اور برکات سے محرومی کا باعث ہوتا، لہٰذا فقہائے کرام ان ارشادات کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ تنہا دس محرم کا روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی (یعنی خلافِ اولیٰ) ہے۔ [1]

---

[1] اس موقع پر بعض اہل علم حضرات کا کہنا یہ ہے کہ:

''ہمارے زمانے میں چونکہ یہود ونصاریٰ وغیرہ یومِ عاشوراء (دسویں محرم) کو روزہ نہیں رکھتے، بلکہ ان کا کام بھی قمری مہینوں کے حساب سے نہیں ہوتا، اس لئے اب کسی اشتراک اور تشابہ کا سوال ہی نہیں رہا، لہٰذا فی زماننا رفع تشابہ کے لئے نویں یا گیارہویں کا روزہ رکھنے کی ضرورت نہ ہونی چاہئے'' (معارف الحدیث بلفظہٖ ج۴ص۱۷۱)

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ خواہ اب یہود ونصاریٰ کے ساتھ یہ تشبہ نہ پایا جا رہا ہو، تب بھی احادیث وروایات کی اتباع کا تقاضا یہی ہے کہ ان پر عمل کیا جائے ''لانہٗ منصوص'' جیسا کہ چودہ سو سال سے امت کا اس پر عمل چلا آرہا ہے، ورنہ اس سے تو بہت سے اسلامی احکام میں تغیر پیدا کرنے کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔

وفی الجملة الاقتداء به سنة؛ لاحتمال بقاء المعنى الذى فعله من أجله، ولأنه قد يفعل الشىء لمعنى ويبقى فى حق غيره سنة، مع زوال المعنى، كالرمل والاضطباع فى طواف القدوم، فعله هو وأصحابه لإظهار الجلد للكفار، وبقى سنة بعد زوالهم(المغنى لابن قدامه ج ۲ ص ۲۸۹، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين)

پھر ضروری نہیں کہ تمام یہود ونصاریٰ آج کل اس پر عمل نہ کرتے ہوں کیونکہ یہ ثابت کرنا مشکل ہے (کذا فی فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ص۱۹۷)

یا آئندہ کسی بھی وقت اس پر عمل نہ کریں یا ان کے اصل مذہب میں بھی یہ بات نہ ہو، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہود ونصاریٰ وغیرہ قمری تاریخوں کا استعمال نہیں کرتے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہود ونصاریٰ کے لئے آج کے دور میں دس محرم کے دن کا حساب قمری تاریخ کے اعتبار سے کرنا ممکن بھی نہیں، جیسا کہ عام طور پر مسلمانوں نے قمری تاریخوں کا استعمال چھوڑا ہوا ہے، لیکن اس کے باوجود قمری تاریخوں سے متعلق اسلامی احکام (مثلاً رمضان، عیدین وغیرہ) قمری حساب سے ہی معلوم اور طے کیے جاتے ہیں۔

جناب عبدالقدوس ہاشمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''مگر مذہبی امور کے لئے قمری حساب کسی نہ کسی قدر باقی رکھا گیا۔ مثلاً نصاریٰ کا ایسٹر ہندوؤں کی دیپاولی اور یہودیوں کا صوم کبور (یعنی عاشوراء) اب بھی قمری حساب سے ہوتے ہیں۔ باقی کاروباری ضرورتوں کے لئے شمسی سال رائج ہوگیا'' (تقویم تاریخی، صفحہ ''ق'' داستان ماہ وسال، از مولانا عبدالقدوس ہاشمی صاحب، مطبوعہ: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، طبع دوم: 1407ہجری/ 1987 عیسوی)

پس بہتر ومستحب یہ ہے کہ دس محرم کے ساتھ ایک دن پہلے یعنی نویں تاریخ کا ایک روزہ اور ملالیا جائے اور اگر ایک دن پہلے کوئی روزہ نہ رکھ سکے تو ایک دن بعد کا ایک روزہ اس کے ساتھ اور ملالیا جائے تا کہ یہودیوں کی مخالفت بھی ہوجائے اور اس دن کے روزہ کی فضیلت بھی حاصل ہوجائے۔ ل

ل وعلى هذا فصيام عاشوراء على ثلاث مراتب أدناها أن يصام وحده وفوقه أن يصام التاسع معه وفوقه أن يصام التاسع والحادى عشر والله أعلم (فتح البارى لابنِ حجر، ج۴ص ۲۴۶، كتاب الصوم، باب صيام يوم عاشوراء)

وبهذه الأحاديث القولية والفعلية اتفق العلماء على استحباب صيام يوم عاشوراء بل سنيته لثبوت المواظبة النبوية عليه واستحباب أن يضم معه يوم التاسع أو الحادى عشر (الاثار المرفوعة فى الاخبار الموضوعة ص۷۷،مشمولة :مجموعة رسائل اللكنوى ج۵)

(قوله: المكروه) بالنصب عطفا على السنة أو بالرفع على الابتداء وخبره قوله: كالعيدين وحينئذ لا يحتاج إلى التكلف المار فى وجه إدخاله فى النفل على أن صوم العيدين مكروه تحريما ولو كان الصوم واجبا (قوله: كالعيدين) أى وأيام التشريق نهر (قوله: وعاشوراء وحده) أى مفردا عن التاسع أو عن الحادى عشر إمداد؛ لأنه تشبه باليهود محيط (قوله: وسبت وحده) للتشبه باليهود بحر وهذه العلة تفيد كراهة التحريم إلا أن يقال: إنما تثبت بقصد التشبه كما مر نظيره ط(ردالمحتار، ج ۲ ص ۳۷۵،كتاب الصوم)

والظاهر أن صوم عاشوراء من القسم الثانى بل سماه فى الخانية مستحبا فقال: ويستحب أن يصوم يوم عاشوراء بصوم يوم قبله أو يوم بعده ليكون مخالفا لأهل الكتاب ونحوه فى البدائع (ردالمحتار، ج ۲ ص ۳۷۵،كتاب الصوم)

قال بعض العلماء :ولعل السبب فى صوم التاسع مع العاشر أن لا يتشبه باليهود فى إفراد العاشر وفى الحديث إشارة إلى هذا وقيل للاحتياط فى تحصيل عاشوراء والأول أولى والله أعلم (شرح النووى علىٰ مسلم، ج۸ص۱۳،كتاب الصيام، باب اى يوم يصام فى عاشوراء)

قلت :قال الحافظ فى الفتح :ولأحمد مرفوعا عن ابن عباس :صوموا يوم عاشوراء ، خالفوا اليهود ، صوموا يوما قبله أو يوما بعده ، وهذا كان فى آخر الأمر ، وقد كان صلى الله عليه وسلم يحب موافقة أهل الكتاب فيما لم يؤمر فيه بشىء ولا سيما إذا كان فيما يخالف فيه أهل الأوثان ، فلما فتحت مكة واشتهر أمر الإسلام أحب مخالفة أهل الكتاب أيضا كما ثبت فى الصحيح ، فهذا من ذلک ، فوافقهم أولا وقال " :نحن أحق بموسى منكم "، ثم أحب مخالفتهم فأمر بأن يضاف إليه يوم قبله ويوم بعده خلافا لهم انتهى (تحفة الاحوذى، ج۳ص۳۸۳، ابواب الصوم،باب ماجاء عاشوراء اى يوم هو؟)

قوله :(فأنا أحق بموسى منكم) لقوله تعالى :(فبهداهم اقتده) .وعلم بهذا أن المطلوب منه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوردوروزوں کے بہتر و مستحب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی تنہا صرف دس محرم کا روزہ رکھے، تو وہ بھی گناہ گار نہیں، بلکہ ثواب کا مستحق ہے، البتہ اس کے مقابلہ میں زیادہ بہتر یہ ہے کہ دسویں کے ساتھ نویں یا گیارہویں کا بھی روزہ رکھ لے۔

لہٰذا جو بعض لوگ اس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ تنہا دس محرم کا روزہ رکھنا گناہ ہے، یہ بات درست نہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کے روزہ کی جو فضیلت بیان فرمائی ہے، وہ تو دس محرم کا روزہ رکھنے سے ہی حاصل ہوتی ہے، البتہ یہود کی مخالفت وغیرہ کی وجہ سے ایک اضافی فضیلت و مستحب درجہ کا عمل یہ ہے کہ اس کے ساتھ آگے یا پیچھے کا ایک روزہ اور ملا لیا جائے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الموافقة لموسى لا الموافقة لليهود فلا يشكل أنه يجب مخالفة اليهود لا موافقتهم على أنه كان فى أول الأمر يجب موافقتهم لتأليفهم ثم علم منهم إصرارهم على الكفر وعدم التأثير للتأليف فيهم ترك موافقتهم ومال إلى مخالفتهم ، ولهذا عزم على المخالفة فى آخر الأمر بضم اليوم الثانى إلى صوم عاشوراء كما ثبت والله تعالى أعلم(حاشية السندى على البخارى، ج ا ص ٢٢٣، كتاب الصوم،باب صيام يوم عاشوراء)

إفراد يوم عاشوراء بالصوم:

ذهب الحنفية -وهو مقتضى كلام أحمد كما يقول ابن تيمية -إلى كراهة إفراد يوم عاشوراء بالصوم للتشبه باليهود .

فقد روى مسلم عن ابن عباس رضى الله عنهما أنه قال :حين صام رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم عاشوراء وأمر بصيامه قالوا :يا رسول الله، إنه يوم تعظمه اليهود والنصارى .فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :فإذا كان العام المقبل إن شاء الله صمنا اليوم التاسع ،قال :فلم يأت العام المقبل حتى توفى رسول الله صلى الله عليه وسلم.

قال النووى، نقلا عن بعض العلماء فى تعليقه على الحديث :لعل السبب فى صوم التاسع مع العاشر أن لا يتشبه باليهود فى إفراد العاشر، وفى الحديث إشارة إلى هذا .

هذا، واستحب الشافعية والحنابلة صوم عاشوراء -وهو العاشر من المحرم -وتاسوعاء -وهو التاسع منه ويرى الحنفية أنه يستحب أن يصوم قبل عاشوراء يوما وبعده يوما .

وقال المالكية :ندب صوم عاشوراء وتاسوعاء والثمانية قبله(الموسوعة الفقهية الكويتية ، ج ١٢ ص ١١ ،مادة "تشبه")

نفل روزوں سے متعلق چند مسائل

مسئلہ نمبر 1...... دس محرم کے روزے کے احکام وہی ہیں جو دوسرے سنت ونفل روزوں کے ہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 2...... نفل روزوں کی دل میں نیت اگر یہ مقرر کر کے کی جائے کہ میں نفل کا روزہ

---

[1] والتطوع اصطلاحا :التقرب إلى الله تعالى بما ليس بفرض من العبادات .

وصوم التطوع :التقرب إلى الله تعالى بما ليس بفرض من الصوم.

فضل صوم التطوع:

ورد فى فضل صوم التطوع أحاديث كثيرة، منها :حديث سهل -رضى الله تعالى عنه -عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :إن فى الجنة بابا يقال له :الريان، يدخل منه الصائمون يوم القيامة، لا يدخل منه أحد غيرهم .فيقال :أين الصائمون؟ فيقومون، لا يدخل منه أحد غيرهم .فإذا دخلوا أغلق، فلم يدخل منه أحد .

ومنها ما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :من صام يوما فى سبيل الله باعد الله تعالى وجهه عن النار سبعين خريفا .

أنواع صوم التطوع:قسم الحنفية صوم التطوع إلى مسنون، ومندوب، ونفل.

فالمسنون :عاشوراء مع تاسوعاء .والمندوب :صوم ثلاثة أيام من كل شهر، وصوم يوم الاثنين والخميس، وصوم ست من شوال، وكل صوم ثبت طلبه والوعد عليه؛ كصوم داود عليه الصلاة والسلام، ونحوه.

والنفل :ما سوى ذلک مما لم تثبت كراهته.

وقسم المالكية -أيضا -صوم التطوع إلى ثلاثة أقسام :سنة، ومستحب، ونافلة.

فالسنة :صيام يوم عاشوراء .والمستحب :صيام الأشهر الحرم، وشعبان، والعشر الأول من ذى الحجة، ويوم عرفة، وستة أيام من شوال، وثلاثة أيام من كل شهر، ويوم الاثنين والخميس.والنافلة: كل صوم لغير وقت ولا سبب، فى غير الأيام التى يجب صومها أو يمنع.

وعند الشافعية والحنابلة :صوم التطوع والصوم المسنون بمرتبة واحدة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص۸۶،۸۷، مادة ”صوم“)

صوم التطوع -:وهو:

- 1صوم يوم عاشوراء - 2.صوم يوم عرفة - 3.صوم يوم الاثنين والخميس من كل أسبوع -4. صيام ثلاثة أيام من كل شهر، وهى الأيام البيض - 5.صيام ستة أيام من شوال - 6.صوم شهر شعبان - 7.صوم شهر المحرم - 8.صوم شهر رجب - 9.صيام ما ثبت طلبه والوعد عليه فى السنة الشريفة.(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۲۸،ص ۱۳ وص ۱۴،ماده صوم)

رکھتا ہوں یا رکھتی ہوں تو بھی صحیح ہے اور اگر صرف یہ نیت کرے کہ میں روزہ رکھتا ہوں یا رکھتی ہوں تب بھی صحیح ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 3...... اکثر فقہائے کرام کے نزدیک نفل روزے کی رات سے نیت کرنا ضروری نہیں۔

اگر کسی کا دن کے شروع وقت میں روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا، لیکن طلوعِ فجر کے بعد سے ابھی تک کچھ کھایا پیا نہیں پھر روزہ رکھنے کا ارادہ ہوگیا، تو حنفیہ کے نزدیک زوال سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے (یعنی ضحوۂ کبریٰ جو طلوعِ فجر سے سورج غروب ہونے تک کے آدھے حصہ کا نام ہے) تک نفل روزے کی نیت کرلینا صحیح ہے، اس کے بعد نیت کرنا صحیح نہیں۔ [2]

---

[1] أما كيفية النية فينظر إن كان الصوم عينا يكفيه نية مطلق الصوم حتى لو صام رمضان بنية مطلق الصوم يقع على رمضان، وكذا فى صوم التطوع إذا صام مطلقا خارج رمضان يقع عن النفل لأن الوقت متعين للنفل شرعا(تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ا ص ٣٤٧، كتاب الصوم)

(قال) : ولا يكون صائما فى رمضان ولا فى غيره ما لم ينو الصوم، وإن اجتنب المفطرات إلى آخر يومه بمرض أو غير مرض، وقد بينا قول زفر -رحمه الله تعالى -فى الصحيح المقيم إنه يتأدى منه الصوم بمجرد الإمساك من غير النية فإن كان مريضا أو مسافرا فلا خلاف أنه لا يكون صائما ما لم ينو وعند زفر -رحمه الله تعالى -ما لم ينو من الليل قال :لأن الأداء غير مستحق عليه فى هذا الوقت نفسه فلا يتعين إلا بنيته بخلاف الصحيح المقيم وعندنا اشتراط النية ليصير الفعل قربة فإن الإخلاص والقربة لا يحصل إلا بالنية قال الله تعالى (:وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين) ففى هذا المسافر والمقيم سواء إنما فارق المسافر المقيم فى الترخيص بالفطر فإذا لم يترخص صحت منه النية قبل انتصاف النهار كما تصح من المقيم(المبسوط للسرخسى، ج٣ص ٨٦، كتاب الصوم)

[2] أحكام النية فى صوم التطوع:

أ -وقت النية:

ذهب جمهور الفقهاء -الحنفية والشافعية والحنابلة -إلى أنه لا يشترط تبييت النية فى صوم التطوع، لحديث عائشة رضى الله تعالى عنها قالت :دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم فقال :هل عندكم شيء؟ فقلنا :لا، فقال :فإني إذا صائم .

وذهب المالكية إلى أنه يشترط فى نية صوم التطوع التبييت كالفرض .لقول النبى صلى الله عليه وسلم :من لم يبيت الصيام من الليل فلا صيام له فلا تكفى النية بعد الفجر، لأن النية القصد، وقصد الماضى محال عقلا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 4...... نفل روزہ میں کسی مخصوص نفل روزہ کی نیت کرنا ضروری نہیں، بلکہ عام روزہ کی نیت کے ساتھ اس دن کے نفلی روزہ کی فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔ ل

مسئلہ نمبر 5...... مشہور ہے کہ جب تک فجر کی اذان کی آواز نہ آئے اس وقت تک سحری کھانا جائز رہتا ہے، یہ غلط ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ سحری کا وقت طلوعِ فجر ہونے پر ختم ہوجاتا ہے، خواہ ابھی اذان بھی نہ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

واختلف جمهور الفقهاء فی آخر وقت نية التطوع.

فذهب الحنفية :إلى أن آخر وقت نية صوم التطوع الضحوة الكبرى.

والمراد بها :نصف النهار الشرعي، والنهار الشرعی :من استطارة الضوء فی أفق المشرق إلى غروب الشمس، ونصوا على أنه لا بد من وقوع النية قبل الضحوة الكبرى، فلا تجزء النية عند الضحوة الكبرى اعتبارا لأكثر اليوم كما قال الحصكفي .

وذهب الشافعية :إلى أن آخر وقت نية صوم التطوع قبل الزوال، واختص بما قبل الزوال لما روى أن النبی -صلى الله عليه وسلم -قال لعائشة يوما :هل عندكم شیء ؟ قالت :لا .قال :فإنی إذن صائم .إذ الغداء اسم لما يؤكل قبل الزوال، والعشاء اسم لما يؤكل بعده؛ ولأنه مضبوط بين، ولإدراک معظم النهار به كما فی رکعة المسبوق .قال الشربينی الخطيب :وهذا جرى على الغالب ممن يريد صوم النفل وإلا فلو نوى قبل الزوال -وقد مضى معظم النهار -صح صومه.

وذهب الحنابلة -والشافعية فی قول مرجوح -إلى امتداد وقت النية إلى ما بعد الزوال، قالوا :إنه قول معاذ وابن مسعود وحذيفة، ولم ينقل عن أحد من الصحابة -رضی الله عنهم -ما يخالفه صريحا، ولأن النية وجدت فی جزء النهار، فأشبه وجودها قبل الزوال بلحظة.

ويشترط لصحة نية النفل فی النهار :أن لا يكون فعل ما يفطره قبل النية، فإن فعل فلا يجزئه الصوم حينئذ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص٨٧ وص٨٨، مادة "صوم")

ل ب -تعيين النية:اتفق الفقهاء على أنه لا يشترط فی نية صوم التطوع التعيين، فيصح صوم التطوع بمطلق النية، وقال النووی :وينبغی أن يشترط التعيين فی الصوم المرتب، كصوم عرفة، وعاشوراء ، والأيام البيض، والستة من شوال، ونحوها، كما يشترط ذلک فی الرواتب من نوافل الصلاة.

والمعتمد عند الشافعية خلاف ما صرح به النووی، قال المحلی :ويجاب بأن الصوم فی الأيام المذكورة منصرف إليها، بل لو نوى به غيرها حصلت أيضا -كتحية المسجد - لأن المقصود وجود الصوم فيها، قال القليوبی :هذا الجواب معتمد من حيث الصحة، وإن كان التعيين أولى مطلقا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص٨٨ وص ٨٩، مادة "صوم")

ہوئی ہو۔ [1]

اور طلوعِ فجر کا وقت مستند جنتریوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

مسئلہ نمبر 6......نیت زبان سے الفاظ ادا کرنے کا نام نہیں بلکہ دل کے ارادہ کا نام ہے۔

لہٰذا دل میں نیت کرلینا کافی ہے، زبان سے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں۔ [2]

مسئلہ نمبر 7......سحری کھانا سنت ہے، اگر بھوک نہ ہو تو سنت کی نیت سے تھوڑا بہت کچھ کھا لینا چاہئے، لیکن اگر کسی نے بالکل سحری نہ کھائی اور بغیر سحری کے روزہ رکھ لیا تب بھی روزہ ہوجائے گا۔ [3]

مسئلہ نمبر 8......نفلی روزہ اگر رکھ کر پورا کرنے سے پہلے توڑ دیا جائے، تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اس کی قضاء ضروری ہوجاتی ہے، لیکن کفارہ وغیرہ لازم نہیں ہوتا۔

اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک نفلی روزہ شروع کرکے اس کو پورا کرنا مستحب ہوتا ہے، لیکن اس کو توڑنے کے بعد قضاء کرنا واجب نہیں ہوتا۔ [4]

---

[1] وعليه اجماع الامة اى لايجوز الاكل والشرب للصائم بعد طلوع الفجر.
تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''رمضان المبارک کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں۔

[2] (قوله: بنية) قال فى الاختيار النية شرط فى الصوم وهى أن يعلم بقلبه أنه يصوم ...... وليست النية باللسان شرطا(ردالمحتار، ج ۲ ص ۳۷۷کتاب الصوم ملخصاً)
والنية معرفته بقلبه أن يصوم كذا فى الخلاصة، ومحيط السرخسى .والسنة أن يتلفظ بها كذا فى النهر الفائق .ثم عندنا لا بد من النية لكل يوم فى رمضان كذا فى فتاوى قاضى خان .والتسحر فى رمضان نية ذكره نجم الدين النسفى، وكذا إذا تسحر لصوم آخر، وإن تسحر على أنه لا يصبح صائما لا يكون نية، ولو نوى من الليل ثم رجع عن نيته قبل طلوع الفجر صح رجوعه فى الصيامات كلها كذا فى السراج الوهاج، ولو قال نويت أن أصوم غدا إن شاء الله -تعالى -صحت نيته هو الصحيح كذا فى الظهيرية (الفتاوىٰ الهندية ج ۱ ص ۱۹۵ كتاب الصوم، الباب الاول)

[3] التسحر مستحب، ووقته آخر الليل قال الفقيه أبو الليث، وهو السدس الأخير هكذا فى السراج الوهاج ثم تأخير السحور مستحب كذا فى النهاية ويكره تأخير السحور إلى وقت يقع فيه الشك هكذا فى السراج الوهاج(الفتاوىٰ الهندية، ج ا ص ۲۰۰، كتاب الصوم، الباب الثالث)

[4] البتہ مالکیہ کے نزدیک اگر عذر کی وجہ سے نفل روزہ توڑا جائے، تو اس کی قضا لازم نہیں ہوتی۔
إذا كان التطوع عبادة كالصلاة والصيام، فعند الحنفية والمالكية :إذا شرع فيه وجب إتمامه، وإذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 9......عورت اگر اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہو، تو اس کو اپنے شوہر کی اجازت کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فسد وجب قضاؤه؛ لأن التطوع يلزم بالشروع مضيا وقضاء .
ولأن المؤدى عبادة، وإبطال العبادة حرام، لقوله تعالى :(ولا تبطلوا أعمالكم) وقد قال النبى صلى الله عليه وسلم لعائشة وحفصة رضى الله عنهما وقد أفطرتا فى صوم التطوع اقضيا يوما مكانه.
غير أن المالكية لا يوجبون القضاء إلا إذا كان الفساد متعمدا، فإن كان لعذر فلا قضاء .
وعند الشافعية والحنابلة :يستحب الإتمام إذا شرع فى التطوع ولا يجب، كما أنه يستحب القضاء إذا فسد، إلا فى تطوع الحج والعمرة فيجب إتمامهما إذا شرع فيهما؛ لأن نفلهما كفرضهما نية وفدية وغيرهما .
واستدل الشافعية والحنابلة على عدم وجوب الإتمام بقول النبى صلى الله عليه وسلم :الصائم المتطوع أمير نفسه، إن شاء صام، وإن شاء أفطر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٢ ص١٦٠، مادة "تطوع")
واختلف الفقهاء فى حكم قضاء صوم التطوع عند إفساده.
فذهب الحنفية والمالكية إلى وجوب قضاء صوم التطوع عند إفساده .لما روت عائشة رضى الله تعالى عنها أنها قالت :كنت أنا وحفصة صائمتين، فعرض لنا طعام اشتهيناه، فأكلنا منه، فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فبدرتنى إليه حفصة -وكانت ابنة أبيها -فقالت:يا رسول الله إنا كنا صائمتين، فعرض لنا طعام اشتهيناه فأكلنا منه، فقال :اقضيا يوما آخر مكانه .
ولأن ما أتى به قربة، فيجب صيانته وحفظه عن البطلان، وقضاؤه عند الإفساد لقوله تعالى :(ولا تبطلوا أعمالكم)، ولا يمكن ذلك إلا بإتيان الباقى، فيجب إتمامه وقضاؤه عند الإفساد ضرورة، فصار كالحج والعمرة التطوعين.
ومذهب الحنفية :وجوب القضاء عند الإفساد مطلقا، أى :سواء أفسد عن قصد -وهذا لا خلاف فيه -أو غير قصد، بأن عرض الحيض للصائمة المتطوعة، وذلك فى أصح الروايتين، واستثنوا من ذلك :صوم العيدين وأيام التشريق، فلا تلزم بالشروع، لا أداء ولا قضاء ، إذا أفسد، لارتكابه النهى بصيامها، فلا تجب صيانته، بل يجب إبطاله، ووجوب القضاء ينبنى على وجوب الصيانة، فلم يجب قضاء ، كما لم يجب أداء .
وخص المالكية وجوب القضاء بالفطر العمد الحرام، وذلك كمن شرع فى صوم التطوع، ثم أفطر من غير ضرورة ولا عذر،قال الحطاب :احترز بالعمد من النسيان والإكراه، وبالحرام عمن أفطر لشدة الجوع والعطش والحر الذى يخاف منه تجدد مرض أو زيادته، وكذلك عمن أفطر لأمر والديه وشيخه، وعدوا السفر الذى يطرأ عليه من الفطر العمد.
وذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه لا يجب القضاء على من أفسد صوم التطوع، لأن القضاء يتبع المقضى عنه، فإذا لم يكن واجبا، لم يكن القضاء واجبا، لكن يندب له القضاء ، سواء أفسد صوم التطوع بعذر أم بغير عذر، خروجا من خلاف من أوجب قضاءه.
ونص الشافعية والحنابلة على أنه إذا أفطر الصائم تطوعا لم يثب على ما مضى، إن خرج منه بغير عذر، ويثاب عليه إن خرج بعذر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨ ص٩٨، ٩٩،مادة "صوم")

بغیر نفلی روزہ رکھنا منع ہے، اس لئے عورت کو نفل روزہ رکھنے کے لئے اپنے شوہر سے اجازت لے لینا چاہئے۔ [1]

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] الإذن فی صوم التطوع:
اتفق الفقهاء على أنه ليس للمرأة أن تصوم تطوعا إلا بإذن زوجها، لقول النبی صلی الله علیه وسلم :لا تصم المرأة وبعلها شاهد، إلا بإذنه، ولأن حق الزوج فرض، فلا يجوز تركه لنفل.
ولو صامت المرأة بغير إذن زوجها صح مع الحرمة عند جمهور الفقهاء ، والكراهة التحريمية عند الحنفية، إلا أن الشافعية خصوا الحرمة بما يتكرر صومه، أما ما لا يتكرر صومه كعرفة وعاشوراء وستة من شوال فلها صومها بغير إذنه، إلا إن منعها.
ولا تحتاج المرأة إلى إذن الزوج إذا كان غائبا، لمفهوم الحديث ولزوال معنى النهی .
قال الشافعية :وعلمها برضاه كإذنه .ومثل الغائب عند الحنفية -المريض، والصائم والمحرم بحج أو عمرة، قالوا :وإذا كان الزوج مريضا أو صائما أو محرما لم يكن له منع الزوجة من ذلک، ولها أن تصوم وإن نهاها.
وصرح الحنفية والمالكية بأنه لا يصوم الأجير تطوعا إلا بإذن المستأجر، إن كان صومه يضر به فی الخدمة، وإن كان لا يضره فله أن يصوم بغير إذنه.
وإذا صامت الزوجة تطوعا بغير إذن زوجها فله أن يفطرها، وخص المالكية جواز تفطيرها بالجماع فقط، أما بالأكل والشرب فليس له ذلک، لأن احتياجه إليها الموجب لتفطيرها إنما هو من جهة الوطء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص ۹۹ تا ص ۱۰۰، مادة "صوم")

(فصل نمبر۴)

دس محرم کو اہل وعیال پر وسعت کرنا

ابنِ عبدالبر اپنی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ وَسَّعَ عَلٰى نَفْسِهٖ وَأَهْلِهٖ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَتِهٖ .قَالَ جَابِرٌ جَرَّبْنَاهُ فَوَجَدْنَاهُ كَذٰلِكَ (الاستذكار لجامع لمذاهب فقهاء الأمصار، ج۳ ص ۳۳۱، كتاب الصيام ،باب صيام يوم عاشوراء)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ جو اپنے آپ پر اور اپنے گھر والوں پر عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن (کھانے پینے وغیرہ میں) وسعت (یعنی کشادگی وفراخی) کرے گا، اللہ اس پر پورے سال وسعت (کشادگی وفراخی) فرمائے گا۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا، تو اس کو اپنے تجربہ میں اسی طرح پایا (الاستذکار)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اپنی سند کے ساتھ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی روایت کی ہے۔[1]

ابنِ عبدالبر کی سند سے روایت کردہ مذکورہ حدیث کو بعض محدثین نے سند کے لحاظ سے صحیح،

---

[1] أخبرنا علي بن أحمد بن عبدان، أخبرنا أحمد بن عبيد، حدثنا محمد بن يونس، حدثنا عبد الله بن إبراهيم الغفاري، حدثنا عبد الله بن أبي بكر ابن أخي محمد بن المنكدر، عن محمد بن المنكدر عن جابر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله على أهله طول سنته " ."هذا إسناد ضعيف وروى من وجه آخر كما "(شعب الايمان للبيهقي رقم الحديث ۳۵۱۲)

قلت: وهذا اسناد ضعيف،فان فيه محمد بن يونس الكديمي .بل عند البعض متهم بالكذب.

بلکہ صحیح مسلم کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے۔ [1]

البتہ بعض حضرات نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے، اوراس کو منکر کہا ہے۔ [2]

---

[1] وقال الحافظ ابو الفضل العراقی فی امالیه .... وله طریق عن جابر علی شرط مسلم اخرجها ابن عبد البر فی الاستذکارمن روایة ابی الزبیر،وهو اصح طرقه(کشف الخفاء ومزیل الالباس للعجلونی،ج۲ص ۳۴۱،تحت رقم الحدیث ۲۶۴۲)

وله طریق عن جابر علی شرط مسلم، أخرجها ابن عبد البر فی الاستذکار من روایة أبی الزبیر عنه، وهی أصح طرقه(المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهرة علی الألسنة للسخاوی حرف المیم،ص۶۷۵، تحت رقم الحدیث ۱۱۹۳)

والحدیث جابر طریق آخر غیر الذی أخرجه منه البیهقی وهو علی شرط مسلم أخرجه ابن عبد البر فی الاستذکار من حدیث شعبة عن أبی الزبیر عن جابر فذکره ثم قال قال جابر جربناه فوجدناه کذلک وقال أبو الزبیر مثله وقال شعبة مثله(تنزیه الشریعة المرفوعة عن الاحادیث الشنیعة الموضوعة للکنانی ج۲ص۱۵۷ ،رقم الحدیث ۳۳، کتاب الصوم،الفصل الثانی)

قال (ای العراقی)وله طرق عن جابر علی شرط مسلم اخرجها ابن عبدالبرفی الاستذکار من روایة ابی الزبیر عنه وهی اصح طرقه (الموضوعات الکبیر ص ۱۲۷ حرف المیم)

قلت قال العراقی له طرق صحح بعضها وبعضها علی شرط مسلم، قال البیهقی أسانیده الضعیفة أحدثت قوة بالتضام وکذا فی المقاصد (تذکرة الموضوعات للامام الطاهر الفتنی ص۱۱۸ ، باب الفاضلة من الأوقات والأیام والجمعة وعاشوراء والکحل وسعة الرزق وخلق کل شیء فیه والشهور وأیام النحس وما حدث فیها من البدع)

[2] چنانچہ لسان المیزان میں اس حدیث کے ایک راوی ابوخلیفہ فضل بن حباب کے بارے میں پہلے تو ابوعلی خلیلی سے ان کی کتب کا جل جانا بیان کیا گیا، اور پھر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس کو منکر قرار دیا گیا، اوراس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ ابوخلیفہ فضل بن حباب سے اس حدیث کو روایت کرنے والے راوی ابنِ احمر یعنی محمد بن معاویہ نے شاید ان سے ان کی کتب جلنے کے بعد سماعت کی ہو۔

ملاحظہ ہو اس سلسلہ میں لسان المیزان کا کلام:

وقال أبو یعلی الخلیلی: احترقت کتبه , منهم من وثقه , ومنهم من تکلم فیه , وهو إلی التوثیق أقرب.............قلت: وروی ابن عبد البر فی "الاستذکار "من طریقه حدیثا منکرا جدا ما أدری من الآفة فیه؟.

قال ابن عبد البر: أخبرنا أحمد بن قاسم، ومحمد بن إبراهیم، ومحمد بن حکم قالوا: حدثنا محمد بن معاویة حدثنا الفضل بن الحباب حدثنا هشام بن عبد الملک الطیالسی حدثنی شعبة، عن أبی الزبیر، عن جابر رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: من وسع علی نفسه وأهله یوم عاشوراء وسع الله علیه سائر سنته .قال جابر: جربناه فوجدناه کذلک.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر واقعہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے، بالخصوص جبکہ اس کی تائید دیگر احادیث وآثار سے بھی ہوتی ہے، تو اس مضمون کو منکر قرار دینے کے کوئی معنیٰ نہیں۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ وقال أبو الزبير مثله .وقال شعبة مثله.

وشيوخ ابن عبد البر الثلاثة موثقون وشيخهم محمد بن معاوية هو ابن الأحمر راوى السنن عن النسائى وثقه ابن حزم، وغيره فالظاهر أن الغلط فيه من أبى خليفة فلعل ابن الأحمر سمعه منه بعد احتراق كتبه والله أعلم(لسان الميزان لابن حجر العسقلانى، ج٦ ص ٣٣٦، تحت رقم الترجمة ٦٠٤٢، باب من اسمه الفضل، تحت ترجمة الفضل بن الحباب بن محمد بن شعيب بن عبد الرحمن أبو خليفة الجمحى)

۱؎ چنانچہ صرف ابوعلی خلیلی کے کلام کی بنیاد پر لسان المیزان میں مذکور احتمال کی وجہ سے اس حدیث کو منکر قرار دینا درست معلوم نہیں ہوا، کیونکہ ابوخلیفہ کی اکثر محدثین نے توثیق فرمائی ہے، اور ان کو اپنے وقت کا شیخ اور امام، علامہ، محدث وغیرہ قرار دیا ہے۔

أبو خليفة الامام العلامة، المحدث الاديب الاخبارى، شيخ الوقت، أبو خليفة، الفضل بن الحباب، واسم الحباب :عمرو بن محمد بن شعيب، الجمحى البصرى الاعمى.

ولد فى سنة ست ومئتين، وعنى بهذا الشأن وهو مراهق، فسمع فى سنة عشرين ومئتين، ولقى الاعلام، وكتب علما جما ....توفى أبو خليفة فى شهر ربيع الآخر، أو فى الذى يليه، سنة خمس وثلاث مئة بالبصرة(سير اعلام النبلاء ج١٤ ص٧)

الفضل بن الحباب بن محمد بن صخر بن عبد الرحمن الجمحى أبو خليفة واسم أبيه عمرو والحباب لقبه يروى عن أبى الوليد الطيالسى مات سنة خمس وثلاثمائة وكان مولده سنة سبع ومائتين(كتاب الثقات لابنِ حبان ج٩ ص٨،٩، تحت رقم الترجمة ١٤٨٨٨)

أبو خليفة الامام الثقة محدث البصرة الفضل بن الحباب الجمحى البصرى ......وكان محدثا صادقا مكثرا عن طبقة الوقت(تذكرة الحفاظ ج٢ ص٦٧٠، ٦٧١، تحت رقم الترجمة ٦٩٠/٣٦/١٠)

الفضل بن الحباب، أبو خليفة الجمحى.مسند عصره بالبصرة............ وكان ثقة عالما(ميزان الاعتدال للذهبى، ج٣ ص٣٥٠، تحت رقم الترجمة ٦٧١٧)

الفضل بن الحباب بن محمد بن شعيب .أبو خليفة الجمحى البصرى .رحلة الآفاق فى زمانه .اسم أبيه عمرو، ولقبه :الحباب......وكان محدثاً ثقة، مكثراً راوية للأخبار والأدب، فصيحاً مفوهاً(تاريخ الاسلام للذهبى، ج٧ ص٩٢،تحت رقم الترجمة ٢٤٠،حرف الفاء)

جناب ناصر الدین البانی صاحب نے اپنی کتاب ''تمام المنۃ'' میں اس حدیث کے اندر ایک علت ابوالزبیر راوی کا عنعنہ ہونا اور ان کا مدلس ہونا بیان کی ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ دس محرم کے بارے میں اسی طرح کی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

نیز حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کا مضمون مروی ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

لیکن کیونکہ دیگر احادیث اور حضرت جابر اور ابوالزبیر اور شعبہ اور حضرت سفیان اور یحییٰ بن سعید اور ابراہیم بن محمد بن منتشر وغیرہ سے یومِ عاشوراء میں توسیعِ عیال اور اس پر مرتب ہونے والے ثمرہ کا ثبوت موجود ہے، اس لئے ان شاءاللہ تعالیٰ یہ عنعنہ نقصان دہ نہیں ہوگا۔

قال جابر جربناه فوجدناه كذلك......وقال أبو الزبير وقال شعبة مثله ......قال يحيى بن سعيد جربنا ذلك فوجدناه حقا(الاستذكار لجامع لمذاهب فقهاء الأمصار، ج٣ص ١٣٣١، كتاب الصيام ،باب صيام يوم عاشوراء)

[1] حدثنا عبد الوارث بن إبراهيم أبو عبيدة العسكرى، ثنا على بن أبى طالب البزاز، ثنا الهيثم بن الشداخ، عن الأعمش، عن إبراهيم، عن علقمة، عن عبد الله، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: من وسع على عياله يوم عاشوراء لم يزل فى سعة سائر سنته (المعجم الكبير للطبرانى،رقم الحديث ١٠٠٠٧ ،الكامل لابن عدى، جزء٥، صفحه ٢١١ ،شعب الايمان للبيهقى رقم الحديث ٣٥١٣)

قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الكبير وفيه الهيصم بن الشداخ وهو ضعيف جدا (مجمع الزوائد،باب التوسعة على العيال يوم عاشوراء ، تحت رقم الحديث ٥١٣٧)

وقال ابن حجر:

هذا حديث غريب أخرجه الطبرانى عن عبد الوارث بن إبراهيم عن على بن أبى طالب البزار وهو على بن مهاجر المذكور فى روايتنا. وهكذا أخرجه العقيلى فى ترجمة على بن مهاجر من كتاب الضعفاء أخرجه عن عبد الوارث بن إبراهيم عنه لكن وقع عنده عن يحى بن وثاب بدل إبراهيم وهو وهم فقد أخرجه ابن عدى فى ترجمة على بن أبى طالب من طريق محمد بن يحى القطيعى عنه كما فى روايتنا وكذلك أخرجه من طريق عمار بن رجاء عن على ، وكذلك أخرجه ابن حبان فى ترجمة الهيصم بن الشداخ من طريق عمار بن رجاء واتفقوا على ضعف الهيصم وعلى أنه تفرد به (الامالى المطلقة، جزء ١ صفحه ٢٨،٢٩)

[2] عن أبى سعيد الخدرى، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته "(شعب الايمان للبيهقى رقم الحديث ٣٥١٤،وتحت رقم الحديث ٣٥١٣،الامالى المطلقة، جزء ١ صفحه ٢٨،المعجم الاوسط للطبرانى رقم الحديث ٩٣٠٢، معجم ابن الاعرابى رقم الحديث ٢٢٢)

اور وہ حدیث اگرچہ سند کے لحاظ سے کمزور ہے، لیکن اس کے دوسرے شواہد موجود ہیں۔ [1]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ [2]

یہ احادیث اگرچہ فرداً فرداً سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں، مگر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر قوت حاصل کر لیتی ہیں۔

چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ مختلف سندوں سے احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

هٰذِهِ الْأَسَانِيدُ وَإِنْ كَانَتْ ضَعِيفَةً فَهِيَ إِذَا ضُمَّ بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ أَخَذَتْ قُوَّةً (شعب الایمان للبیهقی، ج۵ ص۳۳، تحت رقم الحدیث ۳۵۱۵، کتاب الصوم، باب صوم التاسع مع العاشر)

ترجمہ: یہ سندیں اگرچہ ضعیف ہیں، لیکن جب بعض کو بعض کے ساتھ ملایا جاتا ہے، تو قوت حاصل کر لیتی ہیں (بیہقی)

---

[1] قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الاوسط وفيه محمد بن اسماعيل الجعفري قال أبو حاتم منكر الحديث. (مجمع الزوائد، باب التوسعة على العيال يوم عاشوراء، تحت رقم الحديث ۵۱۳۶)

وقال ابن حجر:

قلت هو ومن فوقه مدنيون معروفون لكن شيخه ضعفه أبو زرعة وضعف الجعفري المذكور أبو حاتم والحصر المذكور مردود فقد وقع لنا من وجه آخر عن أبي سعيد أخبرنيه أبو الحسن المرداوي بالإسناد الماضي إلى أحمد بن الحسين قال أخبرنا على بن أحمد بن عبدان قال أخبرنا أحمد بن عبيد قال حدثنا عبد الله بن محمد ابن أبي الدنيا قال حدثنا خالد بن خداش قال حدثنا عبد الله بن نافع عن أيوب بن سليمان بن مينا عن رجل عن أبي سعيد الخدري فذكر نحوه ، وهكذا أخرجه إسحاق بن راهويه في مسنده عن عبد الله بن نافع ، ولولا الرجل المبهم لكان إسناده جيدا ، لكنه يقوى بالذي قبله ،وله شواهد عن جماعة من الصحابة غير أبي سعيد منهم عبد الله بن مسعود وعبد الله بن عمر وجابر وأبو هريرة (الامالي المطلقة، جزء ۱ صفحه ۲۸)

[2] عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: " من وسع على عياله وأهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته ."(شعب الايمان للبيهقي رقم الحديث ۳۵۱۵، اخبارِ اصبهان رقم الحديث ۷۰۷)

محدثین کا اصول یہ ہے کہ جو حدیث متعدد ضعیف اسناد سے منقول ہو تو مختلف سندوں کے باہم ایک دوسرے کی تائید کی وجہ سے وہ ضعف ختم ہو جاتا ہے اور حدیث حسن ومقبول کے درجہ میں آ جاتی ہے۔ [1]

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَنْ وَسَّعَ عَلٰى أَهْلِهٖ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَائِرَ السَّنَةِ (الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار) [2]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے اپنے گھر والوں پر عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن وسعت (یعنی کشادگی وفراخی) کی، اللہ اس پر پورے سال وسعت (کشادگی وفراخی) فرمائے گا (الاستذکار)

حضرت ابراہیم بن محمد بن منتشر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ يُقَالُ: مَنْ وَسَّعَ عَلٰى عِيَالِهٖ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ لَمْ يَزَالُوْا فِيْ سَعَةٍ مِنْ رِزْقِهِمْ سَائِرَ سَنَتِهِمْ (شعب الايمان للبيهقي رقم الحديث ٣٥١٦، كتاب الصوم، باب صوم التاسع مع العاشر)

ترجمہ: یہ بات کہی جاتی تھی کہ جس نے اپنے اہل وعیال پر عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن وسعت کی، تو ان پر پورے سال رزق کی وسعت رہے گی (بیہقی)

ایک روایت میں حضرت ابراہیم بن محمد بن منتشر کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

أَنَّهٗ بَلَغَهٗ أَنَّهٗ مَنْ وَسَّعَ عَلٰى أَهْلِهٖ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَائِرَ

---

[1] حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں گردن کے مسح سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

ان روایات کی سند میں اگرچہ کلام ہے مگر فضائل میں ضعیف روایت پر بھی عمل جائز ہے، نیز تعددِ طرق کی وجہ سے روایت میں قوت آ جاتی ہے اگرچہ ہر سند ضعیف ہو (احسن الفتاویٰ ج۲ ص۱۳)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی "ماثبت بالسنۃ" میں اس حدیث کی سند پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

[2] ج۳ ص۳۳۱، كتاب الصيام، باب صيام يوم عاشوراء.

سَنَتِهٖ (اخبارِ اصبهان) [1]

ترجمہ: ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ جس نے اپنی گھر والوں پر عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن وسعت کی، تو اللہ اس پر سارے سال وسعت فرمائے گا (اخبارِ اصبہان)

حضرت ابراہیم بن محمد بن منتشر رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے افضل ترین علماء اور ائمۂ دین میں شمار کئے گئے ہیں، ان کے شاگردوں میں جلیلُ القدر محدثین وفقہاء مثلاً حضرت شعبہ، حضرت سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، مسعر بن کدام اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ وغیرہ جیسی شخصیتیں شامل ہیں۔ [2]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ دس محرم کے دن اہل وعیال پر وسعت کرنے پر سال بھر وسعت حاصل ہونے کی فضیلت صحابہ وتابعین کے دور میں بھی موجود تھی۔

---

[1] ج۲ص ۱۳۲، تحت رقم الترجمة ۱۳۰۲ ، تحت الترجمة القاسم بن عبدالوهاب ابو العباس.

[2] إبراهيم بن محمد بن المنتشر بن الاجدع الهمدانى الكوفى ، ابن ابن أخى مسروق بن الاجدع. رَوَى عَن :أنس بن مالك ، وحميد بن عبد الرحمن الحميرى ، وقيس بن مسلم (د) ، وأبيه محمد بن المنتشر (ع)رَوَى عَنه :جرير بن عبدالحميد (م س) ، وجعفر بن زياد الاحمر ، وسفيان الثورى (خ م س) ، وسفيان بن عُيَيْنَة (ق) ، وشعبة ابن الحجاج (خ م د س) ، وعيسى بن عُمَر القارء ، وغيلان بن جامع ، والقاسم بن معن المسعودى ، ومسعر بن كدام (م س) ، وأبو حنيفة النعمان بن ثابت ، وهريم بن سفيان (د) ، وأبو عوانة (ع)قال صالح بن أحمد بن حنبل عَن أبيه ، وأبو حاتم :ثقة صدوق.زاد أبو حاتم :صالح.وَقَال النَّسَائى :ثقة.وَقَال جعفر الاحمر :كان من أفضل من رأينا بالكوفة فى زمانه .روى له الجماعة(تهذيب الكمال ج۲ص ۱۸۳، ۱۸۴،تحت ترجمة إبراهيم بن محمد بن المنتشر بن الاجدع)

إبراهيم بن محمد بن المنتشر بن الأجدع الهمدانى الكوفى ثقة من الخامسة(تقريب التهذيب ج ۱ ص ۶۵)

إبراهيم بن محمد(ع)ابن المنتشر بن الاجدع الهمدانى الكوفى، أحد أئمة الدين، ومن ثبت العلم. وجده المنتشر هو أخو مسروق أحد الاعلام .حدث عن :أبيه وطائفة .أحاديثه يسيرة.حدث عنه : شعبة، وسفيان الثورى، وأبو عوانة، وجماعة.قال جعفر الاحمر :كان من أفضل من رأيناه بالكوفة فى زمانه .قلت :كان ذا تأله ودين وثقة وتزهد، روى له الجماعة، وهو قديم الوفاة،وكان ينبغى أن يذكر فى الطبقة الماضية -رحمه الله -ولم أر له شيئا عن أحد من الصحابة(سيراعلام النبلاء ج۷ص ۵۵،۵۶، تحت ترجمة إبراهيم بن محمد بن المنتشر بن الاجدع)

حضرت سعید بن مسیّب کے شاگرد حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ:

جَرَّبْنَا ذٰلِکَ فَوَجَدْنَاهُ حَقًّا (الاستذکار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار، ج۳ص ۳۳۱، کتاب الصیام ،باب صیام یوم عاشوراء)

ترجمہ: ہم نے اس (عاشوراء کے دن وسعت کرنے کے عمل) کا تجربہ کیا تو اس کو درست پایا (الاستذکار)

عظیم محدث حضرت سفیان بن عیینہ سے روایت ہے کہ:

جَرَّبْنَا ذٰلِکَ فَوَجَدْنَاهُ کَذٰلِکَ (الاستذکار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار، ج۳ص ۳۳۱، کتاب الصیام ،باب صیام یوم عاشوراء)

ترجمہ: ہم نے اس (عاشوراء کے دن وسعت کرنے کے عمل) کا تجربہ کیا تو اس کو اسی طرح پایا (الاستذکار)

ایک روایت میں حضرت سفیان رحمہ اللہ کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

فَجَرَّبْنَا ذٰلِکَ مُنْذُ خَمْسِیْنَ سَنَةً فَلَمْ نَرَ إِلَّا سِعَةً (اخبارِ اصبهان) [1]

ترجمہ: ہم نے اس (عاشوراء کے دن وسعت کرنے کے عمل) کا تقریباً پچاس سال تجربہ کیا، تو ہم نے (اس عمل کے نتیجہ میں) وسعت ہی دیکھی (اخبارِ اصبہان)

اس سے معلوم ہوا کہ عاشوراء یعنی دس محرم کے دن کی تاثیر یہ ہے کہ اس دن اپنے اہل وعیال پر وسعت کرنے کے نتیجہ میں اللہ سارے سال وسعت اور فراخی عطا فرماتا ہے۔ [2]

---

[1] ج۲ص ۱۳۲، تحت رقم الترجمة ۱۳۰۲ ، تحت الترجمة القاسم بن عبدالوهاب ابو العباس.

[2] (من وسع علی عیاله) وهم فی نفقته (فی یوم عاشوراء) عاشر المحرم وفی روایة بإسقاط فی (وسع الله علیه فی سنته کلها) دعاء أو خبر وذلک لأن الله سبحانه أغرق الدنیا بالطوفان فلم یبق إلا سفینة نوح بمن فیها فرد علیهم دنیاهم یوم عاشوراء وأمروا بالهبوط للتأهب للعیال فی أمر معاشهم بسلام وبرکات علیهم وعلی من فی أصلابهم من الموحدین فکان ذلک یوم التوسعة والزیادة فی وظائف المعاش فیسن زیادة ذلک فی کل عام ذکره الحکیم وذلک مجرب للبرکة والتوسعة ، قال جابر الصحابی :جربناه فوجدناه صحیحا وقال ابن عیینة :جربناه خمسین أو ستین

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حدیث توسع علی العیال کا محدثین سے ثبوت

گزشتہ بحث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ دس محرم کو اہل وعیال پر نان نفقہ میں وسعت کی احادیث وروایات اور آثار محدثین کے نزدیک قابلِ حجت ہیں، اور سلف کے دور میں اس عمل کا وجود تھا، نیز بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک بھی دس محرم کو اہل وعیال پر وسعت کرنا مستحب ہے۔ کما سیجیئ۔

لہٰذا بعض حضرات کا یہ کہنا کہ سلف کے دور میں اس عمل کا وجود نہیں تھا، یہ بات درست یا کم از کم راجح معلوم نہیں ہوتی۔ ۱

اور بعض نے جو اِن احادیث وروایات کو باطل یا موضوع قرار دیا ہے، وہ بھی درست نہیں، مبالغہ آمیزی پر مبنی ہے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

سنة وقال ابن حبيب أحد أئمة المالكية :لا تنس ينسک الرحمن عاشورا *واذكره لا زلت فى الأخبار مذكورا قال الرسول صلاة الله تشمله *قولا وجدنا عليه الحق والنورا من بات فى ليل عاشوراء ذا سعة *يكن بعيشته فى الحول مجبورا فارغب فديتک فيما فيه رغبنا *خير الورى كلهم حيا ومقبورا قال المؤلف :فهذا من هذا الإمام الجليل يدل على أن للحديث أصلا(فيض القدير شرح الجامع الصغير من أحاديث البشير النذير تحت رقم الحديث ٩٠٧٥)

۱ جیسا کہ ناصر الدین البانی صاحب نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ میں یہ دعویٰ کیا ہے۔

۲ اور امام احمد رحمہ اللہ نے جو ''لا یصح'' فرمایا ہے، تو اس سے حسن ہونے کی نفی مراد نہیں۔

وقد ورد موقوفا على عمر أخرجه ابن عبد البر بسند رجاله ثقات لكنه من رواية ابن المسيب عنه وقد اختلف فى سماعه منه ورواه فى الشعب من قول إبراهيم بن محمد بن المنتشر وأما قول الشيخ تقى الدين بن تيمية إن حديث التوسعة ما رواه أحد من الأئمة وإن أعلى ما بلغه من قول ابن المنتشر فهو عجب منه كما ترى وقد جمعت طرقه فى جزء انتهى كلام العراقى،وفى جواهر العقدين فى فضل الشرفين لنور الدين السمهودى لا يلزم من قول أحمد فى حديث التوسعة أنه لا يصح أن يكون باطلا فقد يكون غير صحيح وهو صالح للاحتجاج به إذ الحسن رتبته بين الصحيح والضعيف انتهى.وفى تنزيه الشريعة قول الإمام أحمد لا يصح لا يلزم منه أن يكون باطلا كما فهمه ابن القيم فقد يكون الحديث غير صحيح وهو صالح للاحتجاج به بأن يكون حسنا انتهى.قلت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

احادیث پر نقد وجرح کرنے والے بڑے بڑے محدثین نے دس محرم کے دن اہل وعیال پر وسعت کرنے کی حدیث پر کلام کیا، اوراس کو درست ومعتبر قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام سخاوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ثابت قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

بهذا كله بطل قول الشوكانى فى الفوائد المجموعة فى الأحاديث الموضوعة بعد نقل شىء من كلام العراقى ذكره ابن الجوزى فى الموضوعات وابن تيمية فى فتوى له فحكم بوضع الحديث من تلك الطرق والحق ما قالاه انتهى كلامه.وجه البطلان أنه كيف يكون ما قال ابن الجوزى وابن تيمية حقا،مع كونهما من المشددين المتعنتين فى الحكم بالوضع على ما بسطته فى رسالتى الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة وفى تعليقات تحفة الطلبة فى مسح الرقبة المسماة (بتحفة الكملة) وقد تعقبهما جمع من العلماء المحققين وأثبتوا كون الحديث حسنا إما لذاته ببعض أسانيده وإما لغيره بجمع أسانيده بالبراهين لا بمجرد الظن والتخمين فانظر إلى ما قال ولا تنظر إلى من قال وكذا بطل الحكم فى قول ابن تيمية فى منهاج السنة ما يذكرون من فضائل عاشوراء وما ورد من التوسعة على العيال وفضائل المصافحة والحناء والخضاب والاغتسال ونحو ذلك ويذكرون فيها صلاة كل ذلك كذب على رسول الله لم يصح فى عاشوراء إلا فى فضل صيامه انتهى.وذلك لأن كون أحاديث الحناء والاغتسال ونحو ذلك كذبا وإن كان صحيحا لكن كذب حديث التوسعة على العيال ليس بصحيح بل هو حسن محتج به فهو فى الحكم الكلى كاذب كذبه من جاء بعده فاحفظ هذا كله ينفعك فى الدنيا والآخرة (الاثارالمرفوعة فى الاخبارالموضوعة ص٨٥،الإيقاظ الأول فى ذكر أحاديث صلوات أيام الأسبوع ولياليها،مشمولة: رسائل اللكنوى ج٥)

[1] حديث: من وسع على عياله فى يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها، الطبرانى فى الشعب وفضائل الأوقات، وأبو الشيخ عن ابن مسعود، والأولان فقط عن أبى سعيد، والثانى فقط فى الشعب عن جابر وأبى هريرة، وقال: إن أسانيده كلها ضعيفة، ولكن إذا ضم بعضها إلى بعض أفاد قوة، بل قال العراقى فى أماليه: لحديث أبى هريرة طرق، صحح بعضها ابن ناصر الحافظ، وأورده ابن الجوزى فى الموضوعات من طريق سليمان ابن أبى عبد الله عنه، وقال: سليمان مجهول، وسليمان ذكره ابن حبان فى الثقات،فالحديث حسن على رأيه، قال: وله طريق عن جابر على شرط مسلم، أخرجها ابن عبد البر فى الاستذكار من رواية أبى الزبير عنه، وهى أصح طرقه، ورواه هو والدارقطنى فى الأفراد بسند جيد، عن عمر موقوفا عليه(المقاصد الحسنة فى بيان كثير من الاحاديث المشتهرة على الألسنة للسخاوى،ص٦٧٥، تحت رقم الحديث ١١٩٣، الباب الاول الاحاديث بحسب ترتيب الاحرف، حرف الميم)

اسی طرح امام عجلونی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی مختلف سندوں پر کلام کرتے ہوئے اس کو قابلِ استدلال فرمایا ہے۔ [1]

نیز علامہ طاہر پٹنی نے بھی یہی تفصیل نقل فرمائی ہے۔ [2]

---

[1] وأخرجه البيهقي في "الشعب "عن أبي سعيد الخدري وأبي هريرة وابن مسعود وجابر بأسانيد ضعيفة إذا ضم بعضها إلى بعض تقوت.
وقال الحافظ أبو الفضل العراقي في "أماليه :"حديث أبي هريرة، ورد من طرق صحح بعضها الحافظ أبو الفضل بن ناصر.
وأورده ابن الجوزي في "الموضوعات "من طريق سليمان بن أبي عبد الله عنه، وقال سليمان: مجهول، وسليمان ذكره ابن حبان في الثقات، قال: وله طريق عن جابر على شرط مسلم أخرجه ابن عبد البر في "الاستذكار "من رواية أبي الزبير، وهو أصح طرقه.
قال النجم ولفظه:" من وسع على نفسه وأهله يوم عاشوراء؛ أوسع الله عليه سائر سنته."
وورد أيضًا من حديث ابن عمر؛ أخرجه الدارقطني في "الأفراد "موقوفًا على عمر، وأخرجه ابن عبد البر بسند جيد، ورواه في "الشعب "عن محمد بن المنتشر فذكره.
قال وقد جمعت طرقه في جزء، هذا كلام العراقي في أماليه، وقد لخصت الجزء الذي جمعه في "التعقبات "على "الموضوعات "انتهى ما في "الدرر."
وقال السخاوي في "المقاصد :"رواه الطبراني والبيهقي وأبو الشيخ عن ابن مسعود والأولان فقط عن أبي سعيد، والثاني فقط عن جابر وأبي هريرة، وقال: إن أسانيده كلها ضعيفة؛ ولكن إذا ضم بعضها إلى بعض؛ استفاد قوة.
بل قال العراقي في أماليه: لحديث أبي هريرة طرق صحح بعضها الحافظ ابن ناصر الدين، قال العراقي وقد جمعت طرقه في جزء، واستدرك عليه الحافظ ابن حجر كثيرًا لم يذكره.
وتعقب اعتماد ابن الجوزي ذكره له في "الموضوعات"، وأورده ابن حبان في الثقات؛ فالحديث حسن على رأيه(كشف الخفاء ومزيل الالباس للعجلوني، ج٢ص ٣٤١، ٣٤٢، تحت رقم الحديث ٢٦٤٢،حرف الميم)

[2] من وسع على عياله وأهله يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها فيه سليمان مجهول والحديث غير محفوظ: قلت قال العراقي له طرق صحح بعضها وبعضها على شرط مسلم، قال البيهقي أسانيده الضعيفة أحدثت قوة بالتضام وكذا في المقاصد وقد أورده ابن الجوزي في الموضوعات من طريق لسليمان لجهالته، وقد ذكره ابن حبان في الثقات فالحديث حسن على رأيه وله طريق أخرى على شرط مسلم وهو أصح طرقه وروى بسند جيد عن عمر موقوفا وتعقب شيخنا اعتماد ابن الجوزي قول العقيلي في هيصم أنه مجهول قال بل ذكره ابن حبان في الثقات والضعفاء، وفي الوجيز هو عن ابن مسعود وفيه الهيصم راوي الطامات، وأبي هريرة وفيه سليمان بن أبي عبد الله مجهول قال ولا يثبت فيه حديث: قلت أخرجه البيهقي عن أبي سعيد وأبي هريرة وجابر قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

امام کنانی رحمہ اللہ نے بھی یہی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أسانيده كلها ضعيفة ولكن قويت بالتضام، وقال العراقى حديث أبى هريرة ورد من طرق صحح بعضها (تذكرة الموضوعات للامام الطاهر الفتنى ص١١٨ ،باب الفاضلة من الأوقات والأيام والجمعة وعاشوراء والكحل وسعة الرزق وخلق كل شيء فيه والشهور وأيام النحس وما حدث فيها من البدع)

۱؎ [حديث] من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته (طب) من حديث ابن مسعود وفيه هيصم بن شداخ (عد) من حديث أبى هريرة وفيه سليمان بن عبد الله مجهول قال العقيلى والحديثان غير محفوظين (تعقب) بأن حديث ابن مسعود أخرجه الطبرانى فى الكبير والبيهقى فى الشعث وحديث أبى هريرة قال الحافظ العراقى فى أماليه ورد من طرق صحح بعضها الحافظ ابن ناصر وسليمان الذى قال ابن الجوزى مجهول ذكره ابن حبان فى الثقات قال فالحديث حسن على رأى ابن حبان وقد روى من حديث أبى سعيد وجابر أخرجهما البيهقى فى الشعث وقال فيهما وفى حديث أبى هريرة وابن مسعود أسانيدهما ضعيفة ولكنها إذا ضم بعضها إلى بعض أخذت قوة انتهى والحديث جابر طريق آخر غير الذى أخرجه منه البيهقى وهو على شرط مسلم أخرجه ابن عبد البر فى الاستذكار من حديث شعبة عن أبى الزبير عن جابر فذكره ثم قال قال جابر جربناه فوجدناه كذلک وقال أبو الزبير مثله وقال شعبة مثله (قلت) قال الحافظ ابن حجر منكر جدا ورجاله موثوقون والظاهر أن الغلط فيه من أبى خليفة الفضل بن الحباب فلعل ابن الأحمر سمعه منه بعد احتراق كتبه والله أعلم، وورد من حديث ابن عمر أخرجه الدارقطنى فى الأفراد وقال منكر وموقوفا على عمر أخرجه ابن عبد البر فى الاستذكار بسند رجاله ثقات إلا أنه من رواية ابن المسيب عن عمر وقد اختلف فى سماعه منه وعن إبراهيم بن محمد بن المنتشر قال كان يقال فذكره أخرجه البيهقى فى الشعب قال العراقى وأما قول الشيخ تقى الدين ابن تيمية إن حديث التوسعة ما رواه أحد من الأئمة وإن أعلى ما بلغه فيه قول ابن المنتشر فهو عجيب منه فهو كما ذكرته فى عدة من كتب الأئمة وقد جمعت طرقه فى جزء انتهى (وقال) عبد الملک بن حبيب أحد أئمة المالكية أورده صاحب المغرب:

لا تنس لا ينسک الرحمن عاشورا ... واذكره لا زلت فى الأخيار مذكورا
قال الرسول صلاة الله تشمله ... قولا عليه وجدنا الحق والنورا
من بات فى ليل عاشوراء ذا سعة ... يكن بعيشته فى الحول محبورا
فارغب فديتک فيما فيه رغبنا ... خير الورى كلهم حيا ومقبورا

وهذا من هذا الإمام الجليل دليل على ثبوت الحديث عنده (قلت) وقول الإمام أحمد لا يصح لا يلزم منه أن يكون باطلا كما فهمه ابن القيم فقد يكون الحديث غير صحيح وهو صالح للاحتجاج به بأن يكون حسنا والله تعالى أعلم (تنزيه الشريعة المرفوعة عن الاحاديث الشنيعة الموضوعة للكنانى ج٢ص١٥٧، ١٥٨، تحت رقم الحديث ٣٣، كتاب الصوم، الفصل الثانى)

اورامام مناوی رحمہ اللہ نے بھی تفصیلی کلام کے بعد فرمایا کہ اس حدیث کی اصل موجود ہے۔ [1]
اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے علامہ عراقی سے اس حدیث کا صحیح اور ثابت ہونا تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ [2]

---

[1] (من وسع على عياله) وهم فى نفقته (فى يوم عاشوراء) عاشر المحرم وفى رواية بإسقاط فى (وسع الله عليه فى سنته كلها) دعاء أو خبر وذلك لأن الله سبحانه أغرق الدنيا بالطوفان فلم يبق إلا سفينة نوح بمن فيها فرد عليهم دنياهم يوم عاشوراء وأمروا بالهبوط للتأهب للعيال فى أمر معاشهم بسلام وبركات عليهم وعلى من فى أصلابهم من الموحدين فكان ذلك يوم التوسعة والزيادة فى وظائف المعاش فيسن زيادة ذلك فى كل عام ذكره الحكيم وذلك مجرب للبركة والتوسعة قال جابر الصحابى: جربناه فوجدناه صحيحا وقال ابن عيينة: جربناه خمسين أو ستين سنة وقال ابن حبيب أحد أئمة المالكية:

لا تنس لا ينسك الرحمن عاشورا ... واذكره لا زلت فى الأخيار مذكورا
قال الرسول صلاة الله تشمله ... قولا عليه وجدنا الحق والنورا
من بات فى ليل عاشوراء ذا سعة ... يكن بعيشته فى الحول محبورا
فارغب فديتك فيما فيه رغبنا ... خير الورى كلهم حيا ومقبورا

قال المؤلف: فهذا من هذا الإمام الجليل يدل على أن للحديث أصلا (فيض القدير للمناوى ج٦ ص٢٣٥، تحت رقم الحديث ٩٠٧٥)

[2] قال العراقى: له طرق صحح بعضها وبعضها على شرط مسلم (مرقاة المفاتيح، ج ٤ ص ١٣٤٩، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة)

وأما ما ورى: من وسع على عياله فى يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها، فرواه الطبرانى والبيهقى فى الشعب وفى فضائل الأوقات ، وأبو الشيخ عن ابن مسعود، والأولان فقط عن أبى سعيد، والثانى فقط فى الشعب عن جابر وأبى هريرة، وقال: إن أسانيده كلها ضعيفة، ولكن إذا ضم بعضها إلى بعض أفاد قوة، بل قال العراقى فى أماليه: لحديث أبى هريرة طرق صحح بعضها ابن ناصر الحافظ (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج٣ص ٤٣٥ ، ٤٣٦، المقصد التاسع، النوع الرابع، القسم الثانى، الفصل الثانى)

من وسع علٰى عياله فى يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها وفى رواية سائر سنته قال الزركشى لايثبت انما هو من كلام محمد بن المنتشر قال السيوطى كلا بل هو ثابت صحيح اخرجه البيهقى فى الشعب من حديث ابى سعيد الخدرى وابى هريرة وابن مسعود وجابر ث وقال اسانيده كلها ضعيفة ولكن اذاضم بعضها الىٰ بعض افادقوة وقال الحافظ ابو الفضل العراقى فى اماليه حديث ابى هريرة هذا ورد من طرق صحح بعضها ابو الفضل بن ناصر واورده ابن الجوزى فى الموضوعات من طريق سليمان ابن ابى عبدالله عنه وقال سليمان مجهول وسليمان ذكره ابن حبان فى الثقات قال فالحديث حسن علىٰ رأيه قال وله طرق عن جابر على شرط مسلم اخرجها ابن عبدالبر فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فقہائے اربعہ کی کتب سے ثبوت

محدّثین کے علاوہ اہل السنۃ والجماعۃ کے چاروں فقہائے کرام کے مسلک کی کتب سے بھی عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن اہل وعیال پر وُسعت کا ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ حنفیہ کی کتب درِمختار، اور ردالمحتار میں دس محرم کے دن اہل وعیال پر وسعت کی حدیث کا ثبوت اوراس عمل کا استحباب مذکور ہے۔ [1]

حنفیہ کے علاوہ فقہ شافعیہ کی کئی کتابوں میں بھی اس حدیث کے ثبوت اوراس پرعمل کو برقرار رکھا گیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ الاستذكار من رواية ابى الزبير عنه وهى اصح طرقه قال وقدوردايضا من حديث ابن عمررضى اللّٰہ عنه اخرجه الدارقطنى فى الافراد موقوفا علىٰ عمر وقداخرجه ابن عبدالبر بسند جيد ورواه البيهقى فى الشعب عن محمد بن المنتشر قال كان يقال فذكره وقد جمعت طرقه فى جزء هذا كلام العراقى فى اماليه نقله السيوطى وقال قد لخصت الجزء الذى جمعه فى التعقبات على الموضوعات (الموضوعات الكبير ص ١٢٧ حرف الميم)

[1] (قوله: وحديث التوسعة إلخ) وهو من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها قال جابر: جربته أربعين عاما فلم يتخلف ط..........وأما حديث التوسعة فرواه الثقات(رد المحتار، ج٢ ص٤١٨، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسدهٗ)

وفي يوم عاشوراء يكره كحلهم ...ولا بأس بالمعتاد خلطا ويؤجر(الدرالمختار)

(قوله ولا بأس إلخ) نقل فى القنية عن الوبرى أنه لم يرد فيه أثر قوى، ولا بأس اهـ، وربما يثاب قال الشارح: والذى فى حفظى أنه يثاب بالتوسعة على عياله المندوب إليها فى الحديث بقوله من وسع على عياله فى يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته فأخذ الناس منه أن وسعوا باستعمال أنواع من الحبوب، وهو مما يصدق عليه التوسعة .وقد رأيت لبعض العلماء كلاما حسنا محصله: أنه لا يقتصر فيه على التوسعة بنوع واحد بل يعمها فى المآكل والملابس وغير ذلك، وأنه أحق من سائر المواسم بما يعمل فيها من التوسعات الغير المشروعة فيها كالأعياد ونحوها اهـ ......قلت: والحاصل أنه وردت التوسعة فيه بأسانيد ضعيفة، وصحيح بعضها يرتقى بها الحديث إلى الحسن، وتعقب ابن الجوزى فى عده من الموضوعات......والتوسعة على من وسع مجربة .نقل ذلك المناوى عن جابر وابن عيينة (ردالمحتارج٦ ص ٤٢٩و٤٣٠،ملخصاً، كتاب الحظروالاباحة ،آخرفصل البيع ،قبيل كتاب احياء الموات)

[2] وورد من طرق صحح بعضها بعض الحفاظ خلافا لمن زعم أنها موضوعة من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها(الفتاوىٰ الفقهية الكبرىٰ ،لاحمد بن محمدبن على بن حجرالهيتمى شافعى ،ج٢ ص٦٨ ،كتاب الصوم) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پرملاحظہ فرمائیں﴾

حنفیہ اور شافعیہ کے علاوہ فقہ حنبلیہ کی متعدد کتابوں میں بھی اس حدیث کو ثابت اور اس عمل کو درست قرار دیا گیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

ويسن التوسعة على العيال في يوم عاشوراء ليوسع الله عليه السنة كلها كما في الحديث الحسن وقد ذكر غير واحد من رواة الحديث أنه جربه فوجده كذلك كردى على بافضل عبارة المناوى في شرح الشمائل وورد من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها وطرقه وإن كانت كلها ضعيفة لكن اكتسبت قوة بضم بعضها لبعض بل صحح بعضها الزين العراقي كابن ناصر الدين وخطء ابن الجوزي في جزمه بوضعه (حاشية الشرواني علىٰ تحفة المحتاج في شرح المنهاج ، للامام عبدالحميد الشرواني الشافعي، ج٣ص٤٥٥،باب صوم التطوع ، كتاب الصيام)

ترك التبسط في الطعام المباح مستحب فإنه ليس من أخلاق السلف هذا إذا لم تدع إليه حاجة كقرى الضيف وأوقات التوسعة كيوم عاشوراء ويوم العيد فيستحب أن يبسط فيها من أنواع الطعام إذ لم يقصد بذلك التفاخر والتكاثر بل تطيب خاطر الضيف والعيال وقضاء وطرهم مما يشتهونه (حاشية الشرواني علىٰ تحفة المحتاج في شرح المنهاج ، للامام عبدالحميد الشرواني الشافعي، ج٩ ص٣٩٧، كتاب بيان ما يحل ويحرم من الأطعمة، خاتمة)

[1] سأل ابن منصور أحمد: هل سمعت في الحديث "من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر السنة ""فقال: نعم, رواه سفيان بن عيينة عن جعفر الأحمر عن إبراهيم بن محمد بن المنتشر وكان من أفضل أهل زمانه أنه بلغه أن من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته."

قال ابن عيينة: قد جربناه منذ خمسين أو ستين سنة فما رأيناه إلا خيرا, وذكره ابن الجوزي في العلل المتناهية من حديث ابن عمر, قال الدارقطني منكر, ومن حديث أبي هريرة والإسناد ضعيف, وعن جابر مرفوعا مثله, وفيه:" على نفسه وأهله "ذكره ابن عبد البر في الاستذكار, قال جابر: جربناه فوجدناه كذلك .وقال أبو الزبير مثله, وقال شعبة مثله, وعن الليث بن سعد عن يحيى بن سعيد عن سعيد بن المسيب عن عمر بن الخطاب "رضي الله عنه "مثله, ولفظه: " من وسع على أهله ."قال يحيى بن سعيد: جربنا ذلك فوجدناه حقا, وكره شيخنا ذلك وغيره سوى صومه (الفروع لابن مفلح الحنبلي، ج٥ص ٩٢، ٩٣، كتاب الصوم،باب صوم التطوع وذكر ليلة القدر وما يتعلق بذلك)

وينبغي فيه التوسعة على العيال سأل ابن منصور أحمد عنه فقال: نعم رواه سفيان بن عيينة عن جعفر عن إبراهيم بن محمد بن المنتشر وكان أفضل أهل زمانه أنه بلغه: من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته "قال ابن عيينة: قد جربناه منذ خمسين سنة أو ستين فما رأينا إلا خيرا . (كشاف القناع عن متن الاقناع لمنصوربن يونس البهوتي حنبلي، ج٢ ص ٣٣٩، كتاب الصيام، باب صوم التطوع وما يكره منه وذكر ليلة القدر وما يتعلق بذلك)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورفقہ مالکی کی کتب میں بھی دس محرم کواہل وعیال پر وسعت کو مستحب قرار دیا گیا ہے، اوراہلِ مکہ واہلِ مدینہ کے اس عمل کواختیار کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فائدة: ينبغي فيه التوسعة على العيال، سأل ابن منصور أحمد عنه قال: " نعم ." رواه سفيان بن عيينة عن جعفر الأحمر عن إبراهيم بن محمد بن المنتشر، وكان من أفضل زمانه أنه بلغه أن من، وسع على عياله يوم عاشوراء، وسع الله عليه سائر سنته، قال ابن عيينة: قد جربنا منذ خمسين سنة أو ستين فما رأينا إلا خيرا(المبدع فی شرح المقنع لابن المفلح الحنبلی، ،ج٣ص ٤٩، ٥٠، كتاب الصيام، باب صوم التطوع)

[1] ويستحب فيه التوسعة على العيال وهو عاشر المحرم (الذخيرة للقرافی المالکی، ج٢ ص ٥٢٩، كتاب الصيام،الباب الثامن فی صيام التطوع)

الرابع: قال ابن حبيب: يستحب في يوم عاشوراء التوسعة على العيال، وقال فی المدخل: الموسم الثالث من المواسم الشرعية يوم عاشوراء، والتوسعة فيه على الأهل والأقارب واليتامى والمساكين، وزيادة النفقة والصدقة مندوب إليها، بحيث لا يجهل ذلك .لكن بشرط عدم التكلف، وأن لا يصير ذلك سنة يستن بها لا بد من فعلها، فإن وصل إلى هذا الحد لا بد أن يفعلها سيما إن كان من أهل العلم وممن يقتدى به، ولم يكن لمن مضى فيه طعام معلوم لا بد من فعله، وكان بعض العلماء يتركون النفقة فيه قصدا لينبهوا على أنها ليست بواجبة، وأما ما يفعلونه اليوم من أن عاشوراء يختص بذبح الدجاج وغيرها وطبخ الحبوب وغيره، فلم يكن السلف يتعرضون في هذه المواسم ولا يعرفون تعظيمها إلا بكثرة العبادة والصدقة والخير لا فی المأكول، ثم قال: ومما أحدثوه فيه من البدع زيارة القبور، وزيارة القبور فی هذا اليوم المعلوم بدعة مطلقا للرجال والنساء ...... وفی الأثر الذی ذكره عمر التوسعة على الأهل فی ليلة عاشوراء، وفی الأحاديث السابقة التوسعة على الأهل فی يوم عاشوراء فينبغی أن يوسع على الأهل فيهما، وقال الشيخ زروق فی شرح القرطبية: فيوسع يومه وليلته من غير إسراف ولا مرآة ولا مماراة، وقد جرب ذلک جماعة من العلماء فصح، انتهى.

وقال الشيخ يوسف بن عمر فی باب جمل من الفرائض: ويستحب التوسعة فی النفقة على العيال ليلة عاشوراء، واختلف هل هی ليلة العاشر أو ليلة الحادی عشر؟ انتهى(مواهب الجليل لشرح مختصر خليل،للحطاب الرعينی المالكی، ج٢ ص ٤٠٣ الیٰ ٤٠٥ ملخصاً،کتاب الصيام،باب مايثبت به رمضان)

وجاء الترغيب فی النفقة فيه على العيال وقد روی أن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – قال: من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر السنة وإن أهل مكة والمدينة يتحرون ذلک حتى كأنه يوم عيد .انتهى نص ابن يونس.

وقال ابن العربی: أما النفقة فی يوم عاشوراء والتوسعة فمخلوقة باتفاق وأنه يخلف الله بالدرهم عشرة أمثاله ورأيت لابن حبيب:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسلکِ اہل حدیث کے عالم عبداللہ بن محمد مبارک پوری نے بھی اس حدیث کے مختلف سندوں سے مروی ہونے کی وجہ سے معتبر قرار دیا ہے۔ ل

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ دس محرم کے دن دو چیزیں سنت سے ثابت ہیں، ایک نفل روزہ جس کے ساتھ نو یا گیارہ تاریخ کا روزہ ملا لینا بہتر ہے، دوسرے اہل وعیال پر نان نفقہ میں وسعت وفراخی اور بس، اس کے علاوہ دوسری چیزیں ثابت نہیں۔ ٢

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب عاشوراء کے دن روزہ رکھا جائے گا، تو کھانے پینے وغیرہ میں وسعت والا عمل کیسے ادا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اہلِ علم حضرات کے مطابق اہل وعیال پر وسعت کھانے کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ اہل وعیال کی دوسری ضروریات مثلاً لباس وغیرہ میں بھی وسعت کی جاسکتی ہے۔

لہٰذا جب وسعت کھانے پینے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ لباس وغیرہ کی شکل میں بھی ہوسکتی ہے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لا تنس لا ينسك الرحمن عاشورا ... واذكره لا زلت في الأخيار مذكورا

قال الرسول صلاة الله تشمله ... قولا عليه وجدنا الحق والنورا

من بات في ليل عاشوراء ذا سعة ... يكن بعيشته في الحول محبورا

فارغب فديتك فيما فيه رغبنا ... خير الورى كلهم حيا ومقبورا

وأنشدني شيخي الأستاذ أبو عبد الله المنثوري جدد الله عليه رحمته قال: أنشدني الخطيب أبو بكر بن جزي يوم عاشوراء قال: أنشدني الخطيب أبو علي القرشي يوم عاشوراء قال: أنشدني الخطيب أبو عبد الله بن رشيد لنفسه يوم عاشوراء وذكر أن نظمه يوم عاشوراء:

صيام يوم عاشوراء أتى فضله ... في سنة محكمة قاضيه

قال النبي المصطفى إنه ... تكفير ذنب السنة الماضيه

ومن يوسع يومه لم يزل ... في عامه في عيشة راضيه

(التاج والاكليل لمختصر خليل لابی عبداللہ المواق المالکی، ج۳ص ۳۱۳، کتاب الصيام، باب في احكام الصيام)

ل والمعتمد عندي هو ما ذهب إليه البيهقي إن له طرقاً بعضها بعضاً، إن أسانيده الضعيفة أحدثت قوة بإلتضام والله تعالى أعلم (مرعاة المفاتيح، ج٦ص ٣٦٤، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الفصل الثالث)

٢ دریں روز جز صیام از عبادت وتوسیع علی العیال از عادات چیزے دیگر در شریعت وارد نشدہ لہٰذا زیادت بریں ہر چہ باشد بدعت باشد (امداد الفتاویٰ ج۵ص ۲۷۹)

تو اس وسیع مفہوم کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کھانے پینے کے علاوہ دوسری چیزوں کے ذریعہ وسعت روزہ رکھ کر بھی ہو سکتی ہے۔

دوسرے بعض محدثین نے عاشوراء کی رات میں بھی وسعت کا ذکر فرمایا ہے۔

تیسرے بہت سی جگہ دن کے مفہوم میں رات بھی داخل ہوا کرتی ہے، اس لئے نومحرم کے دن کا غروب ہونے کے بعد بھی اس وسعت پر عمل کیا جا سکتا ہے، اور اگر عاشوراء کے دن بالفرض اپنا روزہ ہو اور کوئی کھانے کی شکل میں وسعت کرنا چاہے تو گھر میں جن لوگوں کا روزہ نہ ہو یا جو چھوٹے بچے ہوں ان پر وسعت دن میں خود روزہ رکھ کر بھی کی جا سکتی ہے۔ [1]

اس عمل میں اعتدال کی ضرورت

لیکن یہ ملحوظ رہے کہ جو چیزیں جس درجہ میں ثابت ہیں، ان کو اسی درجہ میں رکھ کر ماننا اور عمل کرنا چاہئے، اور ان کو ان کے درجہ سے بڑھانا نہیں چاہئے۔

آج کل مذکورہ حدیث سے ثابت شدہ عمل کے بارے میں عام طور پر بہت سے لوگ افراط وتفریط (کمی وزیادتی) کا شکار ہیں، بعض لوگ تو سرے سے اس حدیث کو ثابت ہی نہیں مانتے، حالانکہ ابھی ذکر ہو چکا کہ متعدد مختلف درجہ کی سندوں سے یہ حدیث منقول ہے اور

---

[1] (قوله ولا بأس إلخ) نقل فی القنية عن الوبری أنه لم يرد فيه أثر قوی، ولا بأس اهـ، وربما يثاب قال الشارح: والذی فی حفظی أنه يثاب بالتوسعة علی عياله المندوب إليها فی الحديث بقوله من وسع علی عياله فی يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته فأخذ الناس منه أن وسعوا باستعمال أنواع من الحبوب، وهو مما يصدق عليه التوسعة .وقد رأيت لبعض العلماء كلاما حسنا محصله: أنه لا يقتصر فيه علی التوسعة بنوع واحد بل يعمها فی المآكل والملابس وغير ذلک، وأنه أحق من سائر المواسم بما يعمل فيها من التوسعات الغير المشروعة فيها كالأعياد ونحوها اهـ (ردالمحتار، ج٦ص ٤٢٩، ٤٣٠، كتاب الحظر والاباحة)

(من بات فی ليل عاشوراء ذا سعة ...يكن بعيشته فی الحول محبورا)

(فارغب فديتک فيما فيه رغبنا ...خير الوری كلهم حيا ومقبورا)(تنزيه الشريعة المرفوعة لابنِ عراقی الكنانی، ج٢ص١٥٨، كتاب الصوم، الفصل الثانی)

قال الحافظ ابن حجر فی أماليه :كذا وقع فی روايات يوم الجمعة وفی روايات ليلة الجمعة ويجمع بأن المراد اليوم بليلته والليلة بيومها (فيض القدير، تحت رقم الحديث ٨٩٣٢)

اس کا ایک طرفہ اور بالکلیہ انکار درست نہیں اور متعدد فقہائے کرام سے بھی اس دن اہل و عیال پر وسعت کا ثبوت ملتا ہے۔

دوسری طرف بعض لوگ اس کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ فرائض وواجبات ادا کرنے اور گناہوں وحرام کاموں سے بچنے کے مقابلہ میں اس قسم کی کھانے پینے کی چیزوں کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں اور اس کو اپنے درجہ سے بڑھادیتے ہیں، نیز صرف اسی عمل کو سارے سال کی روزی میں برکت ووسعت کا یقینی ذریعہ سمجھتے ہیں۔

حالانکہ بعض اوقات گناہوں کی وجہ سے بھی انسان کی روزی تنگ ہو جاتی ہے، اس لئے اس حدیث کے بارے میں افراط تفریط (اور کمی وزیادتی) سے بچ کر اعتدال والی راہ اختیار کرنی چاہئے اور وہ یہ ہے کہ اس حدیث کا انکار نہ کیا جائے، لیکن دوسری طرف اس حدیث میں بیان کردہ عمل کو فرض اور واجب نہ سمجھا جائے، بلکہ دنیوی برکت کا ایک عمل سمجھا جائے، اور نہ کرنے پر اپنے آپ کو یا دوسروں کو گناہ گار یا قابلِ ملامت بھی نہ خیال کیا جائے۔

نیز یہ بھی وہم نہ کیا جائے کہ یہ عمل نہ کرنے کی وجہ سے یقینی طور پر تمام سال بے برکتی رہے گی اور جو یہ عمل نہ کرے اس پر لعن طعن بھی نہ کیا جائے۔

اسی طرح اس موقع پر اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرنا، فضول خرچی کرنا یا اس کے لئے قرض لینا، یا کسی خاص قسم کے کھانے (مثلاً کھچڑ، کھیر، حلیم وغیرہ) کو لازم وضروری سمجھنا درست نہیں۔

پھر مذکورہ حدیث میں کیونکہ اپنے اہل وعیال پر وسعت کرنے کی قید لگی ہوئی ہے، اس لئے یہ سمجھنا کہ جب تک اہل وعیال کے علاوہ علاقہ اور محلّہ والے لوگوں کو شامل نہیں کیا جائے گا یا بڑی بڑی دیگیں نہیں اتاری جائیں گی، یا مختلف قسم کی سبیلیں نہیں لگائی جائیں گی، تو یہ مقصد حاصل نہیں ہوگا، یہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔

کیونکہ حدیث میں اپنے اہل وعیال پر نان نفقہ میں کشادگی کی برکت بیان کی گئی ہے، اور اہل وعیال میں اہلِ محلّہ اور دوسرے لوگ شامل نہیں ہوتے، اگر گناہوں سے بچنے اور توبہ کے

ساتھ ساتھ اس دن صرف اپنے گھر کی حد تک بغیر قرض لئے حلال مال سے کوئی اچھا کھانا تیار کر لے تو یہ عمل جائز بلکہ بہتر ہے، لیکن یہ معاملہ اپنے گھر تک محدود رکھا جائے اس کو نہ تو ضروری سمجھا جائے اور نہ ہی اس کا دائرہ بڑھا کر اپنی کفالت سے باہر کے افراد کو لینے دینے میں شامل کیا جائے، کیونکہ حدیث میں ایک دوسرے کو لینے دینے کا ذکر نہیں بلکہ صرف اپنے اہل وعیال پر وسعت کا ذکر ہے، اور اس حدیث سے اپنے اہل وعیال پر وسعت کا جو حکم ہے، وہ ایصالِ ثواب سے الگ عمل ہے، اس لئے اس کو ایصالِ ثواب سمجھنا بھی غلط فہمی ہے (ماخذ "خطبات حکیم الامت" ج۹، وعظ تحریم المحرم، بتغیر) [1]

اس کے علاوہ قرآن مجید اور صحیح احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نیک اعمال اور توبہ استغفار سے رزق میں برکت اور بداعمالیوں اور گناہوں سے رزق میں تنگی ہوتی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط

---

[1] التوسعة فی عاشوراء :قال بعض الفقهاء تستحب التوسعة على العيال والأهل فی عاشوراء ، واستدلوا بما روى عن أبي هريرة رضی الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته .

قال ابن عيينة :قد جربناه منذ خمسين سنة أو ستين فما رأينا إلا خيرا أما غير التوسعة على العيال مما يحدث من الاحتفال والاكتحال والاختضاب يوم العاشر وليلته :فقد ذهب جمهور الفقهاء من الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة إلى أن الاحتفال فی ليلة العاشر من محرم أو فی يومه بدعة، وأنه لا يستحب شیء منه، بل ما روى فی هذا الباب إنما هو من وضع الوضاعين أهل البدع تشجيعا لبدعتهم التی يصنعونها فی هذا اليوم.ولم يثبت فی فضل هذا اليوم إلا الصيام فقط(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۹،ص ۲۲۱،مادة " عاشوراء ")

وفيه يوجد التشبه باهل الباطل ،ويوجد التقوية والتائيدلعقيدة الباطلة كالتقرب لغيرالله وايصال الثواب لروح الحسين رضی الله عنه تخصيصاً بيوم العاشوراء اوان يصل هذا الطعام بعينه الٰی ارواح الشهداء وانهم جائعون وهذا العمل يفضی العوام الی الضلالة فافهم هذا الفرق اللطيف بين التوسعة علی العيال والتوسيع الٰی غيرهم .

بعض لوگ اہل وعیال پر وسعت والی حدیث سے یہ مطلب نکالتے ہیں کہ دس محرم کے دن جو بھی کام کیا جاتا ہے، سال بھر وہی کام ہوتا ہے، مثلاً اگر کوئی اس دن سفر کرے تو سال بھر سفر واسفار کثرت سے ہوتے ہیں اور اسی طرح دوسری چیزیں بھی، حدیث کا یہ مطلب نکالنا درست نہیں، کیونکہ اس کا حدیث میں کوئی ذکر نہیں۔ محمد رضوان۔

(سورة الطلاق، رقم الآية ۲،۳)

یعنی اور جوڈرتا ہے اللہ سے، اللہ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا (سورہ طلاق)

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا (سورة طٰهٰ، رقم الآية ۱۲۴)

یعنی اور جو اعراض کرے گا میرے ذکر سے، تو اس کی معیشت تنگ ہوگی (سورہ طٰہٰ)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُهُ، وَلَا يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ إِلَّا الْبِرُّ (موارد الظمآن الیٰ زوائد ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک آدمی رزق سے محروم کردیا جاتا ہے، اس گناہ کی (نحوست کی) وجہ سے جس کو وہ اختیار کرتا ہے، اور تقدیر کو صرف دعاء ہی رَد کرتی ہے، اور عمر میں صرف صلہ رحمی (ورشتہ داروں سے نیک سلوک) کرنا ہی اضافہ کرتا ہے (موارد)

---

[1] رقم الحديث ۱۰۹۰، كتاب البيوع، باب في موانع الرزق.

قال حسين سليم اسد الداراني:

إسناده جيد، وهو في الإحسان ۲/ ۱۱۶ برقم (۸۶۹)

وأخرجه أبو يعلى في "معجم "شيوخه برقم (۲۸۲) من طريق فضل بن إسحاق البغدادي، حدثنا الأشجعي، عن سفيان، بهذا الإسناد .وهناك استوفيت تخريجه.

ونضيف هنا أن الطحاوي أخرجه في "مشكل الآثار ۴/ ۱۶۹ "من طريق فهد بن سليمان قال :حدثنا إبراهيم.

وأخرجه أبو نعيم في "ذكر أخبار أصبهان ۲/ ۱۰ "من طريق ...محمد بن عاصم، حدثنا أبي. وأخرجه البغوي في "شرح السنة ۶/ ۱۳ برقم (۳۴۱۸) "من طريق ...محمد ابن يوسف، وأبي نعيم، جميعهم حدثنا سفيان، بهذا الإسناد (حاشية موارد الظمآن)

اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کی نحوست سے آدمی رزق کی برکت سے محروم ہوجاتا ہے۔ [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: لَا تَسْتَبْطِئُوْا الرِّزْقَ ،

---

[1] (إن الرجل) يعني الإنسان (ليحرم) بالبناء للمفعول أى يمنع وحذف الفاعل فى مقام منع الرزق أنسب (الرزق) أى بعضه يعنى ثواب الآخرة أو نعم الدنيا من نحو صحة ومال بمعنى محق البركة منه (بالذنب يصيبه) وفى رواية بذنبه أى بشؤم كسبه للذنب ولو بأن تسقط منزلته من القلوب ويستولى عليه أعداؤه أو ينسى العلم حتى قال بعضهم إنى لأعرف عقوبة ذنبى فى سوء خلق حمارى وقال آخر أعرفه من تغير الزمان وجفاء الإخوان ولا يقدح فيه ما يرى من أن الكفرة والفسقة أعظم مالا وصحة من العلماء لأن الكلام فى مسلم يريد الله رفع درجته فى الآخرة فيعقبه من ذنوبه فى الدنيا فاللام فى الرجل للعهد والمعهود بعض الجنس من المسلمين ذكره المظهر وبه عرف أنه لا تناقض بينه وبين خبر إن الرزق لا ينقصه المعصية ولهذا وجه بعضهم الخبر بأن لله لطائف يحدثها للمؤمن ليصرف وجهه إليه عن اتباع شهوته والانهماک فى نهمته فإذا اشتغل بذلک عن ربه حرم رزقه فيكون زجرا له إليه عما أقبل عليه وتأديبا له أن لا يعود لمثله كطفل دعته أمه فأعرض عنها فيعدو إلى لهو فيعثر فيقوم ويعدو إليها راجعا قال بعضهم: واعلم أن من الحوادث ما ظاهره عنف وباطنه لطف كحرمان الرزق بما يصيبه من الذنب فإن العبد إذا أعرض عن ربه واشتغل بما أسبغ عليه وأحب إقباله عليه حرمه سعة ما بسط له ليخاف فيرتدع ويضيق عليه جهات الرزق فيلجأ إليه ويقبل بالتضرع إليه ومن أراد غير ذلک زاده على ذنبه نعما ليزداد إعراضا وشغلا فإن قيل كيف يحرم الرزق المقسوم؟ قلنا يحرم بركته أو سعته أو الشكر عليه ذكره بعضهم وقال القونوى الذنوب كلها نجاسات باطنه وإن كان لبعضها خواص تتعدى من الباطن إلى الظاهر وهو ما أشار إليه بهذا الحديث ولهذا الحديث سر آخر وهو أن الحرمان قد يكون بالنسبة إلى الرزق المعنوى والروحانى وقد يكون من الرزق الظاهر المحسوس (ولا يرد القضاء إلا الدعاء) بمعنى أن الدوام على الدعاء يطيب ورود القضاء فكأنه رده ذكره أبو حاتم وهو معنى قول البعض رده للقدر تهوينه حتى يصير القضاء النازل كأنه ما نزل ثم المراد أن الدعاء أعظم أسباب رده فبالنسبة لذلک حصره فيه وإلا فالصدقة تشاركه بدليل باكروا بالصدقة فأن البلاء لا يتخطاها ويأتى نظيره فى الحصر المذكور فى قوله (ولا يزيد فى العمر إلا البر) لأن البر يطيب عيشه فكأنه يزيد فى عمره والذنب يكدر صفاء رزقه فكلما فكر فى عاقبة أمره فكأنه حرمه أو المراد الزيادة بالنسبة لملک الموت أو اللوح لا لما فى علمه تقدس فإنه لا يتبدل.

(حم ن هـ حب ک عن ثوبان) مولى المصطفى صلى الله عليه وسلم قال الحاكم صحيح وأقره الذهبى ثم العراقى وقال المنذرى رواه النسائى بإسناد صحيح (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ١٩٧٥)

فَإِنَّـهُ لَمْ يَكُنْ عَبْدٌ يَمُوْتُ حَتّٰى يَبْلُغَهُ آخِرُ رِزْقٍ هُوَ لَهُ ، فَأَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ فِي الْحَلَالِ ، وَتَرْكِ الْحَرَامِ(صحيح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم رزق کو حاصل کرنے میں زیادہ تکلف اختیار نہ کرو، کیونکہ کوئی بندہ بھی ایسا نہیں، جو اپنے مقدر کا آخری رزق پائے بغیر فوت ہوجاتا ہو، لہٰذا تم حلال رزق کو طلب کرنے میں اور حرام رزق کو چھوڑنے میں اجمالی کوشش کرلو (ابنِ حبان)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

جِبْرِيْلُ نَفَثَ فِيْ رَوْعِيْ أَنَّهُ لَا تَمُوْتُ نَفْسٌ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا ، وَإِنْ أَبْطَأَ عَلَيْهَا ، فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَأَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ ، وَلَا يَحْمِلَنَّكُمُ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ أَنْ تَأْخُذُوْهُ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُنَالُ مَا عِنْدَهُ إِلَّا بِطَاعَتِهِ(مسند البزار، رقم الحديث ۲۹۱۴) [2]

ترجمہ: حضرت جبریل نے میرے دل میں وحی ڈالی کہ کوئی جاندار اس وقت تک فوت نہیں ہوگا، جب تک اپنا رزق مکمل حاصل نہ کرلے، اگرچہ وہ رزق اس پر کتنا

---

[1] رقم الحديث ۳۲۴۱، كتاب الزكاة، باب ما جاء في الحرص وما يتعلق به.

قال شعيب الأرنؤوط:

إسناده صحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)

[2] قال الهيثمي:

رواه البزار، وفيه قدامة بن زائدة بن قدامة، ولم أجد من ترجمه، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۶۲۸۷،باب الاقتصاد في طلب الرزق)

وقال المنذري:

رواه البزار ورواته ثقات إلا قدامة بن زائدة بن قدامة فإنه لا يحضرني فيه جرح ولا تعديل (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۲۶۳۱، كتاب البيوع، باب في الاكتساب بالبيع وغيره)

قلت: ذكره ابن حبان في الثقات فقال :

قدامة بن زائدة الثقفي والد زائدة بن قدامة من أهل الكوفة يروى عن بن أبي مليكة روى عنه شريك (ثقات ابن حبان، جزء۷ صفحه ۳۴۰، تحت رقم الترجمة ۱۰۳۵۴)

ہی مؤخر ہو جائے، پس تم اللہ سے ڈرو اور تم (رزق کو) طلب کرنے میں اختصار سے کام لو، اور تمہیں رزق کا دیر سے ملنا اس چیز پر نہ ابھارے کہ تم رزق کو اللہ کی نافرمانی کر کے حاصل کرو، کیونکہ جو چیز اللہ کے پاس ہے، وہ اللہ کی فرمانبرداری سے ہی حاصل ہو سکتی ہے (مسند البزار)

اسی قسم کی حدیث حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کی حدیث مروی ہے۔ [2]

اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کی نحوست اور حرام و ناجائز طریقوں سے رزق میں بے برکتی اور نیک عمل سے رزق میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ [3]

---

[1] عن أبي أمامة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: نفث روح القدس في روعي أن نفسا لن تخرج من الدنيا حتى تستكمل أجلها، وتستوعب رزقها، فأجملوا في الطلب، ولا يحملنكم استبطاء الرزق أن تطلبوه بمعصية الله، فإن الله لا ينال ما عنده إلا بطاعته (المعجم الكبير رقم الحديث ٧٦٩٤)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الكبير وفيه عفير بن معدان وهو ضعيف (مجمع الزوائد، جزء ٤ صفحه ٧٢، تحت رقم الحديث ٦٢٩٣)

[2] عن ابن مسعود، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ليس من عمل يقرب إلى الجنة، إلا قد أمرتكم به، ولا عمل يقرب إلى النار، إلا قد نهيتكم عنه، لا يستبطئن أحد منكم رزقه أن جبريل عليه السلام ألقى في روعي أن أحدا منكم لن يخرج من الدنيا حتى يستكمل رزقه، فاتقوا الله أيها الناس، وأجملوا في الطلب، فإن استبطأ أحد منكم رزقه، فلا يطلبه بمعصية الله، فإن الله لا ينال فضله بمعصية (مستدرك حاكم، رقم الحديث ٢١٣٦)

قال البوصيري:

وله شاهد من حديث حذيفة رواه البزار في مسنده .ورواه الطبراني في الكبير من حديث الحسن بن علي .ورواه ابن ماجه والحاكم والبيهقي في سننه الكبرى من حديث جابر بن عبدالله . (اتحاف الخيرة المهرة للبوصيري، تحت رقم الحديث ٢٧٢٢ "٣" كتاب الزكاة، باب الإجمال في طاب الدنيا وترك طلبها مما لا يحل)

[3] (نفث) بفاء ومثلثة تفل بغير ريق (في روعي) بضم الراء أي ألقى الوحي في خلدي وبالي أو في نفسي أو قلبي أو عقلي من غير أن أسمعه ولا أراه والنفث ما يلقيه الله إلى نبيه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم إلهاما كشفيا بمشاهدة عين اليقين.أما الروع بفتح فهو الفزع لا دخل له هنا (إن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ان کا یہ قول مروی ہے کہ:

وَلَا نَقَصَ قَوْمٌ الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ إِلَّا قُطِعَ عَنْهُمُ الرِّزْقُ (مؤطا امام مالک) [1]

ترجمہ: اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرے گی اس سے رزق اٹھالیا جائے گا (مؤطا)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجًا وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (ابوداؤد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص استغفار میں لگا رہے، اللہ اس کے لئے ہر دشواری سے نکلنے کے راستے بنادے گا، اور ہر فکر کو ہٹا کر کشادگی فرمادے گا، اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا، جہاں سے اس کو دھیان بھی نہ ہوگا (ابوداؤد)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ نفسا لن تموت حتى تستكمل أجلها) الذى كتبه لها الملك وهى فى بطن أمها فلا وجه للوله والتعب والحرص والنصب إلا عن شك فى الوعد (وتستوعب رزقها) كذلك فإنه سبحانه وتعالى قسم الرزق وقدره لكل أحد بحسب إرادته لا يتقدم ولا يتأخر ولا يزيد ولا ينقص بحسب علمه القديم الأزلى ولهذا سئل حكيم عن الرزق فقال إن قسم فلا تعجل وإن لم يقسم فلا تتعب (فاتقوا الله) أى ثقوا بضمانه لكنه أمرنا تعبدا بطلبه من حله فلهذا قال (وأجملوا فى الطلب) بأن تطلبوه بالطرق الجميلة المحللة بغير كد ولا حرص ولا تهافت على الحرام والشبهات (ولا يحملن أحدكم استبطاء الرزق) أى حصوله (أن يطلبه بمعصية الله) فإن الله تعالى لا ينال عنده) من الرزق وغيره (إلا بطاعته) قال الطيبى رحمه الله :والاستبطاء يعنى الإبطاء والسير للمبالغة وفيه أن الرزق مقدر مقسوم لا بد من وصوله إلى العبد) لكنه إذا سعى وطلب على وجه مشروع وصف بأنه حلال وإذا طلب بوجه غير مشروع فهو حرام فقوله ما عنده إشارة إلى أن الرزق كله من عند الله الحلال والحرام وقوله أن يطلبه بمعصية إشارة إلى ما عند الله إذا طلب بمعصية سمى حراما وقوله إلا بطاعته إشارة إلى أن ما عند الله إذا طلب بطاعته مدح وسمى حلالا وفيه دليل ظاهر لأهل السنة أن الحرام يسمى رزقا والكل من عند الله تعالى خلافا للمعتزلة(فيض القدير للمناوى تحت رقم الحديث ۲۲۷۳)

[1] رقم الحديث ۸۷۰، كتاب الجهاد، باب ماجاء فى الغلول.

[2] رقم الحديث ۱۵۱۸، كتاب الوتر، باب فى الاستغفار، ابنِ ماجه رقم الحديث ۳۸۱۹، المعجم الكبير للطبرانى رقم الحديث ۱۰۶۶۵، سنن البيهقى رقم الحديث ۶۴۲۱.

اس حدیث کو سند کے اعتبار سے بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، مگر اس کی تائید گزشتہ دلائل سے ہوتی ہے۔ [1]

خلاصہ یہ کہ کئی آیات واحادیث اس مضمون کی موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ اور نیک اعمال سے رزق اور نعمتوں میں برکت اور گناہوں سے تنگی و بے برکتی آتی ہے۔

لہٰذا نیک اعمال اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا بھی ضروری ہے، بلکہ اس کا درجہ دس محرم کے دن اپنے اہل وعیال پر نان نفقہ میں کشادگی وفراخی والے عمل سے بھی زیادہ اہم ہے، نہ یہ کہ کھانے پکانے کا تو بہت اہتمام کیا جائے اور فرائض، واجبات، نماز، روزہ، زکاۃ وغیرہ جیسے بڑے احکام سے غفلت اختیار کی جائے جیسا کہ عام طور پر آج کل ہو رہا ہے۔

اسی سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ جو شخص اس دن اس عمل میں حد سے آگے بڑھے گا یا کسی قسم کا کوئی گناہ کرے گا (جیسا کہ آج کل بے شمار گناہوں کا دور دورہ ہے) تو باوجود اس وسعت اور فراخی والے عمل کو انجام دینے کے پھر بھی بے برکتی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے دس محرم کے علاوہ عام دنوں میں بھی گناہوں سے بچنے کا بھی خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] قال المنذری:رواه أبو داود والنسائی وابن ماجه والحاكم والبيهقی كلهم من رواية الحكم بن مصعب وقال الحاكم صحيح الإسناد (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ٢٥٠٢، كتاب الذكر والدعاء، باب الترغيب فی الإكثار من ذكر الله سرا وجهرا)

وقال العينی:الحكم بن مصعب :القرشی الدمشقی .روی عن :محمد بن علی بن عبد الله بن عباس .روی عنه :الوليد بن مسلم، قال أبو حاتم :لا أعلم روی عنه غيره .قال الحافظ :ولا أعرف له سوی حديث الاستغفار .روی له :أبو داود، والترمذی، وابن ماجه .والحديث أخرجه :النسائی، وابن ماجه، وقال فی "مختصر السنن :"وفی إسناده الحكم بن مصعب، ولا يحتج به(شرح ابی داوٗد للعينی، ج۵ص ۴۲۹، كتاب الصلاة، باب فی الاستغفار)

وقال شعيب الارنؤوط:إسناده ضعيف .الحكم بن مصعب فيه جهالة، كما قال الحافظ الذهبی فی "تلخيص المستدرک ٢/٢٦٢"

وأخرجه ابن ماجه (٣٨١٩)والنسائی فی "الكبری(١٠٢١٧)"من طريقين عن الوليد بن مسلم، بهذا الإسناد .وليی عند ابن ماجه" :عن أبيه."(حاشية ابی داوٗد، تحت رقم الحديث ١٥١٨)

(فصل نمبر۵)

دس محرم سے متعلق بعض من گھڑت روایات

بعض لوگوں کی طرف سے دس محرم کے دن سے متعلق کئی چیزوں کی فضیلت مشہور کردی گئی ہے، جوکہ موضوع ومن گھڑت یا شدید ضعیف روایات پر مبنی ہیں، مثلاً دس محرم کے دن خوشبو یا خضاب لگانا، غسل کرنا، لباس تبدیل کرنا، زیب وزینت کرنا، صلاۃُ العاشوراء کے نام سے باجماعت نفل نماز ادا کرنا، رشتہ داروں وعزیزوں سے ملنا، قبروں کی زیارت کرنا، قبروں کو پختہ کرنا، قبروں پر سبز چھڑیاں، شاخیں اور پھول پتیاں رکھنا، ان پر مٹی اور چادر وغیرہ ڈالنا اور لپائی وغیرہ کرنا، مصافحہ ومعانقہ کرنا، اس دن مخصوص قسم کا کھانا وغیرہ پکا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ یا اپنے مرحوم رشتہ داروں کی روحوں کو ثواب بخشنا، اوران کے نام کی نذر ونیاز دینا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی روح کو اس دن حاضر سمجھنا، روٹیاں پکا کر تقسیم کرنا اور چھت کے اوپر سے پھینکنا، شادی کے بعد پہلی محرم میں بیوی کو ماں باپ کے گھر بھیج دینے کو ضروری سمجھنا، مختلف قسم کے سوگ اور ماتم کرنا، تعزیہ وغیرہ نکالنا، عورتوں کا بالوں کو کھول دینا، زیب وزینت کی چیزوں کو ترک کردینا، چوڑیاں توڑ ڈالنا، سوگ کے طور پر سیاہ لباس پہننا، ننگے پاؤں پھرنا، چارپائی پر نہ سونا، سر پر سبز رنگ کی مخصوص ٹوپی رکھنا، بچوں کے گلے میں سبز رنگ کی تھیلیاں لٹکا دینا کہ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے فقیر ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

شرعی اعتبار سے اس قسم کی باتیں اوران کے متعلق مختلف فضائل مستند طریقہ پر ثابت نہیں، لہٰذا ان سے پرہیز کرتے ہوئے شریعت سے ثابت شدہ مستند ومعتبر احکام پر عمل پیرا ہونا چاہیے (والتفصیل فی ما ثبت بالسنہ فی ایام السنہ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ)

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ:

دس محرم کے دن حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ قبول ہوئی تھی اور دس محرم کو حضرت نوح صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی کنارہ پر آئی تھی، اسی دن حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تھی اوراسی دن آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔

اسی دن حضرت یونس صلی اللہ علیہ وسلم کو مچھلی کے پیٹ سے خلاصی ملی اوراسی دن ان کی امت کا قصور معاف ہوااوراسی دن حضرت یوسف صلی اللہ علیہ وسلم کنوئیں سے نکالے گئے۔

اسی دن حضرت ایوب صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض سے صحت عطا ہوئی اوراسی دن حضرت ادریس صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر اٹھائے گئے۔

اسی دن حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی ،اوراسی دن حضرت سلیمان صلی اللہ علیہ وسلم کوملک عطا ہوا۔

اس کے علاوہ اوربھی واقعات اس دن کے متعلق تاریخ دانوں نے لکھے ہیں۔

مگرتحقیق کرنے پرمعلوم ہوا کہ اس قسم کی روایات کی اسناد پرمحدثین کوکلام ہے۔ [1]

---

[1] وقد ورد أيضا أنه تاب فيه على قوم يونس روى أبو الشيخ (ابن حبان) في فضائل الأعمال أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :إن نوحا هبط من السفينة يوم عاشوراء فصامه نوح وأمر من معه بصيامه شكرا لله تعالى وفيه تاب الله على آدم وعلى أمه يونس وفيه فلق البحر لبنى إسرائيل وفيه ولد إبراهيم وعيسى قال :وفيه عثمان بن مطر منكر الحديث وقال وهب :أوحى الله إلى موسى عليه السلام أن مر قومك أن يتوبوا إلى في عشر المحرم فإذا كان في اليوم العاشر فليخرجوا إلى أغفر لهم .قال ابن رجب :هذا الحديث حث على التوبة فيه وأنه أرجى لقبول التوبة انتهى (فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، ج٣ص ٣٤، تحت رقم الحديث ٢٦٧٥)

النوع الثالث: لم سمى اليوم العاشر عاشوراء؟ اختلفوا فيه، فقيل: لأنه عاشر المحرم، وهذا ظاهر، وقيل: لأن الله تعالى أكرم فيه عشرة من الأنبياء، عليهم الصلاة والسلام بعشر كرامات .الأول: موسى عليه السلام، فإنه نصر فيه، وفلق البحر له، وغرق فرعون وجنوده .الثانى: نوح عليه السلام استوت سفينته على الجودى فيه .الثالث: يونس، عليه السلام، أنجى فيه من بطن الحوت .الرابع: فيه تاب الله على آدم عليه السلام، قاله عكرمة .الخامس: يوسف عليه السلام، فإنه أخرج من الجب فيه .السادس: عيسى عليه السلام، فإنه ولد فيه، وفيه رفع .السابع: داود، عليه السلام، فيه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پرملاحظہ فرمائیں﴾

آ گے اس طرح کی چند روایات کی اسنادی حیثیت کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حضرت آدم ویونس کی توبہ قبول ہونے، کشتیٔ نوح کے جودی پہاڑ پر ٹھہرنے اور حضرت ابراہیم کی ولادت کی روایت

امام طبرانی نے ایک لمبی حدیث روایت کی ہے، جس میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

’’عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن حضرت نوح صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی جودی پہاڑ پر پہنچی تھی، تو حضرت نوح صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہیوں نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کرنے کے طور پر روزہ رکھا تھا، اور اسی دن اللہ عزوجل نے حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ قبول فرمائی تھی، اور حضرت یونس صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توبہ قبول فرمائی، اور اسی دن حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کی

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

تاب الله عليه .الثامن: إبراهيم، عليه السلام، ولد فيه .التاسع: يعقوب، عليه السلام، فيه رد بصره. العاشر: نبينا محمد، صلى الله عليه وسلم، فيه غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر.

هكذا ذكروا عشرة من الأنبياء، عليهم الصلاة والسلام .قلت: ذكر بعضهم من العشرة: إدريس، عليه السلام، فإنه رفع إلى مكان في السماء، وأيوب، عليه السلام، فيه كشف الله ضره، وسليمان؟ عليه السلام، فيه أعطى الملك(عمدة القارى للعينى، ج ۱۱ ص ۱۱۷، ۱۱۸، كتاب الصوم، باب صيام يوم عاشوراء)

وليوم عاشوراء فضائل منها :ما ذكر في الحديث أن الله فرق فيه البحر لموسى بن عمران ، وغرق فرعون وجنوده ، ومنها ما روى معمر عن قتادة قال :ركب نوح في السفينة في رجب في عشر بقين منه ، ونزل من السفينة يوم عاشوراء .وقال عكرمة :هو يوم تاب الله فيه على آدم .وقال ابن حبيب :وفيه أخرج يوسف من الجب ، وفيه نَجَّى الله يونس من بطن الحوت ، وفيه تاب الله على قوم يونس ، وفيه ولد عيسى بن مريم ، وفيه تكسى الكعبة البيت الحرام في كل عام .وروى شعبة ، عن أبي الزبير ، عن جابر ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :(من وسع على نفسه وأهله يوم عاشوراء ، وسع الله عليه سائر السنة) قال جابر وأبو الزبير وشعبة :جربناه فوجدناه كذلك ، وقاله يحيى بن سعيد وابن عيينة أيضًا(شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج۴ ص ۱۴۴، ۱۴۵، كتاب الصيام)

ولادت ہوئی تھی“۔ [1]

لیکن اس روایت کی سند میں بعض راوی شدید ضعیف ہیں، جس کی وجہ سے یہ روایت قابلِ اعتبار نہیں ہے، لہٰذا اس روایت کے مضمون پر عقیدہ نہیں رکھنا چاہئے۔ [2]

---

[1] حدثنا علی بن عبد العزيز، ثنا معلی بن مهدی الموصلی، ثنا عثمان بن مطر الشيبانی، عن عبد الغفور يعنی ابن سعيد، عن عبد العزيز، عن أبيه -قال عثمان :وكانت لأبيه صحبة -قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :رجب شهر عظيم، يضاعف الله فيه الحسنات، فمن صام يوما من رجب فكأنما صام سنة، ومن صام منه سبعة أيام غلقت عنه سبعة أبواب جهنم، ومن صام منه ثمانية أيام فتحت له ثمانية أبواب الجنة، ومن صام منه عشرة أيام لم يسأل الله شيئا إلا أعطاه إياه، ومن صام منه خمسة عشر يوما نادى مناد فی السماء قد غفر لک ما مضى فاستئنف العمل، ومن زاد زاده الله عز وجل، وفی رجب حمل الله نوحا فی السفينة فصام رجبا، وأمر من معه أن يصوموا، فجرت بهم السفينة ستة أشهر،آخر ذلک يوم عاشوراء أهبط على الجودی فصام نوح ومن معه والوحش شكرا لله عز وجل، وفی يوم عاشوراء أفلق الله البحر لبنی إسرائيل، وفی يوم عاشوراء تاب الله عز وجل على آدم صلى الله عليه وسلم وعلى مدينة يونس، وفيه ولد إبراهيم صلى الله عليه وسلم(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۵۵۳۸، ج۶ ص ۶۹)

[2] قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الكبير، وفيه عبد الغفور، وهو متروک(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۵۱۳۲)

وقال ابن حجر العسقلانی:

روينـاه فی فضائل الأوقات للبيهقی؛ وفضائل رجب لعبد العزيز الكتانی، وفی الترغيب والترهيب لأبی القاسم التيمی من طريق عثمان بن مطر، عن عبد الغفور، عن عبد العزيز بن سعيد، عن أبيه :عن النبی صلى الله عليه وسلم .وعثمان بن مطر كذبه ابن حبان، وأجمع الأئمة على ضعفه (تبيين العجب بما ورد فی شهر رجب، ص۱۲)

وقال الالبانی:

موضوع .أخرجه الطبرانی فی "المعجم الكبير(۵۵۳۸) "من طريق عثمان ابن مطر الشيبانی عن عبد الغفور -يعنی :ابن سعيد -عن عبد العزيز بن سعيد عن أبيه -قال عثمان :وكانت لأبيه صحبة -قال ... :فذكره مرفوعا.

قلت :وهذا موضوع؛ آفته عثمان بن مطر؛ قال ابن حبان(۲/۹۹) "يروی الموضوعات عن الأثبات."

وشيخه عبد الغفور؛ قريب منه .وبه أعله الهيثمی، فقال (۳/۱۸۸)"وهو متروک."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دس محرم کے روزہ ودیگر اعمال کی مخصوص فضیلت اوراس دن میں اہم واقعات کی روایت

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک لمبی حدیث میں یہ مضمون مروی ہے کہ:

’’جس نے دس محرم کا روزہ رکھا، تو اس کے لیے ساٹھ سال کے روزوں اور عبادت کا ثواب لکھا جائے گا، اور جس نے دس محرم کا روزہ رکھا تو اس کے لیے دس ہزار فرشتوں کے برابر ثواب دیا جائے گا، اور جس نے دس محرم کا روزہ رکھا تو اس کو ہزار حاجیوں اور ہزار عمرہ کرنے والوں کے برابر ثواب دیا جائے گا، اور جس نے دس محرم کا روزہ رکھا تو اس کو دس ہزار شہیدوں کے برابر ثواب عطا کیا جائے گا، اور جس نے دس محرم کا روزہ رکھا تو اس کے لیے ساتوں آسمانوں کے برابر ثواب لکھا جائے گا، اور جس نے کسی مومن کا دس محرم کے دن روزہ افطار کرایا تو اس کا اجروثواب ایسا ہے گویا کہ اس نے پوری امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ افطار کرایا، اور جس نے دس محرم کو کسی بھوکے کو کھانا کھلایا، تو اس کا اجروثواب ایسا

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت :وقال ابن حبان(۱۴۸/۲) "كان ممن يضع الحديث على الثقات على كعب وغيره، لا يحل كتابة حديثه ولا الذكر عنه إلا على جهة الاعتبار."

وقوله فى إسناد الطبرانى ":يعنى :ابن سعيد !"خطأ لا أدرى ممن هو؟ !فإنه عبد الغفور بن عبد العزيز أبو الصباح الواسطى؛ قال ابن أبى حاتم(۵۵/۱/۳)بعد أن ساق نسبه هكذا ":-روى عن أبيه عن جده عن النبى -صلى الله عليه وسلم -، روى عنه عثمان بن مطر الشيبانى."

وقال الحافظ فى ترجمة سعيد الشامى -والد عبد العزيز -من "الإصابة":"جاء ت عنه أحاديث من رواية ولده عنه .تفرد بها عبد الغفور أبو الصباح بن عبد العزيز عن أبيه عبد العزيز عن أبيه سعيد " ...؛ ثم ساق بعضها.

وعبد العزيز بن سعيد والد عبد الغفور؛ لم أجد من ترجمه(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۵۴۱۳)

ہے، گویا کہ اس نے پوری امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فقیروں کو کھانا کھلایا، اور ان کا پیٹ بھرا، اور جس نے دس محرم کو کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کے سر کے ہر بال کے بدلہ میں اس کا جنت میں ایک درجہ بڑھا دیا جائے گا۔

یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ عزوجل نے ہمیں دس محرم کے دن کی بڑی فضیلت عطا فرمائی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں، اللہ نے آسمانوں کو اور اس کے مثل زمینوں کو دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور عرش کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور پہاڑوں کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور ستاروں کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور قلم کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور لوح کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور جبریل علیہ السلام کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور دوسرے فرشتوں کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور حضرت آدم علیہ السلام کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور حضرت حوا علیہا السلام کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور جنت کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور حضرت آدم علیہ السلام کو (جنت میں) دس محرم کے دن سکونت عطا فرمائی، اور حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن کی دس محرم کے دن ولادت ہوئی، اور اللہ نے ان کو آگ سے بھی دس محرم کے دن نجات عطا فرمائی، اور اللہ عزوجل نے ان (کے بیٹے کا مینڈھا) ان کی جان کے بدلہ میں دس محرم کے دن عطا کیا، اور اللہ نے دس محرم کے دن فرعون کو غرق کیا، اور اللہ نے دس محرم کے دن حضرت ادریس علیہ السلام کو (آسمان پر) اٹھایا، اور دس محرم کے دن اللہ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیف دور فرمائی، اور دس محرم کے دن اللہ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو (آسمان پر) اٹھایا، اور دس محرم کے دن ہی ان کی ولادت ہوئی، اور دس محرم کے دن اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ (قبول) فرمائی،

اور دس محرم کے دن حضرت داؤد علیہ السلام کے گناہ کو معاف فرمایا، اور دس محرم کے دن اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت عطا فرمائی، اور دس محرم کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، اور دس محرم کے دن اللہ رب عزوجل عرش پر مستوی ہوا، اور دس محرم کے دن قیامت قائم ہوگی‘‘۔ [1]

مگر مذکورہ روایت سند کے اعتبار سے قابلِ اطمینان ثابت نہیں ہوسکی۔

---

[1] أخبرنا السيد أبو الحسن محمد بن الحسين بن داود العلوى قراء ة عليه ، وأبو بكر أحمد بن الحسن القاضى رحمه الله إملاء قالا :أخبرنا أبو محمد حاجب بن أحمد الطوسى ، حدثنا عبد الرحيم بن منيب ، حدثنا حبيب بن محمد المروزى حدثنى أبى عن إبراهيم الصائغ ، عن ميمون بن مهران ، عن ابن عباس ، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من صام يوم عاشوراء كتبت له عبادة ستين سنة بصيامها وقيامها ، ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب عشرة آلاف ملك ، ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب ألف حاج ومعتمر ، ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب عشرة آلاف شهيد ، ومن صام يوم عاشوراء كتب له أجر سبع سماوات ، ومن أفطر عنده مؤمن فى يوم عاشوراء فكأنما أفطر عنده جميع أمة محمد عليه الصلاة والسلام ، ومن أشبع جائعا فى يوم عاشوراء فكأنما أطعم جميع فقراء أمة محمد صلى الله عليه وسلم ، وأشبع بطونهم ومن مسح يده على رأس يتيم فى يوم عاشوراء رفعت له بكل شعرة على رأسه درجة فى الجنة قال :قال عمر رضى الله عنه :يا رسول الله ، لقد فضلنا الله عز وجل فى يوم عاشوراء ، قال : نعم خلق الله السماوات فى يوم عاشوراء ، والأرضين كمثله ، وخلق العرش فى يوم عاشوراء ، والكرسى كمثله ، وخلق الجبال فى يوم عاشوراء والنجوم كمثله ، وخلق القلم فى يوم عاشوراء واللوح كمثله ، وخلق جبريل عليه السلام فى يوم عاشوراء وملائكته فى يوم عاشوراء ، وخلق آدم عليه السلام فى يوم عاشوراء ، وحواء كمثله ، وخلق الجنة فى يوم عاشوراء ، وأسكن آدم عليه السلام فى يوم عاشوراء ، وولد إبراهيم خليل الرحمن فى يوم عاشوراء ، ونجاه الله من النار فى يوم عاشوراء ، وفداه الله عز وجل فى يوم عاشوراء ، وأغرق فرعون فى يوم عاشوراء ، ورفع إدريس عليه السلام فى يوم عاشوراء ، وكشف الله عن أيوب فى يوم عاشوراء ، ورفع عيسى بن مريم فى يوم عاشوراء ، وولد فى يوم عاشوراء ، وتاب الله على آدم فى يوم عاشوراء ، وغفر ذنب داود عليه السلام فى يوم عاشوراء ، وأعطى ملك سليمان فى يوم عاشوراء ، وولد النبى صلى الله عليه وسلم فى يوم عاشوراء ، واستوى الرب عز وجل على العرش فى يوم عاشوراء ، ويوم القيامة فى يوم عاشوراء قال القاضى أبو بكر :استوى من غير مماسة ولا حركة كما يليق بذاته (فضائل الاوقات للبيهقى ج ا ص ۴۳۹،رقم الحديث ۲۳۷)

چنانچہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

’’یہ حدیث منکر ہے، اور اس کی سند بہت کمزور ہے، اور میں اس حدیث کی ذمہ داری سے اللہ کے آگے اپنے آپ کو بری کرتا ہوں، اور اس حدیث کا مضمون درست نہیں، اور اس روایت میں آسمانوں اور زمین اور پہاڑ سب کو دس محرم کے دن پیدا کرنے کا ذکر ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ ’’اللہ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا‘‘ اور یہ بات ناممکن ہے کہ سارا سال دس محرم کا دن ہی ہو، سو یہ تمام امور اس حدیث کے ضعف (اور غیر معتبر ہونے) پر دلالت کرتے ہیں‘‘۔ [1]

دیگر محدثین واہلِ علم حضرات نے بھی مذکورہ بالا حدیث کے بعض راویوں کو شدید ضعیف اور بعض نے کذاب قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] هـذا حديث منكر ، وإسناده ضعيف بمرة وأنا أبرأ إلى الله من عهدته ، وفى متنه ما لا يستقيم وهو ما روى فيه من خلق السماوات والأرضين والجبال كلها فى يوم عاشوراء والله تعالى يقول :(الله الذى خلق السموات والأرض فى ستة أيام ثم استوى على العرش) ومن المحال أن تكون السنة كلها فى يوم عاشوراء فدل ذلک على ضعف هذا الخبر ، والله أعلم(فضائل الاوقات للبيهقى ج ا ص ۴۳۹،تحت رقم الحديث ۲۳۷)

[2] قال ابن حبان:

حبيب بن أبى حبيب الخرططى من أهل مرو يروى عن أبى حمزة وإبراهيم الصائغ روى عنه أهل مرو كان يضع الحديث على الثقات لا تحل كتابة حديثه ولا الرواية عنه إلا على سبيل القدح فيه روى عن إبراهيم الصائغ عن ميمون بن مهران عن بن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صام يوم عاشوراء كتب الله له عبادة سبعين سنة بصيامها وقيامها الخ .... وهذا كله باطل لا أصل له(المجروحين لابنِ حبان، ج ا ص ۲۶۵، ۲۶۶، ملخصاً، رقم الترجمة ۲۶۹)

وقال ابن حجر:

حبيب بن أبى حبيب الخرططى بفتح المعجمة وسكون الراء وبمهملتين الأولى مفتوحة المروزى كذبه بن حبان من التاسعة أيضا(تقريب التهذيب لابنِ حجر، ج ا ص ۱۹۴، رقم الترجمة ۱۰۹۱)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس کی وجہ سے یہ روایت شدید ضعیف بلکہ موضوع ومن گھڑت معلوم ہوتی ہے، جس پر عقیدہ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال ایضاً:

حبيب "بن أبى حبيب الخرططى المروزى روى عن إبراهيم الصائغ وأبى حمزة السكرى وعنه محمد بن قهزاد قال بن حبان كان يضع الحديث على الثقات لا يحل كتب حديثه الا على سبيل القدح فيه وقال الحاكم روى أحاديث موضوعة وكذا رماه بالوضع النقاش وأبو سعيد السمعانى وقال أن خرطط من قرى مرو ذكرته للتمييز أيضا لأنه هو والذى قبله فى طبقة كاتب مالك(تهذيب التهذيب، ج٢ص ١٨٢، ١٨٣، رقم الترجمة ٣٢٨)

وقال ایضاً:

حبيب بن أبى حبيب الخرططى المروزى (ويقال له :حبيب بن محمد)عن إبراهيم الصائغ، وغيره.

كان يضع الحديث قاله ابن حبان، وغيره.

وروى محمد بن عبد الله بن قهزاد، عن حبيب، عن إبراهيم الصائغ، عن ميمون بن مهران، عن ابن عباس مرفوعا من صام عاشوراء كتب الله له عبادة سبعين سنة صيامها وقيامها وأعطى ثواب عشرة آلاف ملك وثواب سبع سماوات.

ومن أفطر عنده مؤمن يوم عاشوراء فكأنما أفطر عنده جميع أمة محمد صلى الله عليه وسلم ومن أشبع جائعا فى يوم عاشوراء فكأنما أطعم فقراء الأمة.

ومن مسح رأس يتيم يوم عاشوراء رفعت له بكل شعرة درجة فى الجنة . ...

وذكر حديثا طويلا موضوعا وفيه :إن الله خلق العرش يوم عاشوراء والكرسى يوم عاشوراء والقلم يوم عاشوراء وخلق الجنة يوم عاشوراء وأسكن آدم الجنة يوم عاشوراء.إلى أن قال :وولد النبى صلى الله عليه وسلم يوم عاشوراء واستوى الله على العرش يوم عاشوراء ويوم القيامة يوم عاشوراء ...فانظر إلى هذا الإفك، انتهى.

وقال الحاكم :روى عن أبى حمزة وإبراهيم الصائغ أحاديث موضوعة وقال نحوه النقاش.

وقال ابن عدى :كان يضع الحديث.

وقال أحمد بن حنبل :حبيب بن أبى حبيب كذاب.

كذا ذكره ابن الجوزى عنه عقب الحديث المذكور فى الموضوعات ثم قال ابن الجوزى :وفى الرواة من يدخل بين حبيب وإبراهيم الصائغ أباه.

قلت :وهو فى الجزء الرابع من فوائد حاجب الطوسى :حدثنا عبد الرحيم بن منيب، حدثنا حبيب بن محمد، حدثنا أبى، حدثنا إبراهيم الصائغ به(لسان الميزان لابنِ حجر العسقلانى، ج٢ص ٥٤٦، رقم الترجمة ٢١١٤)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رکھنا جائز نہیں، اوراس روایت میں مذکورہ باتوں کو دس محرم کے حوالہ سے منسوب وبیان کرنا درست نہیں، مگر یہ کہ جو بات کسی دوسرے معتبر طریقہ سے ثابت ہو۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الذهبی:

حبیب بن أبی حبیب الخرططی المروزی.عن إبراهیم الصائغ وغیره.

کان یضع الحدیث.قاله ابن حبان وغیره.

روی محمد بن عبد الله بن قهزاذ، عن حبیب، عن إبراهیم الصائغ، عن میمون بن مهران، عن ابن عباس -مرفوعاً :من صام عاشوراء کتب الله له عبادة سبعین سنة بصیامها وقیامها، وأعطی ثواب عشرة آلاف ملک، وثواب سبع سموات.

ومن أفطر عنده مؤمن یوم عاشوراء فکأنما أفطر عنده جمیع أمة محمد.

ومن أشبع جائعا فی یوم عاشوراء فکأنما أطعم فقراء الأمة.

ومن مسح رأس یتیم یوم عاشوراء رفعت له بکل شعرة درجة فی الجنة.

وذکر حدیثاً طویلا موضوعا، وفیه :إن الله خلق العرش یوم عاشوراء ، والکرسی یوم عاشوراء ، والقلم یوم عاشوراء ، وخلق الجنة یوم عاشوراء ، وأسکن آدم الجنة یوم عاشوراء ..إلی أن قال :وولد النبی صلی الله علیه وسلم (یوم عاشوراء)واستوی الله علی العرش یوم عاشوراء ، ویوم القیامة یوم عاشوراء ، فانظر إلی هذا الافک !(میزان الاعتدال، ج ۱ ص ۴۵۱، ۴۵۲،رقم الترجمة ۱۶۹۳)

وقال ابوالوفاء ابراهیم بن محمد الطرابلسی الشافعی :

حبیب بن أبی حبیب الخرطی المروزی کان یضع الحدیث قال بن حبان وغیره(کشف الحثیث، ص۸۸،باب الحاء المهملة ، رقم الترجمة ۲۰۷)

وقال ابونعیم الاصبهانی:

حبیب بن أبی حبیب المروزی حدث عن إبراهیم الصائغ وأبی حمزة السکری أحادیث موضوعة لا شیء (الضعفاء لابی نعیم، ص ۵۲، رقم الترجمة ۵۳)

وقال محمد بن طاهر المقدسی:

من صام یوم عاشوراء کتب الله له عبادة ستین سنة

فیه حبیب ابن أبی حبیب کان یضع الحدیث(کتاب معرفة التذکرة ،ج ۱ ص ۲۲۰ رقم الحدیث ۸۳۲)

[1] وقال ابن الجوزی:

هذا حدیث موضوع بلا شک .قال أحمد بن حنبل :کان حبیب بن أبی حبیب یکذب .وقال ابن عدی :کان یضع الحدیث .وفی الرواة من یدخل بین حبیب وبین إبراهیم إبله .وقال أبو حاتم أبو حبان :هذا حدیث باطل لا أصل له .قال وکان حبیب من أهل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دس محرم کے دن رونے کی فضیلت کی روایت

ایک روایت میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

''جو شخص دس محرم کے دن روئے گا (اور ماتم وسوگ کرے گا) تو وہ قیامت کے دن معزز رسولوں کے ساتھ ہوگا۔

اور اسی طریقہ سے دس محرم کے دن رونا قیامت کے دن مکمل نور کا باعث بنے گا''۔

مگر یہ روایت سند کے اعتبار سے درست نہیں، بلکہ موضوع و من گھڑت ہے، جس کو بعض اہلِ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

مـرو يضـع الـحـديـث عـلـى الثـقـاة لا يـحـل كـتـب حديثه إلا على سبيل القدح فيه (الموضوعات لابن الجوزى ج۲ص ۲۰۳، كتاب الصيام)

وقال ابن القيم الجوزى:

ومن ذلک حديث من صام يوم عاشوراء كتب الله له عبادة ستين سنة وهذا باطل يرويه حبيب بن أبي حبيب عن إبراهيم الصائغ عن ميمون بن مهران عن ابن عباس وحبيب كان يضع الأحاديث (المنار المنيف فى الصحيح والضعيف، ص۴۷، رقم الحديث ۴۴)

وقال الشوكانى:

حديث" :من صام يوم عاشوراء أعطى ثواب عشرة آلاف ملک.

ذكره فى اللآلىء مطولا عن ابن عباس مرفوعا وهو موضوع (الفوئد المجموعة، ص ۹۶، رقم الحديث ۳۳، كتاب الصيام)

وقال اللكنوى:

أخرجه ابن الجوزى بسند فيه حبيب بن أبى حبيب وقال موضوع آفته حبيب انتهى وأقره عليه السيوطى وابن عراق والحافظ ابن حجر وغيرهم وفى ميزان الاعتدال للذهبى حبيب بن أبى حبيب الخرططى المروزى عن إبراهيم الصائغ وغيره كان يضع الحديث (الآثار المرفوعة فى الاخبار الموضوعة للكنوى ج ۱ ص ۹۵ ،فضل يوم عاشوراء وصيامه)

قال محمد بن محمد درويش الحوت الشافعي:

حديث من صام يوم عاشوراء كتب الله له عبادة ستين سنة. باطل وهذا يرويه حبيب بن أبى حبيب قال الهيثمى متروک كذاب (اسنى المطالب فى احاديث مختلفة المراتب ،ص ۲۷۳، رقم الحديث ۱۴۱۶)

روافض نے دس محرم کے دن رونے اور ماتم کرنے پر ابھارنے کے لیے گھڑا ہے۔ [1]

دس محرم کے دن سرمہ لگانے کی روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک روایت میں یہ مضمون مروی ہے کہ:

''جس نے دس محرم کے دن اثمد سرمہ لگایا تو اس کو کبھی آنکھ کی بیماری نہ ہوگی''۔ [2]

---

[1] قال محمد بن طاهر الفتنی:

ما من عبد يبكي يوم قتل الحسين إلا كان يوم القيامة مع أولى العزم من الرسل موضوع رتني.وكذا البكاء يوم عاشوراء نورا تاما يوم القيامة(تذكرة الموضوعات للفتني ،ص ۱۱۹ ،كتاب العلم،باب الفاضلة من الأوقات والأيام والجمعة وعاشوراء والكحل وسعة الرزق وخلق كل شيء فيه والشهور وأيام النحس وما حدث فيها من البدع)

قال الشوكاني:

حديث" :ما من عبد يبكي يوم قتل الحسين .يعني :يوم عاشوراء إلا كان يوم القيامة مع أولي العزم من الرسل.قال في الذيل :موضوع.

وكذا ما روى :من أن البكاء يوم عاشوراء نور تام يوم القيامة .هو موضوع .وضعته الرافضة ,وقد قدمنا في كتاب الصيام .ما في صيام يوم عاشوراء من الأحاديث الموضوعة(الفوئد المجموعة ج ۱ ص ۴۴۰ ، رقم الحديث ۴، كتاب الفضائل، باب فضائل الأمكنة والأزمنة، احاديث الادعية والعبادات في الشهور)

وقال ابن عراق الكناني:

(ومنهم رتن الهندي) قال الذهبي في الميزان :رتن الهندي وما أدراك ما رتن؟ شيخ دجال بلا ريب ظهر بعد الستمائة فادعى الصحبة والصحابة لا يكذبون، وهذا جريء على الله ورسوله، وقد ألفت في أمره جزءا وقد قيل إنه مات سنة اثنتين وثلاثين وستمائة، ومع كونه كذابا فقد كذبوا عليه جملة كثيرة من أسمج الكذب والمحال، قال الحافظ ابن حجر في لسان الميزان :وقد وقفت على الجزء الذي ألفه الذهبي بخطه، فقال بعد البسملة :سبحانك هذا بهتان عظيم.......... (وقال) ما من عبد يبكي يوم قتل الحسين إلا كان يوم القيامة مع أولي العزم من الرسل، وقال البكاء في يوم عاشوراء نور تام يوم القيامة(تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة، ج۲ ص ۳۹، كتاب المناقب والمثالب، باب في مناقب ومثالب متفرقة، الفصل الثالث)

[2] أخبرناه أبو عبد الله الحافظ، قال :أخبرني عبد العزيز بن محمد بن إسحاق، حدثنا علي بن محمد الوراق، حدثنا الحسين بن بشر، حدثنا محمد بن الصلت، حدثنا جويبر، عن الضحاك، عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من اكتحل بالإثمد يوم عاشوراء لم يرمد أبدا "(شعب الايمان للبيهقي ، رقم الحديث ۳۵۱۷، ج۵ ص ۳۳۴،مكتبة الرشد بالرياض)

بعض روایات میں خاص ''اثمد'' سرمہ کا ذکر نہیں۔

مگر دس محرم کے دن اثمد سرمہ لگانے یا عام سرمہ لگانے سے متعلق روایت کو محدثین نے شدید ضعیف اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] قال البیھقی:

وکذلک رواہ بشر بن حمدان بن بشر النیسابوری، عن عمہ الحسین بن بشر، ولم أر ذلک فی روایة غیرہ، عن جویبر، وجویبر ضعیف، والضحاک لم یلق ابن عباس (شعب الایمان للبیھقی، تحت رقم الحدیث ۳۵۱۷، ج۵ص ۳۳۴، مکتبة الرشد بالریاض)

وقال السخاوی:

حدیث: من اکتحل بالإثمد یوم عاشوراء لم ترمد عینه أبدا، الحاکم والبیھقی فی الثالث والعشرین من الشعب، والدیلمی من حدیث جویبر عن الضحاک عن ابن عباس به مرفوعا، وقال الحاکم: إنه منکر، قلت: بل موضوع أوردہ ابن الجوزی فی الموضوعات من ھذا الوجه، ومن حدیث أبی ھریرة بسند لین فیه أحمد بن منصور الشونیزی، فکأنه أدخل علیه وھو إسناد مختلق لھذا المتن قطعا، قال الحاکم: والاکتحال یوم عاشوراء لم یرد عن النبی صلی الله علیه وسلم فیه أثر، وھو بدعة ابتدعھا قتلة الحسین علیه السلام (المقاصد الحسنة، ص ۶۳۲، ۶۳۳، رقم الحدیث ۱۰۸۵، حرف المیم)

وقال العجلونی:

من اکتحل بالإثمد یوم عاشوراء لم ترمد عینه.

ویروی "عیناہ أبدًا"، رواہ الحاکم والبیھقی فی شعبه، والدیلمی عن ابن عباس رفعه، وقال الحاکم: منکر.

وقال فی "المقاصد": "بل موضوع، وقال فی "اللآلء" بعد أن رواہ عن ابن عباس من طریق الحاکم: حدیث منکر، والاکتحال لا یصح فیه أثر؛ فھو بدعة.

وأوردہ ابن الجوزی فی "الموضوعات"، وقال الحاکم أیضًا: الاکتحال یوم عاشوراء لم یرو عن النبی -صلی الله علیه وسلم- فیه أثر، وھو بدعة ابتدعھا قتلة الحسین رضی الله عنه وقبحھم.

نعم رواہ فی "الجامع الصغیر" "بلفظ": من اکتحل بالإثمد یوم عاشوراء؛ لم یرمد أبدًا"، قال المناوی نقلًا عن البیھقی: وھو ضعیف بالمرة. وقال ابن رجب فی "لطائف المعارف": "کل ما روی فی فضل الاکتحال والاختضاب والاغتسال فیه موضوع، لم یصح (کشف الخفاء ومزیل الالباس، ج۲ص۲۷۸، رقم الحدیث ۲۴۱۰، حرف المیم)

وقال محمد بن طاھر الفتنی:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دس محرم کے دن مخصوص نماز کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک روایت میں یہ مضمون مروی ہے کہ:

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

فی المختصر من اکتحل بالإثمد یوم عاشوراء لم ترمد عینه أبدا لجماعة مرفوعا قال الحاکم منکر قلت بل موضوع کما قال ابن الجوزی، قال المذنب وکذا قال الصغانی(تذکرة الموضوعات، ص۱۱۸،کتاب العلم، باب الفاضلة من الأوقات والأیام والجمعة وعاشوراء والکحل وسعة الرزق وخلق کل شیء فیه والشهور وأیام النحس وما حدث فیها من البدع)

وقال محمد بن محمد درویش الحوت الشافعی:

خبر " :من اکتحل یوم عاشوراء بالإثمد لم ترمد عینه أبدا ."رواه الحاکم وقال :إنه منکر وأورده ابن الجوزی فی الموضوعات(اسنی المطالب فی احادیث مختلفة المراتب ،ص ۲۶۱، رقم الحدیث ۱۳۴۵ ،حرف المیم)

وقال الالبانی:

من اکتحل بالإثمد یوم عاشوراء لم یرمد أبدا ."موضوع.

أورده ابن الجوزی فی "الموضوعات "من طریق الحاکم عن جویبر عن الضحاک عن ابن عباس مرفوعا .وقال(۲/۲۰۴) "قال الحاکم :أنا ابرأ إلی الله من عهدة جویبر ."وأما السیوطی فکأنه أقره فی "اللآلی "فإنه قال عقبه(۲/۱۱۱) "قلت :أخرجه البیهقی فی "شعب الإیمان "عن الحاکم وقال :إسناده ضعیف بمرة، وجویبر ضعیف، والضحاک لم یلق ابن عباس ."ثم ساق له شاهدا من حدیث أبی هریرة رواه ابن النجار، وفیه إسماعیل بن معمر قال السیوطی " :قال فی "المیزان :"لیس بثقة ."

فالعجب منه کیف سها عن هذا فأورده فی "الجامع الصغیر !"وقد تعقبه المناوی بما نقله .عن السخاوی أنه قال عقب قول الحاکم السابق " :بل هو موضوع ."ونقل نحوه عن ابن رجب، ونقل الشیخ القاریء فی "موضوعاته "(ص۱۲۲) عن ابن القیم أنه قال " :وأما أحادیث الاکتحال والادهان والتطیب یوم عاشوراء فمن وضع الکذابین، وقابلهم آخرون فاتخذوه یوم تألم وحزن، والطائفتان مبتدعتان خارجتان عن السنة، وأهل السنة یفعلون ما أمر به النبی صلی الله علیه وسلم من الصوم، ویجتنبون ما أمر به الشیطان من البدع (سلسلة الاحادیث الضعیفة، تحت رقم الحدیث ۶۲۴)

وقال اللکنوی:

ومن الأحادیث الواردة فی یوم عاشوراء أحادیث فضل الاکتحال فیه وهی لا تخلو من ضعف شدید بل هی موضوعة وأحادیث التوسعة علی العیال وقد حکم علیها ابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’جس نے دس محرم کے دن ظہر اور عصر کے درمیان چالیس رکعات پڑھیں، ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور دس مرتبہ آیۃ الکرسی اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص اور پانچ مرتبہ معوذتین (یعنی سورہ فلق اور سورہ ناس) پڑھیں اور سلام پھیرنے

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

الجوزی وابن تیمیة فی منهاج السنة وغیرهما ممن حذی حذوهما بالوضع وقد تعقب کثیر من المحققین قولهم وأثبتوا أنها حسنة قابلة للاحتجاج والعمل بها ومع ذلک فهو مجرب أیضا.

فأخرج الحاکم فی مستدرکه ومن طریقه ابن الجوزی بسنده إلی جویبر عن الضحاک عن ابن عباس مرفوعا من اکتحل بالإثمد یوم عاشوراء لم یرمد أبدا قال الحاکم أنا أبرأ إلی الله من عهدة جویبر انتهی .وفی میزان الاعتدال .جویبر بن سعید أبو القاسم الأزدی المفسر البلخی صاحب الضحاک قال ابن معین لیس بشیء وقال الجوزقانی لا یشتغل به وقال النسائی والدارقطنی وغیرهما متروک الحدیث قلت له عن أنس شیء روی عنه حماد بن زید وابن المبارک ویزید بن هارون وطائفة أبو مالک عن جویبر عن الضحاک عن ابن عباس مرفوعا قال تجب الصلاة علی الغلام إذا عقل والصوم إذا أطاقه ویروی عن جویبر عن الضحاک عن ابن عباس حدیث من اکتحل بالإثمد یوم عاشوراء لم یرمد أبد قال أبو قدامة السرخسی قال یحیی القطان تساهلوا فی أخذ التفسیر عن القوم لا توثقوهم فی الحدیث ثم ذکر لیث بن أبی سلیم وجویبر والضحاک ومحمد بن السائب وقال هؤلاء لا یحمد حدیثهم ویکتب التفسیر عنهم انتهی.

وأخرج البیهقی حدیث الکحل من طریق الحاکم وقال سنده ضعیف بمرة وکذلک رواه بشر بن حمدان بن بشر النیسابوری عن عمه الحسین بن بشر ولم أر ذلک فی روایة غیره عن جویبر وجویبر ضعیف والضحاک لم یلق ابن عباس انتهی.

وأخرجه ابن النجار فی تاریخه من حدیث أبی هریرة بلفظ من اکتحل یوم عاشوراء بإثمد فیه مسک عوفی من الرمد وفی سنده إسماعیل بن معمر قال الذهبی فی المیزان لیس ثقة .انتهی .وقال ابن عراق فی تنزیه الشریعة وجاء فی حدیث سلمان رأیت بخط العلامة أبی الفتح المراغی منسوبا إلی تخریج الحافظ السلفی وفی سنده محمد بن عبد الرحمن ضعیف وفی الجزء المسمی بالغنی عن الحافظ والکتاب بقولهم لم یصح شیء فی هذا الباب للحافظ أبی حفص بن بدر الموصلی ما نصه الاکتحال یوم عاشوراء لم یرد فیه شیء عن النبی وهو بدعة ابتدعها قتلة الحسین انتهی وفی بعض کتب الحنفیة ما نصه یکره الکحل یوم عاشوراء لأن یزیدا وابن زیاد اکتحل بدم الحسین وقیل بالأثمد لتقر عینه بقتله الحسین انتهی کلام ابن عراق(الآثار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة، ص۹۷، ۹۸، فضل یوم عاشوراء وصیامه)

کے بعد ستَّر مرتبہ استغفار کیا، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت الفردوس میں ایک ایسا سفید گنبد عطا کرے گا، جس میں سبز زمرد کا گھر ہوگا، اس گھر کی کشادگی اس دنیا سے تین گنا ہوگی، اور اس گھر میں ایک نور کا تخت ہوگا، جس کے پائے بھورے رنگ کے عنبر کے ہوں گے، اور اس پر زعفران کے ایک ہزار بچھونے ہوں گے‘‘۔ [1]

مگر اس روایت کو بھی محدثین نے موضوع ومن گھڑت قرار دیا ہے، جس پر عقیدہ رکھنا اور عمل کرنا جائز نہیں۔ [2]

---

[1] أنبأنا إبراهيم بن محمد الطيبى أنبأنا الحسين بن إبراهيم أنبأنا الحسن بن على ابن جعفر أنبأنا عبدالله بن عبيدالله بن كلالة حدثنا أبو القاسم عبدالله بن أحمد حدثنا أحمد بن نصر بن على الرازى حدثنا أبو عبد الله محمد بن إبراهيم حدثنا أحمد بن محمد حدثنا محمد بن عبدالله النهروانى حدثنا محمد بن سهل عن أبيه عن أبى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من صلى يوم عاشوراء ما بين الظهر والعصر أربعين ركعة ، يقرأ فى كل ركعة بفاتحة الكتاب مرة ، وآية الكرسى عشر مرات ، وقل هو الله أحد إحدى عشرة مرة ، والمعوذتين خمس مرات ، فإذا سلم استغفر سبعين مرة ، أعطاه الله فى الفردوس قبة بيضاء فيها بيت من زمردة خضراء ، سعة ذلك البيت مثل الدنيا ثلاث مرات ، وفى ذلك البيت سرير من نور ، قوائم السرير من العنبر الاشهب ، على ذلك السرير ألفا فراش من الزعفران(الموضوعات لابن الجوزى ج٢ ص١٢٢ ، كتاب الصلاة)

[2] قال ابن الجوزى:

هذا حديث موضوع .وكلمات الرسول عليه السلام منزهة عن مثل هذا التخليط . والرواة مجاهيل .والمتهم به الحسين(الموضوعات لابن الجوزى ج٢ ص١٢٣ كتاب الصلاة)

وقال الشوكانى:

حديث " :من صلى يوم عاشوراء ما بين الظهر والعصر أربع ركعات يقرأ فى كل ركعة بفاتحة الكتاب مرة وآية الكرسى عشر مرات وقل هو الله أحد إحدى عشرة مرة والمعوذتين خمس مرات فإذا سلم استغفر الله سبعين مرة أعطاه الله فى الفردوس قبة بيضاء _إلخ."

رواه الجوزقانى عن أبى هريرة مرفوعا وهو موضوع ورواته مجاهيل(الفوائد المجموعة، ص٤٧، كتاب الصلاة، باب التطوع)

وقال اللكنوى:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دس محرم کی رات میں مخصوص نماز کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک روایت میں یہ مضمون مروی ہے کہ:

''جس نے دس محرم کی رات کو زندہ کیا (یعنی عبادت کی) تو گویا کہ اس نے آسمان والوں کے بقدر عبادت کی، اور جس نے چار رکعات نماز پڑھی، جس کی ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، اور پانچ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی، تو اللہ اس کے اگلے پانچ اور پچھلے پانچ سالوں کے گناہ معاف کردے گا، اور مثلِ اعلیٰ میں اس کے لیے ایک لاکھ نور کے منبر بنادے گا''۔ [1]

علامہ ابن جوزی نے اس روایت کے متعلق فرمایا کہ اس روایت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

حديث أبي هريرة مرفوعا من صلى يوم عاشوراء ما بين الظهر والعصر أربعين ركعة يقرأ فى كل ركعة بفاتحة الكتاب مرة وآية الكرسى عشر مرات وقل هو الله أحد إحدى عشرة مرة والمعوذتين خمس مرات فإذا سلم استغفر سبعين مرة أعطاه الله فى الفردوس قبة بيضاء فيها بيت من زمردة خضراء سعة ذلك البيت مثل الدنيا ثلاث مرات وفى ذلك البيت سرير من نور قوائم السرير من العنبر الأشهب على ذلك السرير ألف فراش من الزعفران.

أخرجه ابن الجوزى بسنده وقال ذكر حديثا طويلا من هذا الجنس وهو موضوع ورواته مجاهيل انتهى وأقره عليه السيوطى وقال ابن عراق فى تنزيه الشريعة أخرجه الجوزقانى من حديث أبى هريرة وهو أطول من هذا وكله من هذا الجنس ورواته مجاهيل انتهى(الآثار المرفوعة فى الأخبار الموضوعة، ص٩٠،صلاة يوم عاشوراء)

[1] حدثنا محمد بن ناصر أنبأنا أحمد بن الحسين بن قريش أنبأنا العشارى أنبأنا أبو بكر النوشرى حدثنا أحمد بن سلمان حدثنا إبراهيم الحربى حدثنا شريح بن النعمان حدثنا ابن أبى الزناد عن أبيه عن الاعرج عن أبى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من أحيى ليلة عاشوراء فكأنما عبدالله تعالى بمثل عبادة أهل السموات ، ومن صلى أربع ركعات ، يقرأ فى كل ركعة الحمد مرة ، وخمسة مرة قل هو الله أحد ، غفر الله له ذنوب خمسين عاما ماض ، وخمسين عاما مستقبل ، وبنى له فى المثل الاعلى ألف ألف منبر من نور "(الموضوعات لابن الجوزى ج٢ص١٢٢، كتاب الصلاة)

سے صحیح ہونا ثابت نہیں، لہٰذا اس روایت پر بھی عقیدہ رکھنا درست نہیں۔ ۱؎

دس محرم کے دن تیل اور خوشبو وغیرہ لگانے اور اسی طرح زیب و زینت اختیار کرنے کی فضیلت سے متعلق بھی بعض روایات مروی ہیں، جن کو محدثین نے بے بنیاد اور موضوع و من گھڑت قرار دیا ہے۔ ۲؎

پس اس قسم کی شدید ضعیف، ناقابلِ اعتبار اور من گھڑت روایات پر عقیدہ رکھنا درست نہیں۔

اللہ تعالیٰ اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

۱؎ قال ابن الجوزی: هذا حديث لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم .وقد أدخل على بعض المتأخرين من أهل الغفلة ، على أن عبدالرحمن بن أبى الزناد مجروح .قال أحمد :هو مضطرب الحديث ، وقال يحيى:لا يحتج به (الموضوعات لابن الجوزی ج۲ص۱۲۲ ، كتاب الصلاة)

۲؎ ومن الاحاديث الموضوعة احاديث الاكتحال والادهان والتطيب يوم عاشوراء.فمن فعل ذلک فيه معتمدا السنة مظهرا للفرح والسرور فهو مبتدع.وكذا من اتخذه يوم تألم واحزان ولبس سواد ودوران فى البلاد وجرح الرأس والابدان كما اشتهر ذلک عن الرفضة فى بلاد العجم من خراسان، فعليهم غضب الجبار(كشف الخفاء ومزيل الالباس للعجلونی، ج۲ص ۵۱۰،خاتمة يختم بها الكتاب)

أما غير ذلک مما اشتهر فعله في يوم عاشوراء :كالإكتحال والتزين باللباس وغيره وزيارة العلماء والإخوان ونحو ذلک من الأمور الحسنة فلم يصح منها شیء ، بل هی من وضع قتلة الحسين اتخذوا عيدا، كما اتخذه الروافض يوم الحزن، وكذا ما يذكر فی كتب الترغيب " :إن آدم تاب الله عليه يوم عاشوراء ، ونوحا نجاه الله يوم عاشوراء ، وإبراهيم نجاه الله من النار يوم عاشوراء ، ويونس أخرجه الله من بطن الحوت يوم عاشوراء ، ويعقوب اجتمع بيوسف يوم عاشوراء ، والتوراة نزلت يوم عاشوراء ، وما أشبه ذلک من الأخلاط، فكله كذب ولا أصل له(اسنى المطالب فى احاديث مختلفة المراتب ج۱ص۳۴۳ ،احاديث فضل يوم عاشوراء)

وأما أحاديث الاكتحال والادهان والتطيب فمن وضع الكذابين وقابلهم آخرون فاتخذوه يوم تألم وحزن والطائفتان مبتدعتان خارجتان عن السنة .

وأهل السنة يفعلون ما أمر به النبى صلى الله عليه وسلم من الصوم ويجتنبون ما أمر به الشيطان من البدع .قلت فينبغى لمن يكتحل يوم عاشوراء أن يكون تبعا للحديث لا لإظهار الفرح والحزن كما هو طريق الخوارج المضادة للروافض وقد اشتهر عن الرافضة فى بلاد العجم من خراسان والعراق بل فى بلاد ما وراء النهر منكرات عظيمة من لبس السواد والدوران فى البلاد وجرح رؤوسهم وأبدانهم بأنواع من الجراحة ويدعون أنهم محبو أهل البيت وهم بريئون منهم(الأسرار المرفوعة فى الأخبار الموضوعة المعروف بالموضوعات الكبرى لمنلا على القارى، ص۴۷۵)

(باب نمبر3)

شہادتِ حسین سے متعلق احادیث وروایات

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ماہِ محرم کے مہینہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، اوراس مہینہ میں کربلا کا واقعہ پیش آیا، جس کی بنیاد پر ماہِ محرم سے متعلق کئی چیزیں مسلمانوں میں زیرِ بحث آتی اور متنازع بنتی رہتی ہیں۔

اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشگی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل وشہادت اور کربلا کا واقعہ پیش آنے کی اطلاع دے دی گئی تھی، جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے اپنی حیاتِ طیبہ میں ذکر فرما دیا تھا، اور یہ احادیث کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو پہنچی تھیں، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی پہنچی تھیں، اس طرح کی کئی احادیث وروایات ہیں، جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

فرشتہ کا نبی ﷺ کو شہادتِ حسین کی خبر دینا اور مٹی دکھلانا

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ الْحُسَيْنُ جَالِسًا فِيْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: جِبْرِيْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتُحِبُّهُ؟ فَقَالَ: وَكَيْفَ لَا أُحِبُّهُ وَهُوَ ثَمَرَةُ فُؤَادِيْ؟ فَقَالَ: أَمَا إِنَّ أُمَّتَكَ سَتَقْتُلُهُ، أَلَا أُرِيْكَ مِنْ مَوْضِعِ قَبْرِهِ؟ فَقَبَضَ قَبْضَةً، فَإِذَا تُرْبَةٌ حَمْرَاءُ (كشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ٢٦٤٠) [1]

[1] قال الهيثمي: رواه البزار، ورجاله ثقات، وفي بعضهم خلاف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥١٢٩، كتاب المناقب، باب مناقب الحسين بن علي عليهما السلام)

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے، تو جبریل علیہ الصلاۃ والسلام نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا کہ کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان سے کیسے محبت نہیں کروں گا، جبکہ وہ میرے دل کا ثمرہ (ٹکڑا) ہیں، تو حضرت جبریل نے کہا کہ آپ کی امت عنقریب ان کو قتل کردے گی، کیا میں آپ کو ان کی قبر کی جگہ نہ دکھلا دوں؟ پس جبریل نے ایک مٹھی بھری، تو وہ سرخ مٹی تھی (بزار)

حضرت عائشہ یا حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِإِحْدَاهُمَا :لَقَدْ دَخَلَ عَلَيَّ الْبَيْتَ مَلَکٌ لَمْ يَدْخُلْ عَلَيَّ قَبْلَهَا، فَقَالَ لِيْ: إِنَّ ابْنَکَ هٰذَا حُسَيْنٌ مَقْتُوْلٌ، وَإِنْ شِئْتَ أَرَيْتُکَ مِنْ تُرْبَةِ الْأَرْضِ الَّتِيْ يُقْتَلُ بِهَا،قَالَ: فَأَخْرَجَ تُرْبَةً حَمْرَآءَ (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٦٥٢٤) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں (یعنی حضرت عائشہ یا حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہما) میں سے کسی ایک سے فرمایا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا، جو اس سے پہلے کبھی نہیں آیا تھا (اور یہ واقعہ حضرت جبریل کے واقعہ سے الگ ہے) پھر

---

[1] قال الهيثمی:

رواه أحمد، ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥١١٣، كتاب المناقب، باب مناقب الحسين بن علی عليهما السلام)

وقال شعيب الارنؤوط:

حديث حسن بطرقه وشاهده(حاشية مسند احمد)

وقال الالبانی:

قلت :وهذا إسناد صحيح على شرط الشيخين(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٨٢٢)

اس فرشتہ نے مجھے کہا کہ آپ کا یہ بیٹا حسین مقتول ہوگا، اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی دکھا سکتا ہوں، جس میں ان کو قتل کیا جائے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس فرشتہ نے سرخ مٹی نکالی (اور مجھے دکھائی) (مسند احمد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنِسَائِهِ: لَا تُبْكُوْا هٰذَا الصَّبِيَّ ـ يَعْنِيْ حُسَيْنًا ـ قَالَ: وَكَانَ يَوْمَ أُمِّ سَلَمَةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّاخِلَ، وَقَالَ لِأُمِّ سَلَمَةَ: لَا تَدَعِي أَحَدًا يَدْخُلُ عَلَيَّ فَجَاءَ الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَلَمَّا نَظَرَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَيْتِ أَرَادَ أَنْ يَّدْخُلَ، فَأَخَذَتْهُ أُمُّ سَلَمَةَ، فَاحْتَضَنَتْهُ وَجَعَلَتْ تُنَاغِيْهِ وَتُسْكِنُهُ، فَلَمَّا اشْتَدَّ فِي الْبُكَاءِ خَلَّتْ عَنْهُ، فَدَخَلَ حَتّٰى جَلَسَ فِيْ حِجْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ جِبْرِيْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أُمَّتَكَ سَتَقْتُلُ ابْنَكَ هٰذَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْتُلُوْنَهُ وَهُمْ مُؤْمِنُوْنَ بِيْ؟ قَالَ: نَعَمْ، يَقْتُلُوْنَهُ، فَتَنَاوَلَ جِبْرِيْلُ تُرْبَةً، فَقَالَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِ احْتَضَنَ حُسَيْنًا كَاسِفَ الْبَالِ، مَهْمُوْمًا، فَظَنَّتْ أُمُّ سَلَمَةَ أَنَّهُ غَضِبَ مِنْ دُخُوْلِ الصَّبِيِّ عَلَيْهِ فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، جُعِلْتُ لَكَ الْفِدَاءَ، إِنَّكَ قُلْتَ لَنَا لَا تُبْكُوْا هٰذَا الصَّبِيَّ، وَأَمَرْتَنِي أَنْ لَّا أَدَعَ يَدْخُلُ عَلَيْكَ، فَجَاءَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلٰى أَصْحَابِهٖ وَهُمْ جُلُوْسٌ، فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّ أُمَّتِيْ يَقْتُلُوْنَ هٰذَا. وَفِي الْقَوْمِ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، وَكَانَا أَجْرَأَ الْقَوْمِ عَلَيْهِ، فَقَالَا: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ يَقْتُلُوْنَهُ وَهُمْ مُؤْمِنُوْنَ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَهٰذِهٖ

تُرْبَتُهٗ وَأَرَاهُمْ إِيَّاهَا(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۸۰۹۶) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ تم اس بچہ یعنی حضرت حسین کو نہ رُلاؤ، اور (حضرت ابوامامہ نے) فرمایا کہ اس دن حضرت اِم سلمہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا، پھر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریل امین اندر داخل ہوئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اِم سلمہ سے فرمایا کہ آپ کسی کو ہمارے پاس آنے مت دینا، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آ گئے، اور انہوں نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کمرے میں دیکھا، تو اندر داخل ہونا چاہا، تو ان کو حضرت اِم سلمہ رضی اللہ عنہا نے پکڑ لیا، اور ان کو گود میں بٹھالیا، اور ان کو بہلانے اور پیار کرنے لگیں، پھر جب حضرت حسین زیادہ رونے لگے، تو حضرت اِم سلمہ نے ان کو چھوڑ دیا، اور وہ اندر چلے گئے، یہاں تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھ گئے، تو حضرت جبریل امین نے فرمایا کہ آپ کی امت عنقریب آپ کے اس بیٹے کو قتل کر دے گی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ اس کو قتل کر دیں گے، اور وہ مجھ پر ایمان بھی رکھتے ہوں گے؟ تو حضرت جبریل نے فرمایا کہ جی ہاں! وہ لوگ اس کو قتل کر دیں گے، پھر حضرت جبریل نے مٹی لی اور فرمایا کہ یہ فلاں فلاں جگہ کی مٹی ہے (جہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا جائے گا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غم زدہ اور رنجیدہ ہو کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں لیا، تو حضرت اِم

---

[1] قال الهيثمي:

رواه الطبراني، ورجاله موثقون، وفي بعضهم ضعف(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥١١٢، كتاب المناقب، باب مناقب الحسين بن علي عليهما السلام)

وقال الذهبي:

إسناده حسن(سير أعلام النبلاء، ج٣ص ٢٨٩، ومن صغار الصحابة، الحسين الشهيد)

سلمہ نے سمجھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بچے کے اپنے پاس داخل ہونے پر غصہ ہوئے ہیں (کیونکہ آپ نے اندر کسی کو داخل ہونے سے منع کیا تھا) حضرت امِ سلمہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میں آپ پر قربان ہوجاؤں، آپ نے فرمایا تھا کہ اس بچہ کو رلانا نہیں، اور آپ نے یہ بھی حکم فرمایا تھا کہ آپ کے پاس کسی کو داخل نہ ہونے دیا جائے، پھر یہ (یعنی حضرت حسین) آگئے، تو میں نے (ان کے رونے کی وجہ سے) ان کو آپ کے پاس جانے دیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امِ سلمہ کو کچھ نہیں فرمایا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس تشریف لے گئے، جو کہ بیٹھے ہوئے تھے، پھر ان کو فرمایا کہ میری امت اس بچے کو قتل کردے گی، اور اس وقت لوگوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، اور یہ دونوں دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زیادہ ہمت والے تھے، تو ان دونوں صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! وہ لوگ ان کو قتل کردیں گے، حالانکہ وہ مومن ہوں گے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں! اور یہ اس جگہ کی مٹی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو وہ مٹی دکھلائی (طبرانی)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیشگی اطلاع دیئے جانے اور اس جگہ کی مٹی پیش کرنے کی حدیث حضرت اُمِ فضل بنتِ حارث رضی اللہ عنہا کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

---

[1] عن أبی عمار شداد بن عبد الله، عن أم الفضل بنت الحارث، أنها دخلت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت :یا رسول الله، إنی رأیت حلما منکرا اللیلة، قال :ما هو؟ قالت :إنه شدید، قال :ما هو؟ قالت :رأیت کأن قطعة من جسدک قطعت ووضعت فی حجری، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم :رأیت خیرا، تلد فاطمة إن شاء الله غلاما، فیکون فی حجرک فولدت فاطمة الحسین فکان فی حجری کما قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز حضرت زینب بنتِ جحش کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

زمینِ عراق میں شہادتِ حسین اور اس کی مٹی ملنے کی حدیث

مستدرک حاکم میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّـى اللّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِضْطَجَعَ ذَاتَ لَيْلَةٍ لِلنَّوْمِ فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ حَائِرٌ، ثُمَّ اضْطَجَعَ فَرَقَدَ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ حَائِرٌ، دُوْنَ مَا رَأَيْتُ بِهِ الْمَرَّةَ الْأُوْلٰى، ثُمَّ اضْطَجَعَ فَاسْتَيْقَظَ وَفِيْ يَدِهٖ تُرْبَةٌ حَمْرَاءُ يُقَبِّلُهَا، فَقُلْتُ: مَا هٰذِهِ التُّرْبَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَّ هٰذَا يُقْتَلُ بِأَرْضِ الْعِرَاقِ، لِلْحُسَيْنِ، فَقُلْتُ لِجِبْرِيْلَ: أَرِنِيْ تُرْبَةَ الْأَرْضِ الَّتِيْ يُقْتَلُ بِهَا فَهٰذِهِ تُرْبَتُهَا

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

رسول الله صلى الله عليه وسلم، فدخلت يوما إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فوضعته فى حجره، ثم حانت منى التفاتة، فإذا عينا رسول الله صلى الله عليه وسلم تهريقان من الدموع، قالت :فقلت :يا نبى الله، بأبى أنت وأمى ما لک؟ قال :أتانى جبريل عليه الصلاة والسلام، فأخبرنى أن أمتى ستقتل ابنى هذا فقلت :هذا؟ فقال :نعم، وأتانى بتربة من تربته حمراء (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۴۸۱۸، دلائل النبوة للبيهقى، ج۶ ص ۴۶۹)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه.

وقال الذهبى فى التلخيص: بل منقطع ضعيف.

[1] عن زينب بنت جحش، أن النبى صلى الله عليه وسلم كان نائما عندها وحسين يحبو فى البيت، فغفلت عنه فحبا حتى بلغ النبى صلى الله عليه وسلم، فصعد على بطنه، ثم وضع ذكره فى سرته، قالت :واستيقظ النبى صلى الله عليه وسلم فقمت إليه فحططته عن بطنه، فقال النبى صلى الله عليه وسلم : دعى ابنى فلما قضى بوله أخذ كوزا من ماء فصبه عليه، ثم قال :إنه يصب من الغلام ويغسل من الجارية قالت :توضأ ثم قام يصلى، واحتضنه، فكان إذا ركع وسجد وضعه، وإذا قام حمله، فلما جلس جعل يدعو ويرفع يديه ويقول :فلما قضى الصلاة قلت :يا رسول الله لقد رأيتک تصنع اليوم شيئا ما رأيتک تصنعه، قال: إن جبريل أتانى وأخبرنى أن ابنى يقتل قلت :فأرنى إذا فأتانى تربة حمراء (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۱۴۱)

(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۸۲۰۲، کتاب تعبیر الرؤیا) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات سونے کے لئے لیٹے، پھر آپ گھبرا کر بیدار ہوئے، پھر لیٹے اور آپ کی آنکھ لگ گئی، پھر گھبرا کر بیدار ہوئے، اس سے مختلف حالت میں (گھبرا کر بیدار ہوئے) جو میں نے پہلی مرتبہ دیکھی تھی، پھر آپ لیٹ گئے، پھر بیدار ہوئے، اور آپ کے ہاتھ میں سرخ مٹی تھی، جس کو آپ (منہ سے) چُوم رہے تھے، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ مٹی کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبریل علیہ السلام نے خبر دی کہ یہ حسین، عراق کی زمین میں قتل کئے جائیں گے، میں نے جبریل سے کہا کہ مجھے اس جگہ کی مٹی دکھلائیے، جس جگہ ان کو قتل کیا جائے گا، تو یہ (حضرت جبریل کی طرف سے دی ہوئی) اسی جگہ کی مٹی ہے (مستدرک حاکم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نہ صرف یہ کہ وحی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کئے جانے کی اطلاع دے دی گئی تھی، بلکہ آپ کو قتل کی جگہ بھی بتلا دی گئی تھی، اور وہاں کی مٹی بھی دکھلا دی اور پیش کر دی گئی تھی۔

فرشتہ کے نبی ﷺ کو کربلا کی مٹی دینے کی حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِسْتَأْذَنَ مَلَكُ الْقَطْرِ رَبَّهُ أَنْ يَّزُوْرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَذِنَ لَهُ، فَكَانَ فِيْ يَوْمِ أُمِّ سَلَمَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِحْفَظِيْ عَلَيْنَا الْبَابَ، لَا يَدْخُلُ عَلَيْنَا أَحَدٌ، فَبَيْنَا هِيَ عَلَى الْبَابِ إِذْ جَاءَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، فَظَفِرَ، فَاقْتَحَمَ، فَفَتَحَ الْبَابَ فَدَخَلَ، فَجَعَلَ

---

[1] قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین، ولم یخرجاه.
وقال الذهبی فی التلخیص: مر هذا علی شرط البخاری ومسلم.

يَتَوَثَّبُ عَلٰى ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَجَعَلَ النَّبِيُّ يَتَلَثَّمُهُ وَيُقَبِّلُهُ، فَقَالَ لَهُ الْمَلَكُ: أَتُحِبُّهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَمَا إِنَّ أُمَّتَكَ سَتَقْتُلُهُ، إِنْ شِئْتَ أَرَيْتُكَ الْمَكَانَ الَّذِيْ يُقْتَلُ فِيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقَبَضَ قَبْضَةً مِّنَ الْمَكَانِ الَّذِيْ يُقْتَلُ فِيْهِ، فَأَرَاهُ إِيَّاهُ فَجَاءَهُ بِسَهْلَةٍ أَوْ تُرَابٍ أَحْمَرَ، فَأَخَذَتْهُ أُمُّ سَلَمَةَ، فَجَعَلَتْهُ فِيْ ثَوْبِهَا.

قَالَ ثَابِتٌ: كُنَّا نَقُوْلُ إِنَّهَا كَرْبَلَاءَ (صحيح ابنِ حبان)[1]

ترجمہ: بارش کے فرشتے نے اپنے رب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کی اجازت طلب کی، تو رب تعالیٰ نے ان کو اس کی اجازت دے دی، پس حضرت اُمِّ سلمہ کی باری کے دن وہ تشریف لے آئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمِّ سلمہ سے فرمایا کہ آپ دروازے پر ہماری نگرانی کیجئے، کوئی ہمارے پاس نہ آئے، تو جب وہ دروازے پر تھیں، اتنے میں حضرت حسین بن علی تشریف لائے، اور وہ اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے، انہوں نے دروازہ کھولا اور

---

[1] رقم الحديث ٦٧٤٢، كتاب التاريخ، باب إخباره صلى الله عليه وسلم عما يكون فى أمته من الفتن والحوادث الخ، موارد الظمآن الى زوائد ابنِ حبان، رقم الحديث ٢٢٤٠، كتاب المناقب، باب ما جاء فى الحسن والحسين رضى الله عنهما، المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٢٨١٣، مسند ابى يعلىٰ الموصلى، رقم الحديث ٣٤٠٢، مسند البزار، رقم الحديث ٦٩٠٠.

قال شعيب الارنؤوط:

حديث حسن، إسناده ضعيف، عمارة بن زادان مختلف فيه (حاشية ابن حبان)

وقال حسين سليم اسد الدارانى:

إسناده حسن من أجل عمارة بن زاذان (حاشية موارد الظمآن)

وقال ايضاً:

اسناده حسين (حاشية ابى يعلىٰ)

وقال الهيثمى:

رواه أحمد، وأبو يعلى، والبزار، والطبرانى بأسانيد، وفيها عمارة بن زاذان وثقه جماعة، وفيه ضعف، وبقية رجال أبى يعلى رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥١١١، كتاب المناقب، باب مناقب الحسين بن على عليهما السلام)

اندر تشریف لے گئے، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر کودنے لگے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو پیار کرنے لگے، تو آپ سے (اس آنے والے) فرشتے نے کہا کہ کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک، اس فرشتے نے کہا کہ آپ کی امت عنقریب ان کو قتل کردے گی، اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھلا دوں، جس میں ان کو قتل کیا جائے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک، تو اس فرشتے نے اس جگہ سے جس میں حضرت حسین کو قتل کیے جانا تھا ایک مٹھی بھر کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی، تو وہ نرم یا سرخ مٹی تھی، جس کو اُمِّ سلمہ نے لے لیا، اور اپنے کپڑے میں رکھ لیا، حضرت ثابت راوی کہتے ہیں کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ کربلاء کی جگہ (اور وہیں کی مٹی) تھی (ابن حبان)

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی بعض روایات کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ یہ کرب اور بلاء کی زمین ہے۔ [1]

فرات کے کنارے شہادتِ حسین کی حدیثِ علی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] عن أم سلمة رضى الله عنها قالت :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا نام لم يترك أحدا يدخل عليه؛ إلا حسنا وحسينا رضى الله عنهما قالت :فنام يوما فى بيتى , وجلست على الباب أمنع من يدخل ,فجاء حسين يسعى فخليت عنه ,فذهب حتى سقط على بطنه ,ففزع رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يبكى فالتزمه ,فقلت :يا رسول الله ,ما لک تبکی وقد نمت وأنت مسرور؟ فقال :إن جبريل عليه السلام أتانى بهذه التربة قالت :وبسط رسول الله صلى الله عليه وسلم كفه ,فإذا فيها تربة حمراء فأخبرنى أن ابنى هذا يقتل فى هذه التربة قالت :فقلت :وما هذه الأرض؟ قال هذه كربلاء فقلت :أرض كرب وبلاء (الشريعة للآجرى، رقم الحديث ١٦٦٢، باب إخبار النبى صلى الله عليه وسلم بقتل الحسين رضى الله عنه)

دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَعَيْنَاهُ تَفِيْضَانِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَغْضَبَكَ أَحَدٌ؟ مَا شَأْنُ عَيْنَيْكَ تَفِيْضَانِ؟ قَالَ: بَلْ قَامَ مِنْ عِنْدِىْ جِبْرِيْلُ قَبْلُ، فَحَدَّثَنِىْ أَنَّ الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بِشَطِّ الْفُرَاتِ، قَالَ: فَقَالَ: هَلْ لَّكَ أَنْ أُشِمَّكَ مِنْ تُرْبَتِهٖ، قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَمَدَّ يَدَهٗ فَقَبَضَ قَبْضَةً مِّنْ تُرَابٍ فَأَعْطَانِيْهَا، فَلَمْ أَمْلِكْ عَيْنَيَّ أَنْ فَاضَتَا (مسند ابى يعلى، رقم الحديث ٣٦٣) [1]

---

[1] قال حسين سليم أسد:

إسناده حسن (حاشية مسند ابى يعلىٰ)

وقال الهيثمى:

رواه أحمد، وأبو يعلى، والبزار، والطبرانى، ورجاله ثقات، ولم ينفرد نجى بهذا (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥١١٢، كتاب المناقب، باب مناقب الحسين بن على عليهما السلام)

وقال الالبانى:

"قام من عندى جبريل قبل، فحدثنى أن الحسين يقتل بشط الفرات ."

أخرجه أحمد(١/٨٥)عن عبد الله بن نجى عن أبيه أنه سار مع على وكان صاحب مطهرته، فلما حاذى (نينوى) وهو منطلق إلى صفين، فنادى على :أصبر أبا عبد الله: أصبر أبا عبد الله بشط الفرات، قلت :وماذا؟ قال " :دخلت على النبى صلى الله عليه وسلم ذات يوم وعيناه تفيضان، قلت :يا نبى الله أغضبك أحد؟ ما شأن عينيك تفيضان؟ قال :بل قام ...قال :فقال :هل لك إلى أن أشمك من تربته؟ قال :قلت: نعم، فمد يده فقبض قبضة من تراب فأعطانيها، فلم أملك عينى أن فاضتا ."

قلت :وهذا إسناد ضعيف، نجى والد عبد الله لا يدرى من هو كما قال الذهبى ولم يوثقه غير ابن حبان وابنه أشهر منه، فمن صحح هذا الإسناد فقد وهم . والحديث قال الهيثمى(٩/١٨٧) "رواه أحمد وأبو يعلى والبزار والطبرانى ورجاله ثقات ولم ينفرد نجى بهذا ."

قلت :يعنى أن له شواهد تقويه وهو كذلك.

١ ـ :روى عمارة بن زاذان حدثنا ثابت عن أنس قال " :استأذن ملك القطر ربه أن يزور النبى صلى الله عليه وسلم، فأذن له، فكان فى يوم أم سلمة ...فبينا هى على الباب إذ دخل الحسين بن على ...فجعل يتوثب على ظهر النبى صلى الله عليه وسلم وجعل النبى صلى الله عليه وسلم يتلثمه ويقبله، فقال له الملك :تحبه؟ قال :نعم .قال :أما إن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حالت میں حاضر ہوا کہ آپ کے آنسو بہہ رہے تھے، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی کیا آپ کو کسی نے غصہ دلایا ہے؟ آپ کی آنکھوں سے آنسو کیوں جاری ہیں؟ تو نبی صلی اللہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أمتک ستقتله إن شئت أريتک المكان الذى يقتل فيه؟ قال :نعم، فقبض قبضة من المكان الذى يقتل فيه، فأراه إياه فجاء سهلة، أو تراب أحمر، فأخذته أم سلمة، فجعلته فى ثوبها، قال ثابت :كنا نقول :إنها كربلاء ."أخرجه أحمد(٣/٢٤٢ و ٢٦٥)وابن حبان(٦٧٤٢)وأبو نعيم فى "الدلائل(٢٠٢)"

قلت :ورجاله ثقات غير عمارة هذا قال الحافظ " :صدوق كثير الخطأ ."وقال الهيثمى " :رواه أحمد وأبو يعلى والبزار والطبرانى بأسانيد وفيها عمارة بن زاذان وثقه جماعة وفيه ضعف وبقية رجال أبى يعلى رجال الصحيح ."

٢ـ : وروى محمد بن مصعب :حدثنا الأوزاعى عن أبى عمار شداد بن عبد الله عن أم الفضل بنت الحارث أنها دخلت ...يوما إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فوضعته (تعنى الحسين) فى حجرة، ثم حانت منى التفاتة، فإذا عينا رسول الله صلى الله عليه وسلم تهريقان من الدموع، قالت :فقلت :يا نبى الله بأبى أنت وأمى مالک ؟ قال : أتانى جبريل عليه الصلاة والسلام فأخبرنى أن أمتى ستقتل ابنى هذا، فقلت :هذا؟ فقال: نعم وأتانى بتربة من تربته حمراء ."أخرجه الحاكم(٣/١٧٦ و ١٧٧)وقال ": صحيح على شرط الشيخين !"ورده الذهبى بقوله " :قلت: بل منقطع ضعيف، فإن شدادا لم يدرک أم الفضل، ومحمد بن مصعب ضعيف ."

٣ـ :وروى عبد الله بن سعيد عن أبيه عن عائشة أو أم سلمة -شک عبد الله بن سعيد - أن النبى صلى الله عليه وسلم قال لإحداهما " :لقد دخل على البيت ملک لم يدخل على قبلها، فقال لى :إن ابنک هذا حسين مقتول وإن شئت أريتک من تربة الأرض التى يقتل بها .قال :فأخرج تربة حمراء ." أخرجه أحمد(٦/٢٩٤) :حدثنا وكيع قال: حدثنى عبد الله بن سعيد.

قلت :وهذا إسناد رجاله كلهم ثقات رجال الشيخين، فهو صحيح إن كان سعيد وهو ابن أبى هند سمعه من عائشة أو أم سلمة ولم أطمئن لذلک، فإنهم لم يذكروا له سماعا منهما وبين وفاته ووفاة أم سلمة نحو أربع وخمسين سنة وبين وفاته ووفاة عائشة نحو ثمان وخمسين .والله أعلم .وأخرجه الطبرانى عن عائشة نحوه بلفظ " :يا عائشة إن جبريل أخبرنى أن ابنى حسين مقتول فى أرض الطف " ... قال الهيثمى(٩/١٨٨) ": رواه الطبرانى فى "الكبير "و "الأوسط "وفى إسناد "الكبير "ابن لهيعة وفى إسناد "الأوسط "من لم أعرفه ."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی جبریل میرے پاس آئے تھے، انہوں نے مجھے بتلایا کہ حضرت حسین کو فرات (نہر) کے کنارے قتل کیا جائے گا، جبریل نے کہا کہ کیا آپ کو اس جگہ کی مٹی کی خوشبو دکھاؤں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں! پھر جبریل نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور ایک مٹھی بھر مٹی لی، اور مجھے دی، تو میری آنکھوں سے آنسو بے اختیار بہہ پڑے (ابویعلیٰ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

لَيُقْتَلَنَّ الْحُسَيْنُ ظُلْمًا، وَإِنِّيْ لَاَعْرِفُ تُرْبَةَ الْأَرْضِ الَّتِيْ يُقْتَلُ فِيْهَا، قَرِيْبًا مِّنَ النَّهْرَيْنِ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

۴۔:وأخرجه الطبرانی أيضا عن أم سلمة نحوه بلفظ " :إن أمتک ستقتل هذا بأرض يقال لها كربلاء، فتناول جبريل من تربتها، فأراها النبی صلی الله عليه وسلم ."... (انظر الاستدراک رقم(۲۱/۱۶۱) .قال الهيثمی(۹/۱۸۹) "رواه الطبرانی بأسانيد، ورجال أحدها ثقات ."(انظر الاستدراک رقم (۲۶/۱۶۱)

۵۔:وعن أبی الطفيل قال " :استأذن ملک القطر أن يسلم علی النبی صلی الله عليه وسلم ." ...قلت :فذكره نحو حديث أنس المتقدم .قال الهيثمی(۹/۱۹۰) " رواه الطبرانی وإسناده حسن ."

۶۔:ويروی حجاج بن نصير :حدثنا قرة بن خالد حدثنا عامر بن عبد الواحد عن أبی الضحی عن ابن عباس رضی الله عنهما قال " :ما كنا نشک وأهل البيت متوافرون أن الحسين بن علی يقتل بـ(الطف) ." أخرجه الحاكم(۳/۱۷۹)وسكت عليه، وتعقبه الذهبی بقوله " :قلت :حجاج متروک ."قلت :بالجملة فالحديث المذكور أعلاه والمترجم له صحيح بمجموع هذه الطرق وإن كانت مفرداتها لا تخلو من ضعف ولكنه ضعف يسير، لاسيما وبعضها قد حسنه الهيثمی، والله أعلم.

(تنبيه) حديث عائشة وعلی عزاهما السيوطی (فتح ۱/۵۵ و ۵۶) لابن سعد فی " الطبقات "ولم أره فيها، فلعله فی القسم الذی لم يطبع منها، والله أعلم(سلسلة الاحاديث الصحيحة ،تحت رقم الحديث ۱۱۷۱)

[1] رقم الحديث ۳۱۳۳۳،كتاب الأمراء،باب ما ذكر من حديث الأمراء والدخول عليهم، المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۲۸۲۴، ج۳ص ۱۱۰.
قال الهيثمی:رواه الطبرانی، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۲۴، كتاب المناقب، باب مناقب الحسين بن علی عليهما السلام)

ترجمہ: ضرور بالضرور حسین کو ظلماً قتل کیا جائے گا، اور میں اس زمین کی مٹی کو پہچانتا ہوں، جس میں ان کو قتل کیا جائے گا، وہ دونہروں کے قریب ہے (ابنِ ابی شیبہ، طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کئے جانے کی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی پہنچ چکی تھی، اور آپ کو بھی معلوم تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ظلماً قتل کئے جائیں گے، ظلماً کے الفاظ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان احادیث کی تصدیق

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کربلاء میں محاصرہ اور گھیراؤ کیا گیا، تو انہوں نے معلوم کیا کہ اس جگہ کا نام کیا ہے؟ تو لوگوں نے جواب میں کہا کہ کربلاء! تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا، کرب اور بلاء کی زمین ہے۔

چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا ذَاتَ يَوْمٍ فِيْ بَيْتِيْ، فَقَالَ: لَا يَدْخُلُ عَلَيَّ أَحَدٌ. فَانْتَظَرْتُ فَدَخَلَ الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَسَمِعْتُ نَشِيْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِيْ، فَاطَّلَعْتُ فَإِذَا حُسَيْنٌ فِيْ حِجْرِهٖ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ جَبِيْنَهٗ وَهُوَ يَبْكِيْ، فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ حِيْنَ دَخَلَ، فَقَالَ: إِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ مَعَنَا فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ: تُحِبُّهٗ؟ قُلْتُ: أَمَّا مِنَ الدُّنْيَا فَنَعَمْ. قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ سَتَقْتُلُ هٰذَا بِأَرْضٍ يُقَالُ لَهَا كَرْبَلَاءُ. فَتَنَاوَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ تُرْبَتِهَا، فَأَرَاهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

فَلَمَّا أُحِيطَ بِحُسَيْنٍ حِينَ قُتِلَ، قَالَ: مَا اسْمُ هٰذِهِ الْأَرْضِ؟ قَالُوا: كَرْبَلَاءُ. قَالَ: صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ، أَرْضُ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۲۸۱۹، ج۳ص۱۰۸، ورقم الحديث ۶۳۷، ج۲۳ص۲۸۹)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میرے گھر میں تشریف فرما تھے، تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی نہ آئے، پس میں منتظر رہی، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ (کسی طرح سے اندر) داخل ہوئے، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی آواز سنی، میں نے جھانک کر دیکھا، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر ہاتھ پھیر رہے تھے اور رو رہے تھے، میں نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم! مجھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے داخل ہونے کا پتہ ہی نہیں چلا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام گھر میں ہمارے ساتھ تھے، انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ آپ اس (حضرت حسین) سے محبت رکھتے ہیں؟ میں نے کہا کہ بے شک میں دنیا میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو حضرت جبریل نے فرمایا کہ بے شک آپ کی امت عنقریب اسے ایک ایسی زمین میں قتل کردے گی، جس کو کربلاء کہا جاتا ہے، پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے کربلاء کی مٹی لی، اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا۔

پھر جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے وقت ان کا محاصرہ کیا گیا، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے معلوم کیا کہ اس زمین کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ''کربلاء'' تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول نے

---

[1] قال الهيثمی:

رواه الطبرانی بأسانيد، ورجال أحدها ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۱۷، كتاب المناقب، باب مناقب الحسين بن علی عليهما السلام)

سچ فرمایا، کرب وبلاء (یعنی بے چینی اور آزمائش) کی زمین ہے (طبرانی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس زمین کو کرب وبلاء قرار دینے کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے تصدیق سے متعلق ایک اور سند سے بھی روایت مروی ہے۔[1]

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو وہ مٹی دے کر یہ فرمایا کہ جب یہ مٹی خون سے تبدیل ہوجائے، تو تم یہ سمجھ لینا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا ہے۔[2]

مگر اس حدیث کی سند شدید ضعیف اور ناقابلِ اعتبار قرار دی گئی ہے۔[3]

---

[1] عن المطلب بن عبد الله بن حنطب، قال :لما أحيط بالحسين بن علي، قال :ما اسم هذه الأرض؟ قيل :كربلاء .فقال :صدق النبي صلى الله عليه وسلم :إنها أرض كرب وبلاء (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٢٨١٢، ج٣ص١٠٦ ،واللفظ لهٗ، معرفة الصحابة لابى نعيم، رقم الحديث ١٨٠٥ ،الشريعة للآجرى، رقم الحديث ١٦٦٦ ،الآحاد والمثانى لابنِ ابى عاصم، رقم الحديث ٣٢٤)

قال الهيثمى:

رواه الطبرانى، وفيه يعقوب بن حميد بن كاسب، وهو ضعيف وقد وثق(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥١٣٣ ،كتاب المناقب، باب مناقب الحسين بن على)

[2] حدثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل، حدثني عباد بن زياد الأسدي، ثنا عمرو بن ثابت، عن الأعمش، عن أبي وائل شقيق بن سلمة، عن أم سلمة، قالت :كان الحسن والحسين رضي الله عنهما يلعبان بين يدي النبي صلى الله عليه وسلم في بيتي، فنزل جبريل عليه السلام، فقال :يا محمد، إن أمتك تقتل ابنك هذا من بعدك .فأومأ بيده إلى الحسين، فبكى رسول الله صلى الله عليه وسلم، وضمه إلى صدره، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :وديعة عندك هذه التربة .فشمها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال :ويح كرب وبلاء .قالت :وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :يا أم سلمة إذا تحولت هذه التربة دما فاعلمي أن ابني قد قتل قال :فجعلتها أم سلمة في قارورة، ثم جعلت تنظر إليها كل يوم، وتقول :إن يوما تحولين دما ليوم عظيم "(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٢٨١٧، ج٣ص١٠٨)

[3] قال الهيثمى:

رواه الطبرانى، وفيه عمرو بن ثابت النكرى، وهو متروك(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥١١٨، كتاب المناقب، باب مناقب الحسين بن على عليهما السلام)

وقال الالبانى:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شہادتِ حسین کی بناء پر نبی علیہ السلام کو پریشان دیکھنے کا خواب

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الْمَنَامِ بِنِصْفِ النَّهَارِ أَشْعَثَ أَغْبَرَ مَعَهُ قَارُورَةٌ فِيهَا دَمٌ يَلْتَقِطُهُ أَوْ يَتَتَبَّعُ فِيهَا شَيْئًا قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ مَا هٰذَا ؟ قَالَ: دَمُ الْحُسَيْنِ وَأَصْحَابِهٖ لَمْ أَزَلْ أَتَتَبَّعُهُ مُنْذُ الْيَوْمَ، قَالَ عَمَّارٌ: فَحَفِظْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ فَوَجَدْنَاهُ قُتِلَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ

(مسند أحمد، رقم الحديث ٢١٦٥) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں ٹھیک دو پہر کے وقت گرد وغبار

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

(يا أم سلمة !إذا تحولت هذه التربة دما، فاعلمي أن ابني قد قتل .يعني :الحسين رضي الله عنه). موضوع.

أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير(٣/١١١/٢٨١٧) "ومن طريقه الشجري في "الأسالي (١/١٦٣) "من طريق عمرو بن ثابت عن الأعمش عن أبي وائل شقيق بن سلمة عن أم سلمة قالت:

كان الحسن والحسين رضي الله عنهما يلعبان بين يدي النبي صلى الله عليه وسلم في بيتي، فنزل جبريل عليه السلام فقال :يا محمد !إن أمتك تقتل ابنك هذا من بعدك. فأومأ بيده إلى الحسين، فبكى رسول الله عن، وضمه إلى صدره، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ":وديعة عندك هذه التربة ."فشمها رسول الله صلى الله عليه وسلم، وقال ... :فذكر الحديث .قال:فجعلتها أم سلمة في قارورة، ثم جعلت تنظر إليها كل يوم وتقول :إن يوما تحولين دما ليوم عظيم.

قلت :وهذا إسناد موضوع، رجاله كلهم ثقات، غير عمرو بن ثابت، وهو رافضي متروك، متفق على تضعيفه، بل قال ابن حبان(٢/٧٦) "كان يروي الموضوعات، لا يحل ذكره إلا على سبيل الاعتبار ."وقال الهيثمي في "المجمع(٩/١٨٩) ""رواه الطبراني، وفيه عمرو برد ثابت النكري، وهو متروك "(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ٢٦٠٤)

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده قوي على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

سے آلودہ حالت میں دیکھا، آپ کے پاس ایک شیشی تھی، جس میں خون تھا، جس کو آپ لے رہے تھے، یا اس میں کسی چیز کو تلاش کر رہے تھے، تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ کیا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حسین اور آپ کے ساتھیوں کا خون ہے، میں آج پورے دن اس کو تلاش کرتا رہا ہوں، حضرت عمار (راوی) کہتے ہیں کہ ہم نے اس دن کو یاد رکھا، پھر ہم نے حضرت حسین کو (کربلا کے سانحہ کے موقع پر) اسی (خواب نظر آنے والے) دن قتل ہوتے ہوئے پایا (کہ بعد میں معلوم ہونے پر شہادتِ حسین کا وہی خواب والا دن بنتا تھا) (مسنداحمد)

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشگی اطلاع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی گئی تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اطلاع صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی دے دی تھی، جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، بلکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی اس طرح کی بعض احادیث پہنچ چکی تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے اس واقعہ کا علم ہونے کے باوجود جن کاموں کا اختیار کرنا یا حکم دینا ثابت نہیں، ظاہر ہے کہ وہ کام شریعت کے مطابق نہیں ہوں گے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کو اس واقعہ کا علم ہونے سے رنج وغم پیش آیا، اس لئے اس واقعہ پر رنج وغم کا ہونا ایمان کی علامت ہے، لیکن انہوں نے نوحہ وماتم یا کسی اور رنج وغم والے کام کو نہ خود اختیار فرمایا اور نہ دوسروں کو اس کے کرنے کا حکم فرمایا، اور نہ ہی اس حوالہ سے محرم سے متعلق کوئی حکم بیان فرمایا، جیسا کہ آج کل بعض لوگ کیا کرتے ہیں، جو اِن کاموں کے غیر شرعی ہونے کی علامت ہے۔

اللہ اصلاح فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(فصل نمبر 1)

محرم سے متعلق بعض چیزوں میں راہِ اعتدال

اب ماہِ محرم سے متعلق چند ایسے امور کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے، جن میں بعض لوگ راہِ اعتدال کو چھوڑ دیتے ہیں، اور افراط یا تفریط میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

(1)...... ماہِ محرم اور اس کی فضیلت کی وجہ

کسی وقت، دن یا مہینہ کو عظمت وفضیلت حاصل ہونے کی اصل وجہ اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات، انوار وبرکات اور رحمتوں کا اس وقت میں متوجہ اور ظاہر ہونا ہے، لیکن بعض اہم واقعات کا اس وقت میں واقع ہو جانا بھی دوسرے درجہ میں فضیلت کا باعث ہو جاتا ہے، جیسا کہ رمضان میں قرآن مجید کا نازل ہونا اور شب قدر وغیرہ کا واقع ہونا وغیرہ۔

اور فضیلت کا علم وحی کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور اس کی فضیلت حاصل کرنے کا طریقہ بھی (اصولی یا جزوی طریقہ پر) وحی کے ذریعہ سے ہی معلوم ہو سکتا ہے، اپنی طرف سے کسی دن یا تاریخ میں خاص فضیلت کا عقیدہ رکھنا یا فضیلت کی بنیاد اپنی طرف سے کسی اور چیز کو قرار دے دینا یا فضیلت حاصل کرنے کا کوئی خاص طریقہ اپنی طرف سے متعین کر لینا یہ تمام چیزیں درست نہیں۔

پس یہ سمجھنا کہ محرم کے مہینے یا دس محرم کے دن کو فضیلت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے حاصل ہوئی، یہ درست نہیں۔

کیونکہ اس مہینہ کی فضیلت تو کربلا کے واقعہ سے بہت پہلے بلکہ آسمان وزمین کی پیدائش سے ہی چلی آ رہی ہے اور ظاہر ہے کہ اُس وقت کربلا کے واقعہ کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔

اسی طرح دس محرم کے دن کی فضیلت بھی بہت پہلے سے چلی آ رہی ہے۔

یہاں تک کہ یہود و نصاریٰ اور قریشِ مکہ بھی اس دن کی عظمت وفضیلت کے قائل تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کے روزے کے فضائل بیان فرمائے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس وقت تک کربلا کا واقعہ پیش نہیں آیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بھی علم حاصل ہو گیا تھا، مگر پھر بھی یہ وجہ بیان نہیں فرمائی، البتہ یہ کہا جائے گا کہ خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اس مہینے اور اس دن میں اس لئے واقع ہوئی کہ یہ مہینہ اور دن فضیلت کا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس مقدس مہینے کے اس مبارک دن کو اپنے مقبول بندے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اور آپ کے جانثاروں کی شہادت کے واسطے منتخب فرمادیا۔

غرضیکہ ماہِ محرم یا دس محرم کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں ہوئی بلکہ خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقائے کار کو اس دن میں شہید ہونے سے شہادت کی فضیلت حاصل ہوئی۔ [1]

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں کہ:

''جیسے دسویں محرم کہ اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی لیکن وہ دن شہادت کی وجہ سے افضل نہیں ہوا، بلکہ اس کے ذی فضیلت (فضیلت والا) ہونے کی وجہ سے اس میں آپ کی شہادت واقع ہوئی'' (وعظ الوقت خطباتِ حکیم الامت ج ۴ ص ۴۱۷)

دوسرے وعظ میں فرماتے ہیں کہ:

''بعض لوگوں کا یہ خیال ہے بلکہ اکثر عوام کا یہی خیال ہے کہ عاشوراء کے دن کی فضیلت بوجہ شہادتِ امام حسین ہے تو یہ خیال بالکل غلط ہے، عاشورہ کے دن کی فضیلت اس وجہ سے نہیں بلکہ عاشورہ کا دن پیشتر سے شرائع سابقہ میں افضل ہے، جیسے روایات سے معلوم ہوتا ہے، پھر شریعتِ محمدیہ مقدّسہ میں بھی اس کی فضیلت وارد ہے، جب کہ اس شہادت کا وقوع بھی نہ ہوا تھا، سو اس کی فضیلت اس شہادت سے نہیں بلکہ خود یہ شہادت اس یوم میں اس لئے واقع ہوئی کہ یہ فضیلت کا دن تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس مقدس دن کو اپنے مقبول بندہ حضرت حسین کی شہادت کے واسطے منتخب فرمایا، غرض اس دن کو حضرت حسین کے قصہ سے کوئی فضیلت نہیں ہوئی، بلکہ خود حضرت حسین کو اس دن میں شہید ہونے سے فضیلت ہوئی (وعظ تحریم الحرم، خطباتِ حکیم الامت ج ۹ ص ۷۲۸)

(2)......دس محرم کو گرمی کا غلط تصور

کم علمی کی وجہ سے بعض لوگوں کا خیال اور عقیدہ یہ بن گیا ہے کہ دس محرم کے دن دوسرے دنوں کی بنسبت ہمیشہ موسم گرم رہتا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ دس محرم کو کربلا کا واقعہ پیش آیا تھا، اور کربلا کے میدان میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سخت دھوپ اور گرمی کی حالت میں واقع ہوئی تھی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس دن کو ساری امت کے حق میں ہمیشہ کے لئے گرم بنا دیا ہے۔

جبکہ یہ بات قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔

پھر اول تو ہمیشہ دس محرم کو گرم موسم نہیں ہوتا بہت سی مرتبہ ٹھنڈا اور سرد بھی ہوتا ہے، اور بہت سی مرتبہ محرم کا مہینہ سردیوں کے موسم میں آتا ہے، اور دس محرم کو بعض اوقات بارشیں بھی ہو جاتی ہیں، لیکن اگر کوئی پہلے سے اپنے عقیدے اور تصور میں کوئی چیز قائم کر لے، تو نفسیاتی طور پر اس کو وہ چیز اسی طرح محسوس ہونے لگتی ہے، جس کی وجہ نفسیاتی کمزوری ہوتی ہے، اور حقیقت میں وہ چیز اس طرح نہیں ہوتی جس طرح کہ اس کے متعلق تصور قائم کیا ہوتا ہے۔

اور اگر بالفرض کسی مرتبہ دس محرم کو دوسرے دنوں کے مقابلہ میں گرم موسم ہو جائے تو اس کی وجہ بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا، جیسا کہ دوسرے دنوں میں بھی موسم کی تبدیلی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہے، اسی طرح اس دن میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی ہوگی۔

لہٰذا محرم کے مہینہ یا دس محرم کے دن کے متعلق اس طرح کا عقیدہ اختیار کرنے سے بچنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ صحیح علم عطا فرمائے، اور کم علمی سے نجات عطا فرمائے۔ آمین۔

(3)......ماہِ محرم کو نحوست یا رنج وغم کا مہینہ قرار دینا

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو چکا کہ محرم کا مہینہ انتہائی عظمت وفضیلت والا مہینہ ہے۔

لہٰذا اس مہینہ کو رنج وغم کا مہینہ قرار نہیں دینا چاہیئے، وہ الگ بات ہے کہ اس مہینہ میں کربلا کا سانحہ پیش آیا تھا، جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دوسری عظیم ہستیوں کو بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا تھا، مگر اس کی وجہ سے یہ مہینہ ہمیشہ کے لئے اور ہر ایک کے حق میں رنج وغم کا مہینہ قرار نہیں دیا جائے گا۔

بعض لوگ اس مہینہ کو رنج وغم کا مہینہ سمجھنے کی وجہ سے ضرورت پڑنے پر بھی اس مہینے میں خوشی کے کام (مثلاً شادی بیاہ وغیرہ) انجام دینے سے پرہیز کرتے ہیں اور بعض لوگ مختلف قسم کے سوگ بھی کرتے ہیں (مثلاً عورتوں کا زیب وزینت اور بناؤ سنگھار چھوڑ دینا، میاں بیوی کے خصوصی تعلقات سے رُکے رہنا وغیرہ وغیرہ)

اس سلسلہ میں پہلے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ خیال درست نہیں کہ یہ مہینہ رنج وغم کا مہینہ ہے، کیونکہ یہ مہینہ تو بہت محترم اور فضیلت بلکہ عبادت والا مہینہ ہے اور دس محرم کے دن اور تاریخ میں اسلام کے بہت سے عظیم اور خوشگوار واقعات رونما ہوئے ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ غمی کا واقعہ پیش آنے سے وہ مہینہ یا دن غم کے لئے مخصوص نہیں ہو جاتا کہ اس میں ہمیشہ غم کیا جاتا رہے۔

بعض لوگ اس مہینہ کو نحوست کا مہینہ سمجھتے ہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں لوگ بعض دنوں بعض تاریخوں اور بعض جانوروں یا انسانوں میں نحوست سمجھتے تھے، خاص کر عورت، گھوڑے اور مکان میں نحوست کا زیادہ اعتقاد رکھتے تھے اور آج کل بعض لوگ مخصوص مہینوں (مثلاً محرم، صفر وغیرہ) اور دنوں، تاریخوں اور جگہوں میں نحوست سمجھتے ہیں، خاص طور پر جس تاریخ یا جس جگہ میں کوئی حادثہ، ہلاکت یا کوئی نقصان اور غمی کا واقعہ پیش آجائے اس کو منحوس سمجھتے ہیں، اور واقعۂ کربلا کے محرم کے مہینہ میں پیش آجانے کی وجہ سے اسی بنیاد پر محرم کے مہینہ کو بعض لوگ منحوس خیال کرتے ہیں، یہاں تک کہ جو بچہ محرم کے مہینہ میں پیدا ہو جائے، بعض لوگ اس کو بھی منحوس سمجھتے ہیں۔

جبکہ اسلام کے اصولوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہے کہ کوئی زمانہ یا دن وتاریخ اپنی ذات میں منحوس نہیں ہے، اور نہ ہی غمی کا واقعہ پیش آنے سے زمانہ منحوس بن جاتا ہے، زمانہ تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اس کی طرف نحوست یا برائی کو منسوب کرنے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يُؤْذِيْنِىْ اِبْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ بِيَدِى الْأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ بنی آدم مجھے ایذاء دیتا ہے (یعنی میری شان کے خلاف بات کہتا ہے اور وہ اس طرح) کہ وہ زمانہ کو برا کہتا ہے، حالانکہ زمانہ میں ہوں (یعنی زمانہ میرے تابع اور ماتحت ہے) میرے قبضۂ قدرت میں تمام حالات اور زمانے ہیں، میں ہی رات ودن کو پلٹتا (اور کم زیادہ کرتا) ہوں (بخاری)

زمانہ بذاتِ خود کوئی چیز نہیں، وہ تو اللہ کے حکم سے وجود میں آیا ہے اور اسی کے حکم سے چلتا ہے، نحوست اگر ہے تو انسان کی بداعمالیوں میں یا پھر اپنے فاسد خیالات کی بنیاد پر ہے۔

اوّل تو محرم کا مہینہ خود فضیلت والا مہینہ ہے اور اس میں کوئی نحوست نہیں ہے۔

دوسرے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے اس مہینہ کو غمی یا نحوست کا مہینہ سمجھنے سے یہ لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ شہادت کوئی بری یا منحوس چیز ہے۔

جبکہ شرعی اعتبار سے شہادت ایک عظیم سعادت والا عمل ہے جو ہر کس وناکس کو بآسانی میسر نہیں آتا، اور شہادت ایسی عظیم سعادت اور دولت ہے جس کی تمنا خود اپنے لئے محمد مصطفےٰ صلی

---

[1] رقم الحدیث ۴۸۲۶، کتاب تفسیر القرآن، باب وما یھلکنا إلا الدھر، مسلم رقم الحدیث ۲۲۴۶"۲".

اللہ علیہ وسلم نے بھی کی ہے، اور شہید کے لئے بڑے اجر وانعام، اعزاز واکرام اور بے شمار نعمتوں کی خوشخبری سنائی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ، بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (سورۃ البقرہ رقم الآیۃ ۱۵۴)

ترجمہ: اور نہ کہو تم ان لوگوں کو جو قتل کردیئے جائیں اللہ کے راستہ میں، مُردہ، بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تم شعور نہیں رکھتے (سورہ بقرہ)

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا، بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ . فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (سورۃ آلِ عمران ، رقم الآیۃ ۱۶۹، ۱۷۰)

ترجمہ: اور نہ گمان کرو تم ان لوگوں کو جو قتل کردیئے جائیں اللہ کے راستہ میں، مردہ، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس ان کو رزق دیا جاتا ہے، وہ خوش ہیں ان نعمتوں سے، جو اللہ نے ان کو عطا فرمائی ہیں، اپنے فضل سے (سورہ آلِ عمران)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کی کئی فضیلتیں ذکر فرمائی ہیں۔

ایک یہ کہ شہیدوں کو شہادت کے بعد برزخ میں ہمیشہ کی امتیازی زندگی عطا ہوتی ہے، لہٰذا تم ان کو عام مُردوں کی طرح کا مُردہ نہ خیال کرو، دوسری فضیلت یہ ذکر فرمائی کہ شہدا اپنے رب کے مقرب ہیں، ان کو خصوصی قرب حاصل ہوتا ہے، تیسری فضیلت یہ ذکر فرمائی کہ شہیدوں کو رزق عطا ہوتا ہے، اس رزق سے مراد رزقِ حقیقی، جنت کے پھل ثمرات وغیرہ ہیں، چوتھی فضیلت یہ ذکر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا جو فضل اور انعام ان کو عطا ہوتا ہے اس پر وہ خوش ہوتے ہیں، یہ روحانی رزق ہے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ کے پاس شہداء کو جسمانی وروحانی دونوں قسم کے رزق ملتے ہیں۔

یادر ہے شہید کو شہادت کے بعد جو زندگی عطا ہوتی ہے یہ صرف روح کی زندگی نہیں ہوتی، بلکہ روح کا تعلق جسم کے ساتھ بھی خاص درجہ کا دوسروں سے قوی اور امتیازی نوعیت کا قائم ہوتا ہے، ورنہ تو ان کو مُردہ کہنے کی ممانعت کا کوئی مطلب نہیں، کیونکہ روح تو تمام مُردوں ہی کی عالمِ برزخ میں زندہ ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْمُتُّمْ لَمَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ (سورۃ آلِ عمران ، رقم الآیۃ ۱۵۷)

ترجمہ: اور اگر تم کو قتل کر دیا گیا اللہ کے راستے میں یا تم مر گئے، تو اللہ کی طرف سے مغفرت اور رحمت حاصل ہوگی، جو اس سے بہتر ہے جس کو (اس دنیا میں) لوگ جمع کرتے ہیں (سورہ آلِ عمران)

اس آیت میں شہیدوں کو مغفرت اور رحمت حاصل ہونے کی خوشخبری ہے اور اس کا ثبوت ہے کہ دنیا کی مال ودولت اور دوسری چیزوں سے بہتر نعمتیں ان کو حاصل ہوتی ہیں۔

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ قُتِلُوْا اَوْمَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰہُ رِزْقًا حَسَنًا، وَاِنَّ اللّٰہَ لَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ. لَیُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَهٗ

(سورۃ الحج رقم الآیۃ۵۸،۵۹)

ترجمہ: اور جنہوں نے ہجرت کی اللہ کے راستے میں پھر ان کو قتل کر دیا گیا یا وہ مر گئے، تو ضرور رزق دے گا ان کو اللہ بہترین رزق، اور بے شک اللہ ہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے، اور ان کو اللہ ایسی جگہ داخل کرے گا، جس سے وہ راضی ہو جائیں گے (سورہ حج)

اس آیت میں شہید سے دو چیزوں کا وعدہ ہوا ہے، ایک بہترین رزق کا، دوسرا اپنی پسند کی جگہ یعنی جنت میں داخلہ کا یہ دونوں بہت بڑے اعزاز ہیں۔

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ (سورة النساء، رقم الآية ۶۹)

ترجمہ: اور جو اطاعت کرے گا اللہ کی اور اس کے رسول کی، تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے، جن پر اللہ نے انعام فرمایا، یعنی نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین

(سورہ نساء)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کی یہ فضیلت ذکر فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگوں میں سے ہیں، اور یہ کہ انبیاء وصدیقین کے بعد سب سے بڑھ کر شہیدوں کا مقام ومرتبہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

لَوَدِدْتُ أَنِّيْ أَغْزُوْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَأُقْتَلُ ثُمَّ أَغْزُوْ فَأُقْتَلُ ثُمَّ أَغْزُوْ فَأُقْتَلُ

(مسلم) [1]

ترجمہ: میں پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کے راستے میں جہاد کروں پھر شہید کیا جاؤں (پھر زندہ کیا جاؤں، اور) پھر جہاد کروں، پھر شہید کیا جاؤں (پھر زندہ کیا جاؤں، اور) پھر جہاد کروں، پھر شہید کیا جاؤں (مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَا أَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ أَنْ يَّرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا وَلَهٗ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الشَّهِيْدُ يَتَمَنّٰى أَنْ يَّرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ

---

[1] رقم الحديث ١٨٧٦ "١٠٣" كتاب الامارة، باب فضل الجهاد والخروج فى سبيل الله، بخارى رقم الحديث ٢٧٩٧، كتاب الجهاد والسير، باب تمنى الشهادة.

لِمَا یَرٰی مِنَ الْکَرَامَۃِ(بخاری) ۱؎

ترجمہ: کوئی شخص جنت میں داخل ہونے کے بعد یہ تمنا نہیں کرے گا کہ اسے دنیا میں لوٹایا جائے، اس حال میں کہ زمین پر موجود تمام اشیاء اس کی ہوں، سوائے شہید کے کہ وہ یہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹے اور دس مرتبہ شہید کیا جائے، یہ تمنا وہ (شہید) اپنی تعظیم (اور مقام) دیکھنے کی وجہ سے کرے گا (بخاری)

اس کے علاوہ شہید کے بارے میں اور فضائل بھی احادیث میں آئے ہیں، جبکہ وہ شہادت شرعی اصولوں کے مطابق ہو۔ ۲؎

مگر یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ شہادت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص میدانِ جہاد میں جاکر اخلاصِ نیت کے ساتھ شریک ہو، اور وہاں دشمنوں کے ہاتھوں

۱؎ رقم الحديث ۲۸۱۷، كتاب الجهاد والسير، باب تمنى المجاهد أن يرجع إلى الدنيا، مسلم رقم الحديث ۱۸۷۷ "۱۰۹"

۲؎ مثلاً شہید کے قرض کے علاوہ تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، اور شہید کو صبح وشام جنت کا اعلیٰ رزق دیا جاتا ہے۔ اور شہید کے پہلے قطرے کے ساتھ بخشش کردی جاتی ہے، جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے، اور اس کو عذابِ قبر اور قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے محفوظ کردیا جاتا ہے، اور اس کو ایمان کا جوڑا پہنا کر مزین کیا جاتا ہے، اور اس کی حورِ عین سے شادی کردی جاتی ہے، اور اس کے اقارب میں سے ستر انسانوں کے حق میں شفاعت کا حق دیا جاتا ہے، وغیرہ۔

عن عبد الله بن عمرو بن العاص، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال يغفر للشهيد كل ذنب إلا الدين(مسلم، رقم الحديث ۱۸۸۶ "۱۱۹")

عن المقدام بن معدى كرب، عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال" :للشهيد عند الله ست خصال :يغفر له فى أول دفعة من دمه، ويرى مقعده من الجنة، ويجار من عذاب القبر، ويأمن من الفزع الأكبر، ويحلى حلة الإيمان، ويزوج من الحور العين، ويشفع فى سبعين إنسانا من أقاربه(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۲۷۹۹)

قال شعيب الارنؤوط:حديث حسن(حاشية ابنِ ماجه)

سمعت أبا الدرداء يقول :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-يشفع الشهيد فى سبعين من أهل بيته"(ابو داوٗد، رقم الحديث ۲۵۲۲)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن(حاشية ابى داوٗد)

عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :الشهداء على بارق -نهر بباب الجنة -فى قبة خضراء، يخرج عليهم رزقهم من الجنة بكرة وعشيا (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۹۰)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن(حاشية مسند احمد)

سے قتل کیا جائے، بلکہ اگر کوئی مسلمان اپنے مقام پر رہتے ہوئے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت کا ثواب حاصل کرنے کی دعا کرے، تو وہ بھی شہادت کے ثواب کو پالیتا ہے۔

چنانچہ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ (مسلم) [1]

ترجمہ: جس نے سچے دل کے ساتھ اللہ سے شہادت مانگی، اللہ اسے شہیدوں کے مقام تک پہنچادے گا، اگر چہ وہ اپنے بستر پر فوت ہو (مسلم)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات بندہ کی اخلاص کے ساتھ دعاء کرنے کی برکت سے اس کو اپنے گھر میں رہتے ہوئے شہادت کا مقام عطا فرمادیتا ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۱۹۰۸ "۱۵٦" کتاب الامارة، باب استحباب طلب الشهادة فی سبیل الله تعالی، ابوداؤد رقم الحدیث ۱۵۲۲ ترمذی رقم الحدیث ۱۵۷۷، نسائی رقم الحدیث ۳۱٦۲.

[2] (وعن سهل بن حنيف رضى الله عنه) : بضم حاء مهملة وفتح نون وسكون تحتية ففاء وتقدم ذكره قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم –: من سأل الله الشهادة بصدق) : أى بإخلاص (بلغه) : بتشديد اللام ;أى أوصله (الله منازل الشهداء وإن مات على فراشه) : بكسر أوله ;أى: ولو مات غير شهيد فهو فى حكم الشهداء وله ثوابهم (مرقاة المفاتيح، ج٦ ص ۲۴٦٦، كتاب الجهاد)

(من سأل الله الشهادة بصدق) قيد السؤال بالصدق لأنه معيار الأعمال ومفتاح بركاتها وبه ترجى ثمراتها (بلغه الله منازل الشهداء) مجازاة له على صدق الطلب وفى قوله منازل الشهداء بصيغة الجمع مبالغة ظاهرة (وإن مات على فراشه) لأن كلا منهما نوى خيرا وفعل ما يقدر عليه فاستويا فى أصل الأجر ولا يلزم من استوائهما فيه من هذه الجهة استواؤهما فى كيفيته وتفاصيله إذ الأجر على العمل ونيته يزيد على مجرد النية فمن نوى الحج ولا مال له يحج به يثاب دون ثواب من باشر أعماله ولا ريب أن الحاصل للمقتول من ثواب الشهادة تزيد كيفيته وصفاته على الحاصل للناوى الميت على فراشه وإن بلغ منزلة الشهيد فهما وإن استويا فى الأجر لكن الأعمال التى قام بها العامل تقتضى أثرا زائدا وقربا خاصا وهو فضل الله يؤتيه من يشاء فعلم من التقرير أنه لا حاجة لتأويل البعض وتكلفه بتقدير من بعد قوله بلغه الله فأعط ألفاظ الرسول صلى الله عليه وسلم حقها وأنزلها منازلها يتبين لك المراد وفيه ندب سؤال الشهادة بنية صادقة(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۸۷۲۷)

غرضیکہ شہید کے بارے میں بے شمار فضائل آئے ہیں اور جب ماہِ محرم الحرام عبادت اور عظمت والا مہینہ ہے تو اس مہینہ میں شہادت کی عظمت اس مہینے کی وجہ سے اور بھی زیادہ ہوجاتی ہے، لہٰذا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے اس مہینہ کو نحوست یا غم کا مہینہ سمجھنا درست نہیں۔

اگر کوئی شبہ کرے کہ یہ فضائل تو شہید کے لئے ہیں، لیکن ہمارے اعتبار سے اس طرح کی شہادت رنج وغم کا باعث ہے، لہٰذا ہمیں اس مہینہ کو رنج وغم یا یا نحوست کا مہینہ سمجھنا چاہئے، تو یہ بات دلائل کی رُو سے درست نہیں ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت یا کربلاء کا واقعہ پیش آنے کی وجہ سے یہ مہینہ نحوست یا رنج وغم کا مہینہ نہیں بنا، بلکہ یہ مہینہ عظمت وفضیلت والا مہینہ ہے، اوراس کا دسواں دن زیادہ عظمت وفضیلت والا ہے، اوراسی دسویں دن میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی ہوئی، جس کی وجہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی زیادہ عظمت وفضیلت والی بن گئی، جوکہ ان کے لئے اعزاز کی بات ہے۔

مگر آج کل بعض لوگ محرم کے ابتدائی دس دنوں کو بڑا مغموم یا منحوس سمجھتے ہیں، اوراس میں کوئی خوشی نہیں مناتے اوردس تاریخ گزرتے ہی خوشیاں شروع کردیتے ہیں، حالانکہ اولاً تو یہ طرزِ عمل ہی درست نہیں، دوسرے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تاریخ سے پہلے اوران کے زندہ وحیات ہونے کے وقت غمگین رہنا اورشہادت کی تاریخ گزرتے ہی خوشیاں شروع کردینا غیر معقول تقسیم اورخلافِ عقل طریقہ ہے۔

(4)......سوگ کا شرعی حکم

جس عورت کا شوہر فوت ہوجائے، اس کو عدت کے زمانہ میں سوگ کرنے کا حکم ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجاً يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (سورة البقره رقم الآية ۲۳۴)

ترجمہ: اور جو لوگ وفات پا جاتے ہیں تم میں سے، اور چھوڑ جاتے ہیں وہ بیویاں، وہ (بیویاں) روکے رکھیں اپنے آپ کو (نکاح وغیرہ سے) چار مہینے اور دس دن تک (سورہ بقرہ)

اگر شوہر کے فوت ہونے کے وقت اس کی بیوی حاملہ ہو تو اس عورت کی عدت بچہ کی ولادت پر ختم ہوتی ہے، خواہ ولادت چار مہینے دس دن سے پہلے ہو جائے یا اس کے بعد ہو۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (سورة الطلاق رقم الآية ۴)

ترجمہ: اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے اس حمل کا پیدا ہو جانا ہے (سورہ طلاق)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

لَمَّا جَاءَ نَعْيُ اَبِيْ سُفْيَانَ مِنَ الشَّامِ دَعَتْ أُمُّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِصُفْرَةٍ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ فَمَسَحَتْ عَارِضَيْهَا وَذِرَاعَيْهَا وَقَالَتْ إِنِّيْ كُنْتُ عَنْ هٰذَا لَغَنِيَّةً لَوْلَا أَنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (بخاری) [1]

ترجمہ: جب حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو (ان کے والد) حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر پہنچی تو انہوں نے تیسرے دن خوشبو منگائی جو زرد رنگ کی تھی اور اپنے بازوؤں اور رخساروں پر ملی اور فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی

[1] رقم الحدیث ۱۲۸۰، کتاب الجنائز، باب إحداد المرأة علی غیر زوجها، مسلم رقم الحدیث ۱۴۸۶ "۶۲"، سنن النسائی رقم الحدیث ۳۵۲۷.

(لیکن اس ڈر سے کہ کہیں میں تین دن سے زیادہ سوگ کرنے والوں میں شمار نہ ہوجاؤں، میں نے خوشبو لگالی) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''ایسی عورت کے لئے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو، یہ حلال نہیں ہے کہ (کسی کے فوت ہونے پر) تین دن تین رات سے زیادہ سوگ کرے، سوائے شوہر کے کہ اس (کی موت ہوجانے) پر چار مہینہ دس دن سوگ کرے (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، أَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلٰى زَوْجِهَا (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو، تو اس کے لئے یہ بات حلال نہیں کہ وہ کسی بھی فوت شدہ شخص پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، مگر اپنے شوہر کے فوت ہونے پر (مسلم)

حضرت اُمِّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نُنْهٰى أَنْ نُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، وَلَا نَكْتَحِلُ، وَلَا نَتَطَيَّبُ، وَلَا نَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا (مسلم) [2]

ترجمہ: ہمیں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) منع کر دیا گیا ہے کہ ہم کسی بھی فوت شدہ پر تین دن سے زیادہ سوگ کریں، مگر شوہر کے فوت ہونے پر چار مہینے

---

[1] رقم الحديث ١٤٩١ "٦٥" كتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها زوجها، وغيرها بوضع الحمل.

[2] رقم الحديث ٩٣٨ "٦٧" كتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها زوجها، وغيرها بوضع الحمل.

اور دس دن تک (اس کی بیوی سوگ کرے گی) اور سوگ کے دوران ہم نہ تو سرمہ لگائیں، اور نہ خوشبو لگائیں، اور نہ رنگا ہوا کپڑا پہنیں (مسلم)

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ اَلْمُتَوَفّٰى عَنهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ وَلَا الْمُمَشَّقَةَ وَلَا الْحُلِيَّ وَلَا تَخْتَضِبُ وَلَا تَكْتَحِلُ (ابو داؤد) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس عورت کا شوہر وفات پا گیا وہ عدت گزرنے تک عصفر سے رنگا ہوا اور خوشبو والی مٹی سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور خضاب بھی نہ لگائے اور سرمہ بھی نہ لگائے (ابوداؤد)

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

جَاءَ تْ اِمْرَأَةٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ ابْنَتِيْ تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا، وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنُهَا، أَفَنَكْحُلُهَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا۔ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، كُلَّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ: لَا ۔ ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ (مسلم) [2]

ترجمہ: ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بے شک میری بیٹی کا شوہر وفات پا گیا ہے، اور اس کی آنکھ میں کچھ تکلیف ہے، تو کیا میں اس کو سرمہ لگا دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] رقم الحديث ۲۳۰۴، كتاب الطلاق، باب فيما تجتنبه المعتدة فى عدتها.
قال شعيب الارنؤوط:
اسناده صحيح (حاشية سنن ابى داؤد)

[2] رقم الحديث ۱۴۸۸، كتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها زوجها، وغيرها بوضع الحمل.

وسلم نے فرمایا کہ نہیں، اس عورت نے دو یا تین مرتبہ یہی سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ منع فرمایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس یہ (سوگ کی) پابندی چار مہینے دس دن تک ہے (مسلم)

حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

لَـمَّا أُصِيـبَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ أَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ فَقَالَ: تَسَلَّبِيْ ثَـلَاثاً، ثُمّ اِصْنَعِيْ مَا شِئْتِ (موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، رقم الحديث ٧٤٥، كتاب الجنائز، باب ما جاء فى البكاء على الميت) [1]

ترجمہ: جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا، تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ تم (اگر چاہو، تو) تین دن تک سادہ حلیہ میں رہو، پھر اس کے بعد آپ جو چاہو کرو (موارد الظمآن)

---

[1] قال حسين سليم اسد الدارانى:
إسناده حسن من أجل محمد بن طلحة بن مصرف، والحديث فى الإحسان ٥/ ٦٠ برقم (٣١٣٨) وانظر ما قاله ابن حبان فى تعليقه على هذا الحديث.
وأخرجه عبد الله بن أحمد فى زوائده على المسند ٦/ ٤٣٨ من طريق محمد بن بكار بهذا الإسناد.
وأخرجه أحمد ٦/ ٣٦٩، ٤٣٨ من طريق يزيد بن هارون.
وأخرجه أحمد أيضاً ٦/ ٤٣٨ من طريق أبى كامل، وعفان. وأخرجه الطبرانى فى الكبير ٢٤/ ١٣٩ برقم ٣٦٩ من طريق حجاج بن المنهال، وعاصم بن على، وأحمد بن يونس.
وأخرجه الطحاوى فى "شرح معانى الآثار ٣/ ٧٥ " من طريق حبان بن هلال، وأحمد بن يونس، وجبارة بن المغلس، وأسد.
وأخرجه البيهقى فى العدد ٧/ ٤٣٨ باب :الإحداد، من طريق مالك بن اسماعيل، جميعهم حدثنا محمد بن طلحة بن مصرف، بهذا الإسناد.
وذكره الهيثمى فى "مجمع الزوائد ٣/ ١٦ - ١٧ "باب :ما جاء فى البكاء وقال" :رواه كله أحمد، وروى الطبرانى بعضه فى الكبير، ورجال أحمد رجال الصحيح."
وانظر الأحاديث (٤٤٢٤، ٥٣٥، ٧٠٥٣، ٧١٥٦) فى مسند أبى يعلى الموصلى. وسنن البيهقى ٧/ ٤٣٨ ورد ابن التركمانى على دعواه، فقد كفانا مؤنة الرد (حاشية موارد الظمآن)

سوگ کو عربی زبان میں ''احداد'' کہا جاتا ہے، جس کے معنیٰ ہیں ''عورت کا زیب وزینت وغیرہ کو چھوڑ دینا''۔

عدت کے زمانہ میں بھی عورت کو زیب وزینت کے چھوڑنے کا حکم ہے۔ [1]

قرآن مجید کی مذکورہ آیات اور احادیث کی روشنی میں فقہائے کرام نے فرمایا کہ شرعی اعتبار سے سوگ کرنا صرف چند صورتوں میں عورتوں کے حق میں ثابت ہے اور وہ یہ ہیں۔

(1)...... جس عورت کا شوہر فوت ہوگیا ہو، اس پر عدت کے زمانہ میں سوگ کرنا واجب ہے، عدت کے بعد واجب نہیں بلکہ جائز بھی نہیں۔ [2]

(2)...... جس عورت کو اس کے شوہر نے طلاقِ بائن (ایسی طلاق جس میں نکاح ختم ہوجاتا ہے) دے دی ہو، اس پر عدت کے زمانہ میں سوگ کرنا واجب ہے۔ عدت ختم ہونے کے بعد واجب نہیں بلکہ جائز بھی نہیں۔ [3]

---

[1] إحداد: التعريف: من معانی الإحداد فی اللغة: المنع، ومنه امتناع المرأة عن الزينة وما فی معناها إظهارا للحزن. وهو فی الاصطلاح: امتناع المرأة من الزينة وما فی معناها مدة مخصوصة فی أحوال مخصوصة، وكذلك من الإحداد امتناعها من البيتوتة فی غير منزلها.

لألفاظ ذات الصلة: الاعتداد:

وهو تربص المرأة مدة محددة شرعا لفراق زوجها بوفاة أو طلاق أو فسخ.

والعلاقة بين الاعتداد والإحداد أن الاعتداد طرف للإحداد، ففی العدة. تترك المرأة زينتها لموت زوجها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢، ص ١٠٤، مادة "إحداد")

[2] صفته (حكمه التكليفی):

أجمع العلماء على وجوب الإحداد فی عدة الوفاة من نكاح صحيح ولو من غير دخول بالزوجة.

والدليل على ذلك قوله صلى الله عليه وسلم: لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلاث ليال إلا على زوج، أربعة أشهر وعشرا.

كما أجمعوا على أنه لا إحداد على الرجل. وقد أجمعوا أيضا على أنه لا إحداد على المطلقة رجعيا، بل يطلب منها أن تتعرض لمطلقها وتتزين له لعل الله يحدث بعد ذلك أمرا. على أن للشافعی رأيا بأنه يستحب للمطلقة رجعيا الإحداد إذا لم ترج الرجعة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢، ص ١٠٤، مادة "إحداد")

[3] جس عورت نے مرد سے شرعی خلع حاصل کیا ہو یا جس عورت کا نکاح شرعی اصولوں کے مطابق کسی مسلمان حاکم نے فسخ کیا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(3)......شوہر کے علاوہ کسی قریبی رشتہ دار (باپ بیٹے وغیرہ) کے فوت ہونے پر صرف تین دن تک عورت کو سوگ کرنے کی اجازت ہے، واجب اور ضروری نہیں تین دن کے بعد یہ اجازت بھی نہیں۔ [1]

اس کے علاوہ اہل السنۃ والجماعۃ کے فقہائے کرام کے نزدیک دوسرے کسی موقعہ پر عورت کو سوگ کرنے کی اجازت نہیں اور مرد کو تو سوگ کرنا کسی حال میں بھی جائز نہیں اور شرعی سوگ کا طریقہ یہ ہے کہ عورت اتنے عرصہ میں ایسے کپڑے نہ پہنے اور ایسا رنگ ڈھنگ اختیار نہ کرے، جس سے مَرد حضرات کو کشش اور میلان ہوتا ہو، خوشبو، سرمہ، مہندی اور دوسری زیب وزینت اور بناؤ سنگھار کی چیزیں چھوڑ دے، اس کے علاوہ اپنی طرف سے سوگ کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما المعتدة من طلاق بائن بينونة صغرى أو كبرى فقد اختلف العلماء فيه على اتجاهين:
الأول :ذهب الحنفية والشافعي في قديمه، وهو إحدى الروايتين في مذهب أحمد، أن عليها الإحداد، لفوات نعمة النكاح .فهي تشبه من وجه من توفي عنها زوجها.
الثاني :ذهب المالكية والشافعي في جديده وهو إحدى الروايتين عن الإمام أحمد (وقيل في بعض الكتب إنها المذهب) إلا أنه لا إحداد عليها؛ لأن الزوج هو الذي فارقها نابذا لها، فلا يستحق أن تحد عليه .وإلى هذا ذهب جماعة من التابعين، منهم سعيد بن المسيب، وأبو ثور، وعطاء ، وربيعة، ومالك، وابن المنذر إلا أن الشافعي يرى في جديده أنه يستحب لها أن تحد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢، ص ١٠٤، مادة " إحداد")

وأما المنكوحة نكاحا فاسدا إذا مات عنها زوجها فالجمهور على أنه لا إحداد عليها؛ لأنها ليست زوجة على الحقيقة، وأن بقاء الزواج الفاسد نقمة، وزواله نعمة، فلا محل للإحداد.
وذهب القاضي أبو يعلى من الحنابلة إلى وجوب الإحداد عليها تبعا لوجوب العدة، وذهب القاضي الباجي المالكي إلى أنه إذا ثبت بينها وبين زوجها المتوفى شيء من أحكام النكاح، كالتوارث وغيره، فإنها تعتد عدة الوفاة، ويلزمها الإحداد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢، ص ١٠٤ و ١٠٥، مادة " إحداد")

[1] أما إحداد المرأة على قريب غير زوج فإنه جائز لمدة ثلاثة أيام فقط، ويحرم الزيادة عليها .
والدليل على ذلك ما روته زينب بنت أبي سلمة، قالت :لما أتى أم حبيبة نعي أبي سفيان دعت في اليوم الثالث بصفرة، فمسحت به ذراعيها وعارضيها، وقالت :كنت عن هذا غنية، سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول :لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد فوق ثلاث إلا على زوج فإنها تحد عليه أربعة أشهر وعشرا .أخرجه البخاري ومسلم، واللفظ له .
وللزوج منعها من الإحداد على القريب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢، ص١٠٥، مادة " إحداد")

دوسرے غیر ثابت طریقے اختیار کرنا جائز نہیں۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو کسی کے بھی فوت ہونے پر تین دن کے بعد اور عدت میں ہو، تو عدت گزرنے کے بعد سوگ کرنے کو حلال قرار نہیں دیا، تو اس حکم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں کہ ان کی وفات کے بعد بھی برس ہا برس گزرنے کے بعد سوگ کرنا حلال نہیں ہوگا۔

پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ اگرچہ انتہائی المناک ہے، مگر اس واقعہ کی وجہ سے اس مہینہ میں سوگ کرنا درست نہیں، کیونکہ اگر کسی مہینہ میں کوئی ظالمانہ واقعہ رونما ہونے کی وجہ سے سوگ کا حکم ہوگا، تو پھر شاید کوئی مہینہ ایسا نہ بچے، جس میں سوگ کی ضرورت نہ ہو، کیونکہ سینکڑوں تو انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام ہیں جن کی پیدائش سے لے کر شہادت اور وفات تک دنیا میں پیش آنے والی مصائب وتکالیف کی ایک لمبی فہرست ہے، قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ میں سینکڑوں واقعات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے مصائب وتکالیف سے متعلق موجود ہیں۔

نوح علیہ السلام کا قصہ ہو یا ابراہیم علیہ السلام کا، یعقوب علیہ السلام کا ہو یا موسیٰ علیہ السلام کا، یونس علیہ السلام کا ہو یا لوط علیہ السلام کا، ہر ایک واقعہ میں تکلیفوں کے مناظر نظر آئیں گے۔

انبیاء کے بعد خاتم الانبیاء محمد "صلی اللہ علیہ وسلم" کی حیاتِ طیبہ کو دیکھا جائے تو آپ کی زندگی کا کوئی دن نہیں ہر گھنٹہ اور ہر ساعت ولمحہ دین کی خاطر تکلیفوں، امت کے درد وغم اور آخرت کی فکر میں مصروف نظر آئے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہزاروں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وہ ہیں، جن میں سے ہر ایک درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شاگرد اور عملی نمونہ ہے۔

اور یہ سلسلہ چل نکلے تو پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد امت کے اکابر، اولیاء اللہ، علماء ومشائخ رحمہم اللہ پر نظر ڈالی جائے جن کی تعداد کروڑوں میں ہوگی۔

ان حضرات کو دین کی خاطر پیش آنے والے مصائب، تکالیف اور مشقتوں کا ایک طویل باب ہے جن کو سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو سب سے زیادہ آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے، پھر ان لوگوں کو جو انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے زیادہ قریب ہیں، اور یہ آزمائش ان کے لئے باعثِ رحمت ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ: اَلْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ، فَيُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسَبِ دِيْنِهٖ، فَإِنْ كَانَ دِيْنُهٗ صُلْبًا اِشْتَدَّ بَلَاؤُهٗ، وَإِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهٖ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلٰى حَسَبِ دِيْنِهٖ، فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتّٰى يَتْرُكَهٗ يَمْشِيْ عَلَى الْأَرْضِ مَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۳۹۸، ابواب الزھد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کون لوگ زیادہ آزمائش میں مبتلا کئے جاتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیائے کرام، پھر ان کے مثل اور پھر ان کے مثل، پس انسان اپنے دین کے مطابق آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے، اگر اس کا دین زیادہ مضبوط ہوتا ہے، تو اس کی آزمائش بھی زیادہ شدید ہوتی ہے اور اگر اس کے دین میں کمزوری ہوتی ہے، تو وہ اپنے دین کے مطابق آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے، پھر بندہ کی آزمائش مسلسل جاری رہتی ہے، یہاں تک کہ اسے زمین پر اس طرح چلتا ہوا چھوڑ دیا جاتا ہے، کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا (ترمذی)

---

[1] قال الترمذی:
هـذا حـديث حسن صحيح وفی الباب عن أبی هريرة، وأخت حذيفة بن اليمان أن النبی صلى الله عليه وسلم، سئل أی الناس أشد بلاء ؟ قال :الأنبياء ، ثم الأمثل فالأمثل.

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ أُخِفْتُ فِی اللّٰہِ وَمَا یُخَافُ أَحَدٌ، وَلَقَدْ أُوذِیْتُ فِی اللّٰہِ وَمَا یُؤْذَی أَحَدٌ، وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَیَّ ثَلَاثُوْنَ مِنْ بَیْنِ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ وَمَا لِیْ وَلِبَلَالٍ طَعَامٌ یَأْکُلُہٗ ذُوْ کَبِدٍ إِلَّا شَیْءٌ یُوَارِیْہِ إِبْطُ بِلَالٍ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۴۷۲، باب من أبواب صفة القیامة والرقائق والورع، مسند احمد، رقم الحدیث ۱۴۰۵۵) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کے معاملہ میں اتنا ڈرایا گیا ہوں، جتنا اور کوئی نہیں ڈرایا گیا، اور مجھے اللہ کے معاملہ میں اتنی ایذاء پہنچائی گئی، جتنی ایذاء کسی کو نہیں پہنچائی گئی، اور میرے اوپر تیس دن اور راتیں ایسی گزری

---

[1] عن أبی عبیدة بن حذیفة، عن عمته فاطمة أنها قالت :أتینا رسول الله صلی الله علیه وسلم نعوده فی نساء ، فإذا سقاء معلق نحوه یقطر ماؤه علیه من شدة ما یجد من حر الحمی، قلنا :یا رسول الله، لو دعوت الله فشفاک، فقال :رسول الله صلی الله علیه وسلم " :إن من أشد الناس بلاء الأنبیاء ، ثم الذین یلونهم، ثم الذین یلونهم، ثم الذین یلونهم (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۷۰۷۹)

قال شعیب الارنؤوط:

حدیث صحیح لغیره، وهذا إسناد حسن(حاشیة مسند احمد)

[2] قال الترمذی:

هذا حدیث حسن صحیح، ومعنی هذا الحدیث :حین خرج النبی صلی الله علیه وسلم هاربا من مکة ومعه بلال إنما کان مع بلال من الطعام ما یحمله تحت إبطه.

وقال شعیب الارنؤوط:

إسناده صحیح علی شرط مسلم(حاشیة مسند احمد)

قال فی اللمعات قوله ومعه بلال أفاد أن هذا الخروج غیر الهجرة إلی المدینة لأنه لم یکن معه بلال فیها فلعل المراد خروجه صلی الله علیه وسلم هاربا من مکة فی ابتداء أمره إلی الطائف إلی عبد کلال بضم الکاف مخففا رئیس أهل الطائف لیحمیه من کفار مکة حتی یؤدی رسالة ربه فسلط علی النبی صلی الله علیه وسلم صبیانه فرموه بالحجارة حتی أدموا کعبیه صلی الله علیه وسلم وکان معه زید بن حارثه لا بلال انتهی(تحفة الاحوذی، ج۷ص ۱۴۴،باب من ابواب صفة القیامة)

ہیں کہ میرے اور بلال کے پاس اتنا کھانا بھی نہیں تھا، جسے کوئی جگر والا (ذی حیات) کھائے، مگر صرف اتنی چیز جسے بلال کی بغل چھپالیتی (ترمذی)

اور اگر آزمائش، تکالیف اور مصائب کی بنیاد پر سبھی کے دن منائے جائیں، تو سال بھر میں ایک دن بھی سوگ منانے سے خالی نہیں رہے گا، بلکہ ہر دن کے ہر گھنٹہ میں سوگ منانے کی ضرورت ہوگی؟ اس لئے اصل چیز یہی ہے کہ ان سے عبرت اور سبق حاصل کر کے اپنی آخرت کی تیاری کی جائے۔

اور ان بزرگ حضرات کے نقشِ قدم پر چل کر اللہ کو راضی کیا جائے۔

(5)......سیاہ لباس کا شرعی حکم

عام حالات میں فی نفسہٖ سیاہ رنگ کا لباس پہننا جائز بلکہ بعض حضرات کے نزدیک مستحب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سیاہ رنگ کا عمامہ اور سیاہ لباس پہننا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ، وَعَلَيْهِ عَمَامَةٌ سَوْدَاءُ (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن (مکہ مکرمہ میں) داخل ہوئے اور آپ نے سیاہ عمامہ پہنا ہوا تھا (مسلم)

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عَمَامَةٌ سَوْدَاءُ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) لوگوں کو خطبہ دیا، اور آپ

---

[1] رقم الحديث ١٣٥٨، كتاب الحج، باب جواز دخول مكة بغير إحرام.

[2] رقم الحديث ١٣٥٩ "٣٥٢"، كتاب الحج، باب جواز دخول مكة بغير إحرام.

نے سیاہ عمامہ پہن رکھا تھا (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

صَنَعْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُرْدَةً سَوْدَاءَ فَلَبِسَهَا (سنن أبی داود، رقم الحدیث ۴۰۷۴، کتاب اللباس، باب فی السّواد) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سیاہ چادر تیار کی، جس کو آپ نے پہنا (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

صَنَعْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّةٌ مِنْ صُوْفٍ سَوْدَاءَ فَلَبِسَهَا (المستدرک علی الصحیحین للحاکم، رقم الحدیث ۷۳۹۳، کتاب اللباس) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اون کا سیاہ جبہ بنایا، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا (حاکم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ بُرْدَةً سَوْدَاءَ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: مَا أَحْسَنَهَا عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، يَشُوْبُ بَيَاضُكَ سَوَادَهَا، وَيَشُوْبُ سَوَادُهَا بَيَاضَكَ (صحیح ابن حبان) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ چادر پہنی، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:
إسناده صحیح (حاشیة سنن ابی داود)

[2] قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه.
و قال الذهبی فی التلخیص: علی شرط البخاری ومسلم.

[3] رقم الحدیث ۶۳۹۵، کتاب التاریخ، باب من صفته صلی الله علیه وسلم، وأخباره.
قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح علی شرط الشیخین (حاشیة صحیح ابن حبان)

عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ آپ پر بہت خوبصورت لگتی ہے، آپ کی سفیدی اس کی سیاہی پر چمکتی ہے اور اس کی سیاہی آپ کی سفیدی پر چمکتی ہے (ابن حبان)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِسۡتَسۡقٰی رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیۡہِ خَمِیۡصَةٌ لَہٗ سَوۡدَاءُ (سنن أبی داود) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء کی نماز پڑھائی، اور آپ نے سیاہ چادر اوڑھ رکھی تھی (ابوداؤد)

اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کے موقع پر سیاہ جھنڈے کا ذکر بھی احادیث میں آیا ہے۔ [2]

اس طرح کی احادیث سے عام حالات میں فی نفسہٖ سیاہ لباس کے پہننے کا ثبوت ہوتا ہے، اسی لئے بعض فقہائے کرام نے عام حالات میں سیاہ لباس پہننے کو مستحب قرار دیا ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ١١٦٤، كتاب الصلاة، جماع أبواب صلاة الاستسقاء وتفريعها.
قال شعيب الارنوؤط:
إسناده قوى من أجل عبد العزيز (حاشية سنن ابى داود)

[2] حدثني يونس بن عبيد، مولى محمد بن القاسم قال: بعثني محمد بن القاسم إلى البراء بن عازب أسأله: عن راية رسول الله صلى الله عليه وسلم ما كانت؟ قال: " كانت سوداء مربعة من نمرة "(مسند أحمد، رقم الحديث ١٨٦٢٧)
قال شعيب الارنوؤط:
حديث حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

[3] د -السواد في اللباس والعمامة:
يندب لبس السواد عند الحنفية، قال ابن عابدين :ندب لبس السواد، لأن محمدا ذكر في السير الكبير في باب الغنائم حديثا يدل على أن لبس السواد مستحب.
أما الصبغ بالأسود، ولبس المصبوغ به فنقل عن أبي حنيفة :أنه لا بأس به.
وقال الشافعية :يندب لإمام الجمعة أن يزيد في حسن الهيئة والعمة والارتداء، وترك لبس السواد له أولى من لبسه، إلا إن خشي مفسدة تترتب على تركه من سلطان أو غيره، وقال ابن عبد السلام في فتاويه :المواظبة على لبسه بدعة، فإن منع الخطيب أن يخطب إلا به فليفعل.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض فقہائے کرام نے عورت کو سوگ کے زمانہ میں اور شوہر کے فوت ہونے کے بعد عدت کے دوران سیاہ لباس پہننے کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

لیکن جب عورت کے سوگ کا زمانہ ختم ہو جائے، پھر اس کو بطورِ سوگ کے سیاہ لباس پہننے سے ان حضرات نے بھی منع فرمایا ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقالوا :نقل أن النبى صلى الله عليه وسلم لبس العمامة البيضاء والعمامة السوداء ، ولكن الأفضل فى لونها البياض لعموم الخبر الصحيح الآمر بلبس البياض، وأنه خير الألوان فى الحياة والموت .

وقال الحنابلة :يباح السواد ولو للجند؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم دخل مكة عام الفتح وعليه عمامة سوداء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١١ ،ص ٣٥٢،و٣٥٣مادة " تسويد")

ذكر محمد رحمه الله فى السير فى باب العمائم حديثا يدل على أن لبس السواد مستحب(المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، ج٥،ص ٣٤٠،كتاب الاستحسان والكراهية،الفصل العاشر فى اللبس؛ ما يكره من ذلک، وما لا يكره)

قال -رحمه الله -(ويسن لبس السواد وإرسال ذنب العمامة بين الكتفين إلى وسط الظهر) ؛ لأن محمدا -رحمه الله -ذكر فى السير الكبير فى باب الغنائم حديثا يدل على أن لبس السواد مستحب(تكملة البحر الرائق لمحمد بن حسين بن على الطورى الحنفى، ج٨،ص ٥٥٥،مسائل متفرقة فى اللباس)

۱؎ ب -لبس السواد فى الحداد:

اتفق الفقهاء على أنه يجوز للمتوفى عنها زوجها لبس السواد من الثياب . . .ولا يجب عليها ذلک، بل لها أن تلبس غيره.

واختلف فقهاء الحنفية فى المدة التى يجوز لها أن تلبس فيها السواد، فقال بعضهم :لا تجاوز ثلاثة أيام .ولكن فقهاء المذهب -ومنهم ابن عابدين -حملوا ذلک على ما تصبغه الزوجة بالسواد وتلبسه تأسفا على زوجها، أما ما كان مصبوغا بالسواد قبل موت زوجها، فيجوز لها أن تلبسه مدة الحداد كلها .ومنع الحنفية لبس السواد فى الحداد على غير الزوج.

وقال المالكية :إن المحد يجوز لها أن تلبس الأسود، إلا إذا كانت ناصعة البياض، أو كان الأسود زينة قومها.

وقال القليوبى من الشافعية :إذا كان الأسود عادة قومها فى التزين به حرم لبسه، ونقل النووى عن الماوردى أنه أورد فى "الحاوى "وجها يلزمها السواد فى الحداد .

لبس السواد فى التعزية:

اتفق الفقهاء على أن تسويد الوجه حزنا على الميت -من أهله أو من المعزين لا يجوز -

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور مرد کو کسی موقع پر سوگ کا حکم نہیں، اور عورتوں کو جن مواقع پر سوگ کا حکم ہے، ان کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

اس لئے مرد حضرات کو بطورِ سوگ کے اور خواتین کو غیر شرعی سوگ کے موقع پر غم کا اظہار کرنے کے لئے سیاہ لباس پہننا شرعاً منع ہے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلنَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ(مسلم) [1]

ترجمہ: اگر نوحہ کرنے والی توبہ کرنے سے پہلے مرگئی تو قیامت میں گندھک کی شلوار اور تارکول کا کرتہ اس کو پہنایا جائے گا (مسلم)

عورت کا ذکر خاص وجہ سے کیا گیا ہے، ورنہ یہ حکم مَرد حضرات کو بھی شامل ہے۔

اس حدیث کی شرح میں محدثین فرماتے ہیں کہ تارکول کے کرتہ کو اس لئے خاص کیا گیا ہے کہ وہ عورت غیر شرعی سوگ کے مواقع پر سیاہ لباس پہنتی تھی، اللہ تعالیٰ اس کو تارکول (جو کالا ہوتا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لما فيه من إظهار للجزع وعدم الرضا بقضاء الله وعلى السخط من فعله، مما ورد النهى عنه فى الأحاديث.

وتسويد الثياب للتعزية مكروه للرجال، ولا بأس به للنساء ، أما صبغ الثياب أسود أو أكهب تأسفا على الميت فلا يجوز(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١ ١، ص ١ ٣٥ و ٣٥٢، مادة "تسويد")

ويباح الحداد على قرابة ثلاثة أيام فقط، وللزوج منعها لأن الزينة حقه فتح، وينبغى حل الزيادة على الثلاثة إذا رضى الزوج، أو لم تكن مزوجة نهر.

وفى التتارخانية :ولا تعذر فى لبس السواد، وهى آثمة إلا الزوجة فى حق زوجها فتعذر إلى ثلاثة أيام .قال فى البحر :وظاهره منعها من السواد تأسفا على موت زوجها فوق الثلاثة .وفى النهر :لو بلغت فى العدة لزمها الحداد فيما بقى(الدر المختار مع ردالمحتار، ج٣ص ٥٣٣، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل فى الحداد)

[1] رقم الحديث ٩٣٤ "٢٩" كتاب الجنائز، باب التشديد فى النياحة.

ہے) کا کرتہ پہنائے گا، تا کہ اپنے کئے کا مزہ چکھے۔ [1]

لہٰذا ماہِ محرم اور دوسرے مواقع پر سوگ کے طور پر سیاہ لباس پہننے اور اس مقصد سے سیاہ جھنڈے وغیرہ لگانے سے پرہیز کرنا چاہئے، اور جس طرزِ عمل سے غلط لوگوں کی مشابہت لازم آتی ہو، اس سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔ [2]

اللہ تعالیٰ قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

(6)...... ماہِ محرم میں شادی بیاہ کرنا

محرم کے مہینہ کو غمی یا نحوست کا مہینہ سمجھنے اور اس میں سوگ کے نتیجہ میں بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ محرم کے مہینے اور خاص کر شروع کے دس دنوں میں شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات کرنا جائز نہیں، یا محرم کے مہینہ میں خوشی کی تقریب انجام دینے سے وہ کام منحوس

---

[1] وخصت أيضا بسرابيل من قطران ;لأنها كانت تلبس الثياب السود فى المآتم، فألبسها الله تعالى السرابيل لتذوق وبال أمرها(مرقاة المفاتيح، ج۳ص۱۲۳۵، كتاب الجنائز، باب فى البكاء على الميت)

قال التوربشتى :خصت بدرع من جرب؛ لأنها كانت تجرح بكلماتها المحرقة قلوب ذوات المصيبات وتحك بها بواطنهن، فعوقبت فى ذلك المعنى بما يماثله فى الصورة، وخصت أيضاً بسرابيل من قطران؛ لأنها كانت تلبس الثياب السود فى المأتم، فألبسها الله قميصاً من قطران لتذوق وبال أمرها -انتهى(مرعاة المفاتيح، ج۵ص۴۶۲، كتاب الجنائز، باب فى البكاء على الميت)

[2] وفى الإحياء فى موضع تبعا لقول أبى طالب المكى: يكره لبس السواد.

وأفتى ابن عبد السلام: بأن المواظبة على لبس السود بدعة، وأول من أحدث لبسه فى الجمع والأعياد بنو العباس فى خلافتهم، محتجين بأن الراية التى عقدت لجدهم العباس يوم الفتح وحنين كانت سوداء .قال ابن هبيرة: ولأنه أبعد الألوان من الزينة، وأقربها إلى الزهد فى الدنيا، ولذلك يلبسه العباد والنساك (مرقاة المفاتيح، ج۳ص۱۰۴۵، كتاب الصلاة، باب الخطبة والصلاة)

وقد اشتهر عن الروافضة فى بلاد العجم من الخراسان والعراق بل فى بلاد ماوراء النهر منكرات عظيمة من لبس السواد والدوران فى البلاد وجرح رؤوسهم وابدانهم بانواع من الجراحة ويدعون انهم محبوا اهل البيت وهم بريئون منهم (الموضوعات الكبيرص ۱۶۹،در ذيل فصل ومنها الاكتحال يوم عاشوراء الخ)

ہو جاتا ہے، اس میں خیر و برکت نہیں ہوتی یا اچھے نتائج برآمد نہیں ہوتے اور اس میں دیکھا دیکھی بہت سے پڑھے لکھے لوگ بھی مبتلا ہیں، یہاں تک کہ اگر کوئی اس مہینہ میں شادی کرے تو اسے بہت معیوب سمجھا جاتا ہے اور طرح طرح کی باتیں بنائی جاتی ہیں۔

حالانکہ یہ سوچ درست نہیں ہے، گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو چکا کہ محرم کا مہینہ بہت بابرکت ہے اور اس میں کوئی نحوست نہیں ہے۔

لہٰذا اس خیال کو ذہنوں سے نکالنا چاہئے کیونکہ شریعت میں ایسی کوئی بات ثابت نہیں، نہ ہی شریعت میں کسی جگہ محرم یا کسی دوسرے مہینہ مثلاً صفر کے مہینہ میں نکاح سے منع کیا گیا ہے اور جب اس مہینہ میں عبادت کا اہتمام دوسرے عام مہینوں سے زیادہ کرنے کا حکم ہے اور نکاح ایک اہم عبادت ہے، تو اس مہینہ میں نکاح کی عبادت بھی انجام دینی چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک موقعہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت اہتمام سے فرمایا کہ:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنْ اِسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نوجوانو! تم میں جو بھی حقوق زوجیت ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہو، وہ نکاح ضرور کرے، کیونکہ اس سے نگاہ میں حیاء و غیرت آتی ہے اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے (بخاری، مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلٰى بُيُوْتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أُخْبِرُوْا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا، فَقَالُوْا: وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَدْ غُفِرَ

---

[1] رقم الحدیث ۵۰۶۶، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، مسلم رقم الحدیث ۱۴۰۰ "۱"

لَـهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَـدًا، وَقَـالَ آخَـرُ: أَنَـا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَـاءَ فَـلَا أَتَـزَوَّجُ أَبَـدًا، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا، أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْـقَاكُمْ لَـهُ، لٰكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي (بخاری) [1]

ترجمہ: تین لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے گھروں کی طرف آئے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں سوال کررہے تھے، جب ان کو (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی) خبر دی گئی، تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو گویا کہ کم سمجھا، اورانہوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟ آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے ہیں، ان میں سے ایک نے کہا کہ میں رات بھر نماز پڑھا کروں گا، اور دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا، کبھی روزہ نہیں چھوڑوں گا، اور تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے الگ رہوں گا، کبھی بھی نکاح نہیں کروں گا، پھر ان کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ تم نے اس اس طرح کی بات کی ہے، یادرکھو کہ میں اللہ سے تمہارے مقابلہ میں زیادہ خشیت اور زیادہ تقویٰ رکھتا ہوں، اور میں روزہ بھی رکھتا ہوں، اور کبھی روزہ نہیں بھی رکھتا، اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا تو وہ مجھ میں سے نہیں ہے (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

[1] رقم الحديث ٥٠٦٣، كتاب النكاح، باب الترغيب فى النكاح)

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُخَنَّثِی الرِّجَالِ الَّذِیْنَ یَتَشَبَّھُوْنَ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، اَلْمُتَشَبِّھِیْنَ بِالرِّجَالِ، وَالْمُتَبَتِّلِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ، الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ: لَا نَتَزَوَّجُ، وَالْمُتَبَتِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، اللَّائِیْ یَقُلْنَ ذٰلِکَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۷۸۹۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مخنث لوگوں پر لعنت فرمائی، جو عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں، اور ایسے مردانہ پن اختیار کرنے والی عورتوں پر بھی لعنت فرمائی، جو مَردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہیں، اور ایسے چھڑے چھکے مَردوں پر بھی لعنت فرمائی، جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نکاح نہیں کریں گے، اور ایسی چھڑی چھکی عورتوں پر بھی لعنت فرمائی، جو یہ کہتی ہیں کہ ہم نکاح نہیں کریں گی (مسند احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَأْمُرُ بِالْبَاءَ ۃِ، وَیَنْھٰی عَنِ التَّبَتُّلِ نَھْیًا شَدِیْدًا، وَیَقُوْلُ: تَزَوَّجُوْا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ، إِنِّیْ مُکَاثِرٌ الْأَنْبِیَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (مسند الإمام أحمد، رقم الحدیث ۱۳۶۱۲) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کا حکم فرماتے تھے، اور نکاح کے بغیر چھڑا چھکا رہنے سے سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کہ تم محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد پیدا کرنے والی عورتوں سے نکاح کرو، میں قیامت کے دن دوسرے نبیوں کی امت سے زیادہ کثرت کو پسند کروں گا (مسند احمد)

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:
صحیح (حاشیۃ مسند احمد)

[2] قال شیعب الارنوؤط:
صحیح لغیرہ، وھذا إسناد قوی (حاشیۃ مسند احمد)

حضرت عبید بن سعد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ أَحَبَّ فِطْرَتِي فَلْيَسْتَنَّ بِسُنَّتِي، وَمِنْ سُنَّتِي اَلنِّكَاحُ (مسند أبی یعلی، رقم الحدیث ۲۷۴۸) ۱؎

ترجمہ: جو میری فطرت (اور طریقہ) سے محبت رکھتا ہے، تو اسے چاہئے کہ میری سنت کو اختیار کرے، اور میری سنت نکاح کرنا ہے (ابو یعلیٰ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ اِمْرَأَةً صَالِحَةً، فَقَدْ أَعَانَهُ عَلٰى شَطْرِ دِيْنِهٖ، فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي الشَّطْرِ الثَّانِي (مستدرک حاکم) ۲؎

ترجمہ: جس کو اللہ نے نیک صالح بیوی عطا فرمادی، تو اللہ نے اس کے آدھے دین کی مدد فرمادی، اب اسے چاہئے کہ باقی آدھے دین میں اللہ سے ڈرے (حاکم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدْ كَمُلَ نِصْفُ الدِّيْنِ، فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي (شعب الایمان للبیہقی) ۳؎

۱؎ قال حسین سلیم أسد الدارانی : رجاله ثقات (حاشية مسند ابی یعلیٰ)
و قال الهيثمی: رواه أبو يعلى، ورجاله ثقات، إن كان عبيد بن سعد صحابي وإلا فهو مرسل (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۷۳۰۵)

۲؎ رقم الحديث ۲۶۸۱، كتاب النكاح، المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحديث ۹۷۲.
قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه، وعبد الرحمن هذا هو ابن زيد بن عقبة الأزرق مدنى ثقة مأمون "
وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح.

۳؎ رقم الحديث ۵۱۰۰، فصل فی الترغيب فی النكاح لما فيه من العون على حفظ الفرج.
قال الالبانی:
رواه الطبرانی فی "الأوسط "بإسنادين وفيهما يزيد الرقاشی وجابر الجعفی وكلاهما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: جب بندہ نکاح کرلیتا ہے، تو اس کا آدھا دین مکمل ہوجاتا ہے، پس باقی آدھے میں وہ اللہ سے ڈرے (بیہقی)

اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ جب بھی مسلمان کو نکاح کی ضرورت ہو، خواہ محرم کا مہینہ ہی کیوں نہ ہو، اس وقت نکاح کرے، اور ماہِ محرم کا مہینہ چونکہ زیادہ باعثِ برکت وعظمت ہے، لہٰذا اس مہینہ میں نکاح کرنا بھی باعثِ برکت ہوگا، تاکہ اس مہینہ کی نسبت اور تعلق کی وجہ سے عبادت میں زیادہ ثواب کا اضافہ ہو اور اس مہینہ کی عظمت وفضیلت کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ خیر وبرکت حاصل ہو، اور نکاح کا یہ رشتہ پائیدار اور زیادہ سے زیادہ مستحکم ہو۔

پھر اس مہینہ میں نکاح کرنے کی وجہ سے اچھے کام کی عملی تبلیغ بھی ہے اور عملی تبلیغ کا ثواب بہت زیادہ ہے، خاص طور پر جبکہ اس عمل کو چھوڑا جاچکا ہو۔

چنانچہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ سَنَّ فِی الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ كُتِبَ لَهٗ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِی الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَیْءٌ (مسلم) [1]

ترجمہ: جس نے اسلام میں اچھے طریقہ کی بنیاد ڈالی (اور اچھا طریقہ جاری کیا) جس پر بعد میں عمل کیا گیا، تو اس شخص کو ان سب عمل کرنے والوں کے برابر ثواب

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ ضعیف، وقد وثقا ."قلت :التوثيق المذكور مما لا يعتد به لاسيما فی الجعفی، فقد اتهمه بعضهم لكنه ليس فی الطريق الأخرى عند الطبرانی، وقد تابعه الخليل بن مرة وهو خير منه كما سبق تحقيقه .فإذا ضمت هذه الطريق إلى طريق عبد الرحمن بن زيد أخذ الحديث بهما قوة .والله تعالى أعلم(سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم الحديث ۶۲۵)

[1] رقم الحديث ۱۰۱۷ "۱۵" كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة ومن دعا إلى هدى أو ضلالة،سنن النسائی رقم الحديث ۲۵۵۴،مسند احمد رقم الحديث ۱۹۱۵۶.

حاصل ہوگا، لیکن ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے کسی برے طریقے کی بنیاد ڈالی (اور برا طریقہ جاری کیا) جس پر اس کے بعد عمل کیا گیا، تو اس کو ان سب عمل کرنے والوں کے برابر وبال ہوگا، لیکن ان دوسروں کے وبال میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى، كَانَ لَهٗ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهٗ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلٰى ضَلَالَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے (کسی کو) ہدایت کی طرف بلایا تو اس کو ان لوگوں کے عمل کے برابر ثواب حاصل ہوگا، جنہوں نے اس کی ہدایت کی پیروی کی، مگر اس کی وجہ سے ان (ہدایت پر چلنے والوں) کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور جس نے (کسی کو) ضلالت وگمراہی کی طرف بلایا، تو اس کو ان لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہوگا، جنہوں نے اس کی ضلالت وگمراہی کی پیروی کی، مگر اس کی وجہ سے ان (گناہ گاروں) کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی (مسلم)

معلوم ہوا کہ اچھے کام کو شروع کرنے اور بنیاد ڈالنے کا بہت ثواب ہے۔

اس طرح کی احادیث اور بھی کئی سندوں سے مروی ہیں۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٦٧٤ "١٦ "كتاب الزكاة، باب من سن سنة حسنة أو سيئة ومن دعا إلى هدى أو ضلالة.

[2] عن أبي هريرة، قال :جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فحث عليه، فقال رجل :عندي كذا وكذا .قال :فما بقي في المجلس رجل إلا قد تصدق بما قل أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَرْبَعٌ يُعْطَاهُنَّ الرَّجُلُ بَعْدَ مَوْتِهٖ: ثُلُثُ مَالِهٖ إِذَا كَانَ فِيْهِ قَبْلَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ مُطِيْعًا، وَالْوَلَدُ الصَّالِحُ يَدْعُوْ لَهٗ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ، وَالسُّنَّةُ الْحَسَنَةُ يَسُنُّهَا الرَّجُلُ فَيُعْمَلُ بِهَا بَعْدَ مَوْتِهٖ، وَالْمِائَةُ إِذَا شَفَعُوْا لِلرَّجُلِ شُفِّعُوْا فِيْهِ (سنن الدارمی) [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

كثر، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من سن خيرا فاستن به، كان له أجره كاملا، ومن أجور من استن به لا ينقص من أجورهم شيئا، ومن استن شرا فاستن به، فعليه وزره كاملا، ومن أوزار الذى استن به لا ينقص من أوزارهم شيئا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۰۷۴۹)

قال شعب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

عن حذيفة قال :سأل رجل على عهد النبى صلى الله عليه وسلم فأمسك القوم، ثم إن رجلا أعطاه فأعطى القوم، فقال النبى صلى الله عليه وسلم " :من سن خيرا فاستن به كان له أجره ومن أجور من يتبعه غير منتقص من أجورهم شيئا، ومن سن شرا فاستن به كان عليه وزره ومن أوزار من يتبعه غير منتقص من أوزارهم شيئا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۲۳۲۸۹)

قال شعب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

عن أبى جحيفة، قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-من سن سنة حسنة عمل بها بعده، كان له أجره ومثل أجورهم من غير أن ينقص من أجورهم شيئا، ومن سن سنة سيئة، فعمل بها بعده، كان عليه وزره ومثل أوزارهم، من غير أن ينقص من أوزارهم شيئا(سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۲۰۷)

قال شعب الارنؤوط:صحيح بما قبله من الأحاديث، وهذا إسناد حسن(حاشية ابن ماجه)

عن واثلة بن الأسقع، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :من سن سنة حسنة فله أجرها ما عمل به فى حياته وبعد مماته حتى يترك، ومن سن سنة سيئة فعليه إثمها حتى يترك، ومن مات مرابطا فى سبيل الله جرى له أجر المرابط حتى يبعث يوم القيامة(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۱۸۴)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير، ورجاله موثقون(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۷۷۲)

[1] رقم الحديث ۵۳۴، كتاب المقدمة، باب من سن سنة حسنة أو سيئة.

قال حسين سليم اسد الدارانى:إسناده صحيح إلى عبد الله ولكن مثله لا يقال بالرأى(حاشية سنن الدارمى)

ترجمہ: چار چیزیں ہیں جو آدمی کو مرنے کے بعد بھی عطا کی جاتی ہیں، ایک اپنے مال کا تہائی حصہ، بشرطیکہ اس مال کے حاصل کرنے میں وہ اللہ کا تابعدار رہا ہو، دوسرے نیک صالح اولاد؛ جو اس کے مرنے کے بعد اس کے لئے دعاء کرتی ہو، تیسرے نیک طریقہ جو وہ جاری کرے؛ اور لوگ اس کی موت کے بعد اس پر عمل کریں، چوتھے سو افراد جو اس کی شفاعت (یعنی مغفرت کی دعاء) کریں؛ تو یہ شفاعت قبول کی جاتی ہے (دارمی)

معلوم ہوا کہ نیک عمل کی بنیاد ڈالنے والے کو عظیم اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے۔ [1]

نیز آزمائش کے زمانے میں جبکہ شریعت کے حکم پر عمل کرنا مشکل ہو، تو اس وقت شریعت کے حکم پر ثابت قدم رہنے کی بھی عظیم فضیلت ہے۔ [2]

اور کربلا کا واقعہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیش آیا، جبکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیش آمدہ غمناک واقعات کی وجہ سے کسی دن یا مہینہ میں نکاح سے منع نہیں کیا گیا اور جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اسلام کی گزشتہ صدیوں میں بارہ مہینوں میں سے کوئی بھی ایک مہینہ ایسا نہیں ملے گا، جس میں عموماً رنج وغم کا اور ناخوشگوار کوئی واقعہ پیش نہ آیا ہو، اس طرح تو پھر کسی

---

[1] مذکورہ احادیث میں از خود نیا طریقہ جاری کرنا مراد نہیں ہے، بلکہ جس طریقہ اور جس چیز کا شریعت میں دلالۃً، اشارتاً ثبوت موجود ہو اس کی طرف دعوت دینا، اس کی تعلیم دینا، اس کو زندہ کرنا اور خود اس پر عمل کرنا اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی تلقین کرنا مراد ہے۔

[2] حدثنی أبو أمیة الشعبانی، قال :سألت أبا ثعلبة الخشنی فقلت :یا أبا ثعلبة، کیف تقول فی هذه الآیة :(علیکم أنفسکم)؟ (المائدة :، قال :أما واللہ لقد سألت عنها خبیرا، سألت عنها رسول الله -صلی الله علیه وسلم -فقال" :بل ائتمروا بالمعروف، وتناهوا عن المنکر، حتی إذا رأیت شحا مطاعا، وهوی متبعا، ودنیا مؤثرة، وإعجاب کل ذی رأی برأیه، فعلیک -یعنی بنفسک -ودع عنک العوام، فإن من ورائکم أیام الصبر، الصبر فیه مثل قبض علی الجمر، للعامل فیهم مثل أجر خمسین رجلا یعملون مثل عمله "وزادنی غیره :قال :یا رسول الله :أجر خمسین منهم؟ قال" :أجر خمسین منکم(ابوداؤد رقم الحدیث ۴۳۴۱)

قال شعیب الارنؤوط: حسن (حاشیة ابی داؤد)

بھی مہینہ میں شادی کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔

(1)...... چنانچہ ربیع الاول کے مہینہ میں سرورِ کائنات سیدُ المرسلین خاتمُ النبیین حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے پیارے نانا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے روحانی وجسمانی والد ماجد ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم'' دنیا سے رخصت ہوگئے، جس پر حضرت عائشہ وفاطمہ رضی اللہ عنہما جیسی مقدس ہستیاں آبدیدہ ہوئیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے باہمت وبہادر خلیفہ ٔراشد غم سے نڈھال ہوئے، حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما جیسے خلفائے راشدین کی آنکھیں پرنم ہوئیں، حضرات حسنین رضی اللہ عنہما غم سے بے قرار ہوئے اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین رنجیدہ اور غمگین ہوئے، روئے زمین پر نبی علیہ السلام کی وفات سے زیادہ المناک واقعہ کون سا ہوسکتا ہے، لیکن اس مہینہ میں نہ کسی صحابی یا اللہ والے نے شادی بیاہ وغیرہ سے منع کیا اور نہ ہی کوئی مسلمان منع سمجھتا ہے۔

(2)......شوال کے مہینے 3ھ میں سیدُ الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مبارک جسم کئی ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود آبدیدہ ہوئے، آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رنج وغم میں ڈوبیں، سیدنا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ماموں کی لاش کے ٹکڑوں کو سمیٹ کر جمع کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ستّر صحابہ اور محبوب رفیقوں کو شہید کیا گیا، ستر گھر اجڑ گئے، شہداء کی بیویاں بیوہ ہوگئیں، بچے یتیم ہوگئے، ان کی لاشوں کی بے حرمتی کی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی کیا گیا۔ [1]

مدینہ منورہ کی فضا سوگوار ہوئی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل ''وحشی'' نے اسلام قبول کیا تو آپ نے انہیں معاف فرمادیا لیکن ساتھ ہی فرمادیا کہ:

اے وحشی! تم میرے سامنے نہ آیا کرو تمہیں دیکھ کر مجھے اپنے چچا کے قتل کا منظر یاد

---

[1] البدایة والنهایة ج ۴ ص ۲۰، غزوة أحد فی شوال سنة ثلاث، مقتل حمزة رضی الله عنه، العبر فی خبر من غبر للذهبی، ج ۱ ص ۶، سنة ثلاث، عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص ۷۲۔

آجاتا ہے۔ [1]

ان تمام باتوں کے باوجود یہی مہینہ ہے کہ جس کی یکم تاریخ کو ہر سال پوری دنیا کے مسلمان عیدالفطر کی خوشیاں مناتے ہیں، اس مہینے میں شادی بیاہ بھی کرتے ہیں، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک دنیا میں رہے اسی مہینہ میں عیدالفطر مناتے رہے، اور امت کو بھی اس مہینہ میں عیدالفطر منانے کی تعلیم وتلقین فرمائی اور اس مہینہ میں شادی بیاہ سے نہیں روکا۔

(3)...... رمضانُ المبارک کے مہینے 40ھ میں منافقین کی سازش سے دامادِرسول، سرتاج فاطمہ، بابائے حسن وحسین ''حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ'' پر بے دردی سے حملہ کیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ [2]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما اور صاحبزادیاں حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما یتیم ہو گئے ،ان کے علاوہ مزید کئی صاحبزادے اور کئی صاحبزادیاں یتیم ہوئیں۔

اس مہینہ میں نہ کوئی شادی بیاہ سے منع کرتا، اور نہ ہی غمی کا کسی خاص صورت میں اظہار کیا جاتا ہے، بلکہ اس عظیم سانحہ کے چند دن بعد یہی عیدالفطر منائی جاتی ہے۔

(4)...... ذی الحجہ کے مہینے 35ھ میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خالہ زاد بھائی، خلیفۂ ثالث دامادِرسول سیدہ رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے سرتاج، ذوالنورین کا لقب پانے

---

[1] فلما رجع الناس رجعت معهم، فأقمت بمكة حتى فشا فيها الإسلام، ثم خرجت إلى الطائف، فأرسلوا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم رسولا، فقيل لي: إنه لا يهيج الرسل، قال: فخرجت معهم حتى قدمت على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما رآني قال: آنت وحشي قلت: نعم، قال: أنت قتلت حمزة قلت: قد كان من الأمر ما بلغك، قال: فهل تستطيع أن تغيب وجهك عني قال: فخرجت، الخ (بخاری، رقم الحديث ۴۰۷۲)

[2] البداية والنهاية ج۷ص ۳۶۳،صفة مقتله رضی الله عنه،الاصابة فی تمييز الصحابة لابنِ حجر، ج۴ ص۴۶۸،حرف العين المهملة،العين بعدها اللام، تحت ترجمة علی بن ابی طالب الهاشمی.

والے ناشرِ قرآن، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی ظلم وستم بھری داستان کے ساتھ شہادت وجود میں آئی، جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے نکلی ہوئی فضیلتیں تا قیامت احادیث کی شکل میں محفوظ ہیں، ذی الحجہ کا ہی مہینہ ہے کہ جس میں بلوائیوں نے مسجدِ نبوی میں ''حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ'' پر پتھراؤ کیا، اس مقدس منبر کو شہید کر دیا گیا جس پر نبی آخر الزماں خطبہ دیا کرتے تھے، مسجد نبوی کی بے حرمتی کی گئی، اہل مدینہ کو پریشان کیا گیا، مسلمانوں کے شیرازہ کو بکھیر دیا گیا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ زخمی کئے گئے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر کے کھانے پینے کی اشیاء پہنچنے سے روک دی گئیں۔ بالآخر کئی روز کی شدید بھوک و پیاس کے بعد خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے شہید کر دیا گیا، آپ کی اہلیہ محترمہ کی انگلیاں کاٹ دی گئیں، بچوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا، گھر کا تمام اثاثہ لوٹ لیا گیا۔ [1]

اتنے عظیم سانحہ کے بعد اس مہینہ میں نہ شادی بیاہ کا سلسلہ روکا جاتا ہے نہ ہی خوشی چھوڑی جاتی ہے، بلکہ ذی الحجہ ہی کا مہینہ ہے، جس میں عیدالاضحیٰ خوشیوں کے ساتھ منائی جاتی ہے۔

(5)...... جمادی الاولیٰ کے مہینے 8ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تین محبوب ترین صحابی شہید ہوئے ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّٰی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، دوسرے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور تیسرے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، جن کی شہادت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنا روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ [2]

اس مہینہ میں بھی کہیں نکاح سے منع نہیں کیا گیا، نہ ہی کوئی مسلمان اس مہینہ میں نکاح کو منع سمجھتا ہے۔

---

[1] الاصابة فی تمییز الصحابة لابنِ حجر، ج۴ص۳۷۷،حرف العین المهملة،العین بعدها الثاء، تحت ترجمة عثمان بن عفان،البداية والنهاية لابنِ کثیر ج۷ص۲۱۲،فصل کانت مدة حصار عثمان رضی الله عنه فی داره أربعین یوما علی المشهور.

[2] الاستیعاب فی معرفة الاصحاب ج۲ص۵۴۶،الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج۲ص۹۷، ۹۸،سرية مؤتة،سمط النجوم العوالی فی أنباء الأوائل والتوالی للعصامی ج۲ص۲۴۳.

یہ چند واقعات نمونہ کے طور پر پیش کئے گئے ہیں، ورنہ اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں۔

اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ غم چاہے جیسا ہو، موت خواہ کسی کی ہو تین دن سے زیادہ سوگ نہ منایا جائے البتہ بیوی کو اپنے مرحوم شوہر کے غم میں عدت کے دوران سوگ کا حکم ہے، اسی طرح شوہر کے ایسی طلاق دینے کے بعد جس میں نکاح ختم ہو جاتا ہے عورت پر عدت کے دوران سوگ واجب ہے، اور سالہا سال بلکہ صدیوں تک اس طرح کے سوگ میں مبتلا رہنا، اور شادی بیاہ سے رُکے رہنا، تو کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔

(7)......صبر وتحمل اور نوحہ وماتم

شریعت نے ہر موقع پر مسلمانوں کو صبر کی تلقین کی ہے، اور اعتدال میں رہتے ہوئے غم کے اظہار سے منع نہیں کیا، لیکن اس کے متعلق کچھ اصول اور حدود مقرر کر دیئے ہیں، اور جو چیزیں صبر کے خلاف تھیں، ان سے بھی منع کر دیا ہے۔

جن میں ایک چیز ''نیاحۃ'' یا نوحہ خوانی ہے۔

نیاحۃ یا نوحہ عربی زبان میں لغت کے اعتبار سے بلند آواز سے رونے کو کہا جاتا ہے، اور شرعی اعتبار سے فوت شدہ شخص کی حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے نظم یا نثر کے ساتھ (یعنی گا گا کر، یا بغیر گائے) بلند آواز سے رونے کو کہا جاتا ہے، جس میں سینہ وسر یا جسم کو پیٹنا، اور کپڑے وغیرہ پھاڑنا بھی داخل ہے۔ [1]

---

[1] نیاحۃ:

التعريف :النياحة لغة اسم من النوح، مصدر ناح ينوح نوحا ونواحا ونياحا .وهى :البكاء بصوت عال، كالعويل .والنائحة :الباكية .وأصل التناوح :التقابل، ومنه تناوح الجبلين؛ أى تقابلهما، وإنما سميت النساء النوائح نوائح لأن بعضهن يقابل بعضا إذا نحن .وكان النساء فى الجاهلية يقابل بعضهن بعضا، فيبكين ويندبن الميت، فهذا هو النوح والنياحة .ويطلق على النساء اللواتى يجتمعن فى مناحة :نوائح ونوح وأنواح ونائحات .ونوح الحمامة :ما تبديه من سجعها على شكل النوح .واستناح الرجل، كناح :بكى حتى استبكى غيره .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورکسی کے فوت ہونے پر اس طرح رونا کہ جس میں آنکھوں سے آنسو تو نکلیں، لیکن نہ تو آواز نکلے، اور نہ ہی نظم یا نثر کے ساتھ (یعنی گا گا کر، یا بغیر گائے) بلند آواز سے کچھ کہا یا پڑھا جائے، وہ نوحہ میں داخل نہیں ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وفی الاصطلاح اختلفت عبارات الفقهاء فی تعريف النياحة.

فعرفها الحنفية بأنها :البكاء مع ندب الميت؛ أی تعديد محاسنه .وقيل :هی البكاء مع صوت.

وحاصل كلام علماء المالكية أن النياحة عندهم هی البكاء إذا اجتمع معه أحد أمرين :صراخ أو كلام مكروه.

وعرفها أكثر فقهاء الشافعية وبعض المالكية بأنها :رفع الصوت بالندب ولو من غير بكاء ، وقيل :مع البكاء.

وعرفها الحنابلة وبعض الشافعية بأنها رفع الصوت بالندب برنة أو بكلام مسجع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۲، ص۴۹، مادة " نياحة")

[1] الألفاظ ذات الصلة:

أ -البكاء :

البكاء :مصدر بكى، يمد ويقصر،

فيقال :بكى بكاء وبكى، وهو :خروج الدمع من العين، سواء كان مع الصوت أو بدونه .وقيل :هو بالمد إذا كان الصوت أغلب، ويقصر إذا كان الحزن أغلب .وقيل :هو بالقصر خروج الدمع فقط، وبالمد خروج الدمع مع الصوت، ويقال لخروج الدمع مع الصوت :نحيب، ومع الصياح :عويل .

واستعمال الفقهاء للبكاء لا يخرج فی معناه عما ذكر .

والصلة بين النياحة والبكاء هی أن البكاء أعم من النياحة عند من قصر معناها على البكاء مع رفع الصوت، أو على البكاء مع رفع الصوت بالندب، حيث تكون النياحة إحدى صور البكاء .وأما من جعل النياحة شاملة لرفع الصوت بالندب :سواء أكان معها بكاء أم لا، فإنها تكون أخص من البكاء من جهة وأعم من جهة أخرى.

ب -الرثاء :

الرثاء :هو الثناء على الميت بذكر صفاته الحميدة، نثرا كان أو شعرا ، (ر :رثاء ف ۱)

والصلة بين الرثاء والنياحة أن الرثاء يقع على سبيل المدح ولا يكون بلفظ النداء .

وأما النياحة فتكون بتعديد محاسن الميت مع رفع الصوت بالبكاء أو بغير بكاء .

ج -التعزية:

أصل العزاء هو الصبر، وتعزية أهل البيت :تسليتهم وتأسيتهم وندبهم إلى الصبر، ووعظهم بما يزيل عنهم الحزن، فكل ما يجلب للمصاب صبرا يقال له :تعزية .(ر :تعزية ف .

والصلة بين التعزية والنياحة أن كلا منهما كلام يقال بمناسبة الموت، ولكن مضمون كل منهما مختلف، وكذلك مقصودهما، فبينما تتضمن التعزية كلاما يوجه إلى أهل الميت مباشرة ويقصد به

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

احادیث میں نیاحۃ اور نوحہ کرنے کی ممانعت آئی ہے، خواہ اس کو ماتم کہا جائے، یا کچھ اور۔

اس لئے فقہائے مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نوحہ کرنا حرام ہے، اور حنفیہ کے نزدیک نوحہ کرنا مکروہ تحریمی کے درجے کا گناہ رکھتا ہے، جس پر اجرت لینا بھی جائز نہیں۔ [1]

اور اس کے برعکس صبر وتحمل اختیار کرنا اہم عبادت ہے۔

اہلُ السنۃ والجماعۃ فقہائے کرام کے نزدیک نوحہ و ماتم کرنے میں شریعت کے کئی احکام کی خلاف ورزی لازم آتی ہے، مثلاً غم کو بھڑکانا، بے صبری کا مظاہرہ کرنا اور قضا وتقدیر کی مخالفت وغیرہ، اس لئے احادیث میں نوحہ اور جسم کوبی وغیرہ کرنے کی ممانعت آئی ہے، اور قرآن و سنت میں صبر وتحمل کو اختیار کرنے اور غم کو باقی نہ رکھنے کا حکم آیا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَـآاَ يُّهَـاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ . اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ

(سورة البقره، رقم الآية ۱۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو (مشکل اور تکلیفوں میں) صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو، بے شک اللہ (کی مدد) صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (سورہ بقرہ)

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

تصبيرهم على المصيبة، والدعاء لهم، تتضمن النياحة كلاما يجدد الأحزان ويوحى بالتبرم من الأقدار، لذلك اختلفا فى الحكم الشرعى، حتى كان حكم التعزية أنها مندوبة، وحكم النياحة التحريم.

د -النعى:

النعى لغة واصطلاحا :هو الإخبار بالموت .والصلة بين النعى والنياحة أن النعى مختلف عن النياحة لأنه جائز إذا لم يتضمن نياحة، ولكن قد يقع النعى بكلام فيه نياحة أو بأسلوبها، فيكون نعيا ونياحة فى آن واحد، ويكون حكمهما الشرعى واحدا، وهو التحريم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۲،ص۵۰ و ۵۱،مادة " نياحة")

[1] الحكم التكليفى:

ذهب المالكية والشافعية والحنابلة إلى أن النياحة محرمة .وقال الحنفية بالكراهة، ويقصدون بها الكراهة التحريمية لأنهم عدوها من المعاصى التى لا تصح الإجارة عليها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۲،ص۵۱،مادة " نياحة")

سورہ بقرہ میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ(سورة البقرة، رقم الآية ١٥٥)

ترجمہ: اور خوش خبری دے دیجئے صبر کرنے والوں کو (سورہ بقرہ)

سورہ بقرہ میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالصَّابِرِيْنَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ(سورة البقرة، رقم الآية ١٧٧)

ترجمہ: اور جو صبر کرنے والے ہیں تنگدستی میں اور بیماری میں اور لڑائی کے وقت یہی سچے لوگ ہیں اور یہی متقی ہیں (سورہ بقرہ)

سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ (سورة آل عمران، رقم الآية ١٨٦)

ترجمہ: اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو، تو یہ ہمت والے کاموں میں سے ہے (سورہ آلِ عمران)

جس طرح صبر ہمت والا کام ہے تو اس کے خلاف بے صبری، بزدلی والا کام ہے۔

سورہ آلِ عمران میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئاً (سورة آلِ عمران، رقم الآية ١٢٠)

ترجمہ: اور اگر صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہیں ان (تمہارے دشمنوں) کا مکر کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا (سورہ آلِ عمران)

سورہ آلِ عمران میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِيْنَ(سورة آلِ عمران، رقم الآية ١٤٦)

ترجمہ: اور اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے (سورہ آلِ عمران)

سورہ آلِ عمران میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا . وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورة آلِ عمران، رقم الآية ٢٠٠)

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر سے کام لو، اور ایک دوسرے کو صبر پر آمادہ کرو اور مستعد اور کمر بستہ رہو، اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم فلاح پاؤ (سورہ آل عمران)

جنگِ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک شہید ہوئے اور ستر صحابہ خاک وخون میں لتھڑ کر راہِ الٰہی میں شہید ہوئے، جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا حضرت حمزہ بھی تھے اور ان شہداء کا مسلمانوں کے دلوں میں طبعی طور پر صدمہ تھا اور افسردگی بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے حزن وملال کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورة آلِ عمران، رقم الآية ١٣٩)

ترجمہ: اور نہ تم کمزور ہو اور نہ غم کھاؤ، اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے (سورہ آل عمران)

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (سورة الاعراف، رقم الآية ١٢٨)

ترجمہ: اللہ ہی سے مدد طلب کرو اور صبر کرو، بے شک زمین اللہ ہی کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس (زمین) کا وارث بنا دیتا ہے (سورہ اعراف)

اس آیت کی پیشینگوئی کے ساتھ صبر وہمت کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام قیصر وکسریٰ جیسی کفار کی بڑی حکومتوں پر غالب آ گئے۔

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاصْبِرُوْا إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ (سورة الانفال، رقم الآية ٤٦)

ترجمہ: اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (سورہ انفال)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو غارِ ثور میں دشمنوں کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (سورة التوبة، رقم الآية ٤٠)

ترجمہ: آپ نہ غم کیجئے، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے (سورہ توبہ)

سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (سورة يونس، رقم الآية ٦٢)

ترجمہ: خبردار! اولیاء اللہ کی شان یہ ہے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (سورہ یونس)

سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (سورة يوسف، رقم الآية ٩٠)

ترجمہ: بے شک جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو بے شک اللہ نیک لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا (سورہ یوسف)

سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّأَجْرٌ كَبِيْرٌ (سورة هود، رقم الآية ١١)

ترجمہ: مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور نیک عمل کیا ان کے لئے مغفرت ہے اور

بڑا اجر ہے (سورہ ہود)

سورہ ہود ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (سورة هود، رقم الآية ١١٥)

ترجمہ: اور صبر کیجئے، پس بے شک، اللہ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا (سورہ ہود)

سورہ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (سورة ابراهيم، رقم الآية ٥)

ترجمہ: بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لئے جو بہت صبر کرنے والا ہو اور شکر کرنے والا ہو (سورہ ابراہیم)

سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورة النحل، رقم الآية ٩٦)

ترجمہ: اور ہم ضرور جزا دیں گے ان لوگوں کو جنھوں نے صبر کیا، ان کا بہتر سے بہتر اجر، جو یہ لوگ عمل کرتے رہے (سورہ نحل)

سورہ نحل میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ (سورة النحل، رقم الآية ١٢٦)

ترجمہ: اور اگر تم صبر کرو گے تو یہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے (سورہ نحل)

سورہ نحل میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ (سورة النحل، رقم الآية ١٢٧)

ترجمہ: اور صبر کیجئے، اور تمہارا صبر کرنا بھی اللہ ہی کے ذریعہ ہوگا (سورہ نحل)

سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ (سورة طٰهٰ، رقم الآية ۱۳۰)

ترجمہ: پس آپ صبر کیجئے ان باتوں پر جو یہ لوگ کہتے ہیں (سورہ طٰہٰ)

سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (سورة القصص، رقم الآية ۷)

ترجمہ: (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو فرمایا گیا) پس جب آپ کو اپنے بچے کا ڈر ہو تو اس کو دریا میں ڈال دیجئے، اور نہ خوف کیجئے، اور نہ غم کھائیے، بے شک ہم لوٹا دیں گے، اس کو آپ کی طرف اور بنائیں گے اس کو رسولوں میں سے (سورہ قصص)

سورہ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ (سورة العنكبوت، رقم الآية ۳۳)

ترجمہ: (حضرت لوط کو فرمایا گیا) نہ خوف کیجئے، اور نہ غم کھائیے (سورہ عنکبوت)

معلوم ہوا کہ صبر کرنے کے ساتھ غم کو بھی دل سے نکالنے کا حکم ہے۔

سورہ عنکبوت میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِيْنَ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (سورة العنكبوت، رقم الآية ۵۸،۵۹)

ترجمہ: کیا ہی اچھا اجر ہے ان عمل کرنے والوں کا جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں (سورہ عنکبوت)

سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورة الزمر، رقم الآية ۱۰)

ترجمہ: پس دیا جائے گا صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے (سورہ زمر)

سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (سورة الغافر، رقم الآية ۵۵)

ترجمہ: پس آپ صبر کیجئے بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے (سورہ غافر)

سورہ احقاف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (سورة الاحقاف، رقم الآية ۳۵)

ترجمہ: پس آپ صبر کیجئے جیسا کہ ہمت والے رسولوں نے صبر کیا (سورہ احقاف)

سورہ محمد میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِيْن (سورة محمد، رقم الآية ۳۱)

ترجمہ: اور ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں (سورہ محمد)

سورہ حدید میں اللہ تعالیٰ امتحانی مصائب میں مبتلا کرنے کی حکمت بتلاتے ہوئے مومنوں کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَافَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰكُمْ (سورة الحديد، رقم الآية ۲۳)

ترجمہ: تاکہ تم نہ افسوس کرو اس چیز پر جو تم سے فوت ہوگئی ہے اور نہ اتراؤ اس چیز پر جو اللہ نے تمہیں دی ہے (سورہ حدید)

سورہ طور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ (سورة الطور، رقم الآية ۴۸)

ترجمہ: اور صبر کیجئے اپنے رب کے حکم کے لئے (سورہ طور)

سورہ انسان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً (سورة الانسان، رقم الآية ۱۲)

ترجمہ: اوران کی جزاان کے صبر کرنے کے عوض میں جنت ہے (سورہ انسان)

سورہ عصر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (سورة العصر، رقم الآية ۱ الیٰ ۳)

ترجمہ: قسم ہے زمانے کی، بلاشبہ انسان ضرور خسارے میں ہے، مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اورانہوں نے نیک اعمال کئے، اورایک دوسرے کوحق کی وصیت کی، اورایک دوسرے کوصبر کی وصیت کی (سورہ عصر)

مذکورہ تمام آیات سے صبر کرنے اورغم کو باقی نہ رکھنے کی تاکیدواہمیت معلوم ہوئی۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهٗ كُلَّهٗ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ، صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کا معاملہ بہت ہی اچھا ہے، اس کا ہر معاملہ خیر والا ہے، اور یہ مومن کے علاوہ کسی اورکو حاصل نہیں، مومن کو اگر کوئی خوشی پہنچتی ہے، تو شکر کرتا ہے، اس میں اس کے لئے خیر ہوتی ہے، اوراگر اسے کوئی مصیبت وتکلیف پہنچتی ہے، تو صبر کرتا ہے، اوراس میں بھی اس کے لئے خیر ہوتی ہے (مسلم)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجِبْتُ مِنْ قَضَاءِ اللّٰهِ عَزَّ

[1] رقم الحديث ۲۹۹۹ "٦٤" كتاب الزهد والرقائق، باب المؤمن أمره كله خير.

وَجَلَّ لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ حَمِدَ رَبَّهُ وَشَكَرَ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ حَمِدَ رَبَّهُ وَصَبَرَ، الْمُؤْمِنُ يُؤْجَرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۴۸۷) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ عزوجل کے مومن کے لئے فیصلہ پر خوشی ہوئی، اگر اس مومن کو خیر کی بات پہنچتی ہے، تو وہ اپنے رب کی حمد کرتا ہے اور شکر کرتا ہے، اور اگر اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے، تو وہ اپنے رب کی حمد کرتا ہے، اور صبر کرتا ہے، مومن کو ہر چیز پر ہی اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے (مسند احمد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ، وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ (صحیح بخاری) [2]

ترجمہ: اور جو اپنے ارادہ سے صبر اختیار کرتا ہے، تو اس کو اللہ تعالیٰ صبر عطا فرمادیتا ہے، اور کسی شخص کو بھی کوئی نعمت صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر عطا نہیں کی گئی (بخاری، مسلم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَمَا رُزِقَ الْعَبْدُ رِزْقًا، أَوْسَعَ لَهُ مِنَ الصَّبْرِ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۱۴۳۵) [3]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ۱۴۶۹، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسألة، مسلم، رقم الحديث ۱۰۵۳ "۱۲۴"

[3] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: اور بندہ کو کوئی رزق بھی صبر سے زیادہ کشادہ عطا نہیں کیا گیا (مسند احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ أَوَّلِ صَدْمَةٍ، أَوْ قَالَ: عِنْدَ أَوَّلِ الصَّدْمَةِ (مسلم، رقم الحديث ٩٢٦ "١٥" كتاب الجنائز، باب فى الصبر على المصيبة عند أول الصدمة)

ترجمہ: صبر تو صدمہ پہنچنے کے شروع کے وقت ہوتا ہے (جس کا بہت اجر وثواب ہے) (مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ: اِبْنَ آدَمَ إِنْ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولٰى، لَمْ أَرْضَ لَکَ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابنِ آدم! اگر تو صدمہ پہنچنے کے وقت شروع سے ہی صبر کرے، اور ثواب کی امید رکھے، تو میں جنت سے نیچے ثواب دینے پر راضی نہیں ہوں گا (ابن ماجہ)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ:

إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَکِ الْجَنَّةُ (مسلم) [2]

ترجمہ: اگر آپ چاہیں تو صبر کرلیں، جس پر آپ کو جنت حاصل ہوگی (مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] رقم الحديث ١٥٩٧، كتاب الجنائز، باب ما جاء فى الصبر على المصيبة.
قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية سنن ابن ماجه)

[2] رقم الحديث ٢٥٧٦ "٥٤" كتاب البر والصلة والآداب، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض، أو حزن، أو نحو ذلک حتى الشوكة يشاكها.

أُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَلَا تُحَدِّثُنِي عَنْ حَارِثَةَ، وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ أَصَابَهُ سَهْمٌ غَرْبٌ، فَإِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ، اجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ، قَالَ: يَا أُمَّ حَارِثَةَ إِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنَّ ابْنَكِ أَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْأَعْلَى (صحيح بخاری) [1]

ترجمہ: اُمِّ حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، اور انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! آپ مجھے (میرے بیٹے) حارثہ کے بارے میں بتلائیے، اور حضرت حارثہ بدر کے دن تیر لگنے سے شہید ہوگئے تھے کہ اگر وہ جنت میں ہوں، تو میں صبر کرتی ہوں، اور اگر وہ جنت میں نہ ہوں، تو میں ان پر روؤں گی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے! امِ حارثہ وہ جنت میں ہیں، اور آپ کے بیٹے نے جنت الفردوس کو پالیا ہے (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ نیک اور جنتی لوگوں کی شہادت اور وفات پر بطورِ خاص صبر کا حکم ہے، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقائے کار کا جنتی ہونا بالکل ظاہر ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری آنکھوں میں تکلیف تھی، پھر وہ صحیح ہوگئی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَوْ كَانَتْ عَيْنَاكَ لِمَا بِهِمَا، ثُمَّ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ، لَلَقِيتَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا ذَنْبَ لَكَ قَالَ إِسْمَاعِيلُ: ثُمَّ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ، لَأَوْجَبَ اللّٰهُ لَكَ الْجَنَّةَ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٩٣٤٨) [2]

ترجمہ: اگر آپ کی آنکھوں میں تکلیف ہوتی، پھر آپ صبر کرتے، اور ثواب کی امید رکھتے، تو اللہ عز وجل سے اس حال میں ملاقات کرتے کہ آپ کے گناہ

[1] رقم الحديث ٢٨٠٩، كتاب الجهاد والسير، باب من أتاه سهم غرب فقتله.

[2] قال شعيب الارنؤط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

معاف ہو چکے ہوتے، اور اسماعیل راوی نے یہ فرمایا کہ پھر آپ صبر کرتے، اور ثواب کی امید رکھتے، تو اللہ آپ کے لئے جنت کو واجب کر دیتا (مسند احمد)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآَنِ أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالصَّلَاةُ نُوْرٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ فَبَايِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پاکی نصف (یعنی آدھا) ایمان ہے، اور ''الحمدللہ'' میزانِ عمل کو پُر کر دیتا ہے، اور ''سبحان اللہ'' اور ''الحمدللہ'' دونوں میزانِ عمل کو بھر دیتے ہیں، یا یہ فرمایا کہ زمین اور آسمان کے درمیان حصہ کو بھر دیتے ہیں، اور نماز (دل، قبر وحشر میں) نور ہے، اور صدقہ برہان (یعنی واضح حجت ودلیل) ہے، اور صبر روشنی ہے، اور قرآن آپ کے حق میں یا آپ کے خلاف حجت ہے، تمام لوگ اس حال میں صبح کرتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کی بیع کرتے ہیں، پھر کوئی اپنے آپ کو (نیک اعمال کرکے عذاب سے) آزاد کرالیتا ہے، یا اپنے آپ کو (گناہ کرکے عذاب میں گرفتار) وہلاک کرالیتا ہے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ صبر کے ذریعہ سے ہدایت کی روشنی حاصل ہوتی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٢٣" ١ "كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء .

[2] والمراد أن الصبر محمود ولا يزال صاحبه مستضيئا مهتديا مستمرا على الصواب (شرح النووى على مسلم، ج٣ص ١٠١، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء)

(ضياء) أى لا يزال صاحبه مستضيئا بنور الحق على سلوک سبيل الهداية والتوفيق ليتحلى بضياء المعارف والتحقيق فيظفر بمطوبه ويفوز بمرغوبه (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٩٦٦)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟قَالَ: اَلصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ ، قِيلَ: أَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَكْمَلُ إِيمَانًا ، قَالَ أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا (مصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ٣١٠٣٢) [1]

ترجمہ: عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کون سا عمل (یا کون سا ایمان) افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر کرنا اور درگزر (یعنی معاف) کرنا، عرض کیا گیا کہ مومنوں میں کس کا ایمان کامل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں (ابن ابی شیبہ)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ رَدِيفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا غُلَامُ، أَوْ يَا غُلَيِّمُ، أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهِنَّ؟فَقُلْتُ: بَلٰى.فَقَالَ: اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ أَمَامَكَ، تَعَرَّفْ إِلَيْهِ فِي الرَّخَاءِ، يَعْرِفُكَ فِي الشِّدَّةِ، وَإِذَا سَأَلْتَ، فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا

---

[1] عن جابر رضی الله عنه قال :قيل يا رسول الله، أی الإيمان أفضل؟ قال صلی الله عليه وسلم " :الصبر والسماحة ."إسناده حسن.أخرجه من حديث طويل، قد أخرجوه مفرقا إلا هذه الجملة(المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية،لابنِ حجر، ج١٣ ص١٦٧، تحت رقم الحديث ٣١٤١)

قال الالبانی: أفضل الإيمان الصبر والسماحة ." الديلمی(١٢٨/١/١)عن عبد العزيز بن الزبير عن زيد العمی عن معاوية بن قرة عن معقل بن يسار مرفوعا. قلت :ويروی عن الحسن مرسلا ."قلت: وهذا إسناد ضعيف، زيد العمی ضعيف من قبل حفظه .وعبد العزيز بن الزبير، لم أعرفه .ومرسل الحسن وهو البصری وصله عبد الله بن أحمد فی "زوائد الزهد(ص١٠). وأسنده ابن أبی شيبة فی "الإيمان "(رقم ٤٣) عنه عن جابر بن عبد الله أنه قال " :قيل يا رسول الله أی الإيمان أفضل؟ قال :الصبر والسماحة ."ورجاله ثقات، فهو صحيح لولا عنعنة البصری .والحديث صحيح المتن لأن له شاهدين عند أحمد من حديث عمرو بن عبسة وعبادة بن الصامت، وأخرج أولهما البيهقی أيضا فی "الزهد الكبير(٨٧/١) "من طريق أخری عنه .ووجدت له شاهدا آخر مرسل أخرجه ابن نصر فی "الصلاة "(ق١٤٣/٢) عن عبيد بن عمير مرفوعا .وإسناده صحيح، وهو قطعة من حديث ذكرته تحت الحديث ١٤٩١ (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٤٩٥)

اسْتَعَنْتَ، فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، قَدْ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ، فَلَوْ أَنَّ الْخَلْقَ كُلَّهُمْ جَمِيعًا أَرَادُوا أَنْ يَّنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، لَمْ يَقْدِرُوا عَلَيْهِ، وَإِنْ أَرَادُوا أَنْ يَّضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، لَمْ يَقْدِرُوا عَلَيْهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ فِي الصَّبْرِ عَلٰى مَا تَكْرَهُ خَيْرًا كَثِيْرًا، وَأَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (مسند أحمد، رقم الحديث ۲۸۰۳) [1]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر پیچھے سوار تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لڑکے یا اے چھوٹے سے بچے! کیا میں آپ کو ایسے کلمات نہ سکھلا دوں، جن کے ذریعہ سے اللہ آپ کو نفع پہنچائے گا، میں نے عرض کیا کہ ضرور بتلا دیجئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اللہ کے احکام کو محفوظ رکھو، تو اللہ آپ کو (دنیا وآخرت میں بلاؤں سے) محفوظ رکھے گا، آپ اللہ کے حقوق کو محفوظ رکھو، تو آپ اللہ کو (اپنی مدد اور قبولیت کے لئے) اپنے سامنے پائیں گے، آپ اللہ کو راحت وسکون کی حالت میں یاد رکھو، تو اللہ آپ کو تنگی کی حالت میں یاد رکھے گا، اور جب آپ سوال کریں، تو اللہ ہی سے سوال کریں، اور جب آپ مدد طلب کریں، تو اللہ ہی سے مدد طلب کریں، بلا شبہ (تقدیر لکھنے والا) قلم خشک ہو چکا ہے، جو کچھ بھی ہونے والا ہے (وہ سب تقدیر میں لکھا جا چکا ہے) پس اگر ساری مخلوق مل کر تمہیں کوئی نفع پہنچانا چاہے، جس کو اللہ نے آپ کے لئے نہیں لکھا، تو وہ لوگ اس کی قدرت نہیں رکھتے، اور اگر وہ آپ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہے، جس کو اللہ نے آپ کے لئے نہیں لکھا، تو وہ لوگ اس کی قدرت نہیں رکھتے، اور یہ بات یاد رکھیے کہ جس چیز کو آپ ناپسند کرتے

---

[1] قال شعيب الارنوؤط:
حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

ہیں، اس میں صبر کرنے پر بہت بڑی خیر حاصل ہوتی ہے، اور اللہ کی نصرت صبر کے ساتھ ہوتی ہے، اور نجات، رنج وغم کے ساتھ ہوتی ہے، اور تنگی کے ساتھ آسانی ہوتی ہے (مسند احمد)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِسْمَةً، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ: وَاللّٰهِ مَا أَرَادَ مُحَمَّدٌ بِهٰذَا وَجْهَ اللّٰهِ، فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَتَمَعَّرَ وَجْهُهُ، وَقَالَ: رَحِمَ اللّٰهُ مُوْسٰى، لَقَدْ أُوْذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ (لوگوں میں) مال تقسیم کیا، تو انصار کے ایک آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تقسیم میں اللہ کی رضاء کا لحاظ نہیں کیا (یعنی کسی کی بے جا طرفداری کی) حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور آپ کو اس بات کی خبر دی، تو آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا، اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے، جن کو اس سے زیادہ ایذاء دی گئی، پھر بھی انہوں نے صبر کیا (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ سخت نازیبا کلمہ تھا، مگر آپ نے صبر سے کام لیا، اور غصہ نہیں فرمایا، اور حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے طرزِ عمل کو سامنے رکھا۔

مذکورہ آیات اور احادیث سے رنج وغم اور مصیبت وتکلیف پر صبر وتحمل (اختیار کرنے اور غم کو باقی نہ رکھنے) کی اہمیت اور اس کے عظیم فضائل معلوم ہوئے۔

اور اس کے برخلاف بے صبری اور چیخ وپکار اور نوحہ کی احادیث میں ممانعت آئی ہے۔

---

[1] رقم الحديث ٦٠٥٩، كتاب الادب، باب من أخبر صاحبه بما يقال فيه.

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں دو چیزیں کفر ہیں، ایک نسب میں طعن کرنا اور دوسرے میت پر نوحہ کرنا (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ مِّنَ الْكُفْرِ بِاللّٰهِ شَقُّ الْجَيْبِ وَالنِّيَاحَةُ وَالطَّعْنُ فِي النَّسَبِ (صحيح ابن حبان) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں اللہ (یعنی اللہ کے احکام) کے ساتھ کفر میں داخل ہیں، ایک گریبان چاک کرنا، دوسرے نوحہ کرنا، تیسرے (کسی کے) نسب میں طعن (وتشنیع) کرنا (ابنِ حبان)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا افْتَتَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ رَنَّ إِبْلِيْسُ رَنَّةً اِجْتَمَعَتْ إِلَيْهِ جُنُوْدُهُ، فَقَالَ: اَيْئَسُوْا أَنْ نُرِيْدَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلَى الشِّرْكِ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هٰذَا، وَلٰكِنِ افْتِنُوْهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ، وَأَفْشُوْا فِيْهِمُ النَّوْحَ (المعجم الكبير للطبراني) [3]

---

[1] رقم الحديث ٦٧ "١٢١" كتاب الايمان، باب إطلاق اسم الكفر على الطعن فى النسب والنياحة على الميت.

[2] رقم الحديث ١٤٦٥، كتاب الصلاة، باب الوعيد على ترك الصلاة.

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية ابن حبان)

[3] رقم الحديث ١٢٣١٨، ج١٢ ص١١، الترغيب والترهيب لابن شاهين، رقم الحديث ٢٤٣١.

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٤٠١٤، باب فى النوح)

ترجمہ: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح فرمایا تو ابلیس چیخا (اور اس نے واویلا کیا) ابلیس کے پاس اُس کا لاؤلشکر جمع ہوا، تو ابلیس نے کہا کہ تم اس بات سے مایوس ہوجاؤ کہ آج کے دن کے بعد ہم اُمتِ محمد کو شرک پر آمادہ کریں (کیونکہ بیتُ اللہ جو توحید کا مرکز ہے، وہ ان کو حاصل ہوچکا) البتہ تم ان کو دین (کے رنگ) میں فتنہ (میں) ڈالو، اور ان میں نوحہ کو پھیلاؤ (طبرانی)

مطلب یہ ہے کہ نوحہ کرنا اور سینہ کوبی اور کپڑے پھاڑنا کفر وشرک والے کاموں سے تعلق رکھتا ہے، اور یہ شیطان کو پسند ہے، جس سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ فِيْ أُمَّتِيْ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، لَا يَتْرُكُوْنَهُنَّ: اَلْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْاسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ، وَالنِّيَاحَةُ وَقَالَ النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا، تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں چار چیزیں جاہلیت کے کاموں سے تعلق رکھتی ہیں، جن کو میری امت نہیں چھوڑے گی، ایک تو (اپنے) حَسَب نَسَب پر فخر کرنا، دوسرے (دوسروں کے) نسبوں پر طعن وتشنیع کرنا، تیسرے ستاروں سے بارش طلب کرنا، چوتھے نوحہ کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوحہ کرنے والی اگر مَرنے سے پہلے توبہ نہیں کرے گی، تو قیامت کے دن اُسے اس حال میں پیش کیا جائے گا، کہ اس پر تارکول کا کرتہ ہوگا اور خارش والی قمیص ہوگی (جو اس کو کاٹے گی) (مسلم)

---

[1] رقم الحدیث ۹۳۴ "۲۹" کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحۃ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثٌ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُهُنَّ أَهْلُ الإِسْلَامِ: اَلنِّيَاحَةُ وَالِاسْتِسْقَاءُ بِالْأَنْوَاءِ وَالتَّعَايُرُ (صحيح ابن حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں جاہلیت کے عمل سے تعلق رکھتی ہیں، جن کو اہلِ اسلام چھوڑیں گے نہیں، ایک نوحہ کرنا، دوسرے ستاروں سے بارش طلب کرنا، اور تیسرے (نسب وغیرہ پر ایک دوسرے کو) عار دِلانا (ابنِ حبان)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

خِلَالٌ مِّنْ خِلَالِ الْجَاهِلِيَّةِ اَلطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ وَالنِّيَاحَةُ (بخاری) [2]

ترجمہ: کسی کے نسب میں طعنہ زنی کرنا اور میت پر نوحہ کرنا زمانۂ جاہلیت کی خصلت ہے (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ کسی کے فوت ہونے کے بعد اس پر نوحہ کرنا جاہلیت کے کارناموں میں سے ہے، جس سے اسلام نے منع کر دیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ لَا يَزَلْنَ فِيْ أُمَّتِيْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ: اَلنِّيَاحَةُ، وَالْمُفَاخَرَةُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْأَنْوَاءُ (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحديث ٣٩١١، مسندالبزار، رقم الحديث ٦٣٨٥) [3]

---

[1] رقم الحديث ٣١٤١، كتاب الجنائز، فصل فى النياحة ونحوها.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية ابن حبان)

[2] رقم الحديث ٣٨٥٠، كتاب مناقب الانصار، باب القسامة فى الجاهلية.

[3] قال حسين سليم اسد الدارانى: إسناده صحيح (حاشية مسند ابى يعلىٰ)
وقال الهيثمى: رواه أبو يعلى، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٤٠٠٨، باب فى النوح)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین گناہ میری امت میں قیامت قائم ہونے تک جاری رہیں گے، ایک نوحہ کرنا، دوسرے نسبوں پر فخر کرنا، اور تیسرے ستارہ پرستی (یعنی علمِ نجوم کی زائچہ بندی بسلسلہ حوادثاتِ عالم پر اعتقاد رکھنا)(ابویعلیٰ، بزار)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے بتلا دیا گیا تھا کہ اس امت میں نوحہ کے گناہ میں کچھ لوگ قیامت تک مبتلا رہیں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ(بخاری) [2]

ترجمہ: وہ ہماری جماعت سے نہیں ہے جو چہرہ کو پیٹے، اور گریبان پھاڑے اور زمانۂ جاہلیت کی طرح واویلا (اور نوحہ) کرے(بخاری)

مطلب یہ ہے کہ ہمارے مذہبِ اسلام میں نوحہ خوانی اور جسم کوبی وغیرہ کی گنجائش نہیں، لہٰذا جو یہ حرکت کرے، وہ ہم میں سے نہیں، یعنی ہمارے طریقہ پر نہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ : صَوْتِ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ، خَمْشِ

---

[1] عن أبی هريرة، عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: أربع فی أمتی ليس هم بتاركيها الفخر فی الأحساب والطعن فی الأنساب والنياحة تبعث يوم القيامة النائحة إذا لم تتب عليها درع من قطران(مسند البزار، رقم الحديث ٨٦٢٦)

قال الهيثمی:

قلت :هو فی الصحيح باختصار. رواه البزار، وإسناده حسن(مجمع الزوائد، رقم الحديث ٤٠١١، باب فی النوح)

[2] رقم الحديث ١٢٩٧، كتاب الجنائز، باب ليس منا من ضرب الخدود،مسلم رقم الحديث ١٠٣"١٦٥"

وُجُوْہٍ، وَشَقِّ جُیُوْبٍ، وَرَنَّةِ شَیْطَانٍ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: میں نے دواحمق، فاجرآوازوں سے منع کیا ہے، ایک مصیبت کے وقت چیخنے کی آواز (یعنی نوحہ خوانی) چہرہ کو نوچنا اور گریبان پھاڑنا، اور شیطانی مرثیہ خوانی (ترمذی)

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَخَذَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِیْ فَانْطَلَقْتُ مَعَهٗ إِلٰی إِبْرَاهِیْمَ اِبْنِہٖ وَهُوَ یَجُوْدُ بِنَفْسِہٖ، فَأَخَذَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حِجْرِہٖ حَتّٰی خَرَجَتْ نَفْسُهٗ قَالَ: فَوَضَعَهٗ وَبَکٰی قَالَ: فَقُلْتُ: تَبْکِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَأَنْتَ تَنْهٰی عَنِ الْبُکَاءِ قَالَ: إِنِّیْ لَمْ أَنْهَ عَنِ الْبُکَاءِ وَلٰکِنِّیْ نَهَیْتُ عَنْ صَوْتَیْنِ أَحْمَقَیْنِ فَاجِرَیْنِ، صَوْتٍ عِنْدَ نَغْمَةِ لَهْوٍ وَلَعِبٍ وَمَزَامِیْرِ الشَّیْطَانِ، وَصَوْتٍ عِنْدَ مُصِیْبَةٍ لَطْمِ وُجُوْہٍ وَشَقِّ جُیُوْبٍ، وَهٰذِہٖ رَحْمَةٌ وَمَنْ لَّا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ وَلَوْلَا أَنَّهٗ وَعْدٌ صَادِقٌ وَقَوْلٌ حَقٌّ وَأَنْ یَّلْحَقَ أُولَانَا بِأُخْرَانَا لَحَزِنَّا عَلَیْکَ حُزْنًا أَشَدَّ مِنْ هٰذَا، وَإِنَّا بِکَ یَا إِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ تَبْکِی الْعَیْنُ وَیَحْزَنُ الْقَلْبُ، وَلَا نَقُوْلُ مَا یُسْخِطُ الرَّبَّ (مستدرک حاکم) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا، پھر مجھے اپنے ساتھ اپنے بیٹے

---

[1] رقم الحدیث ۱۰۰۵، ابواب الجنائز، باب ما جاء فی الرخصة فی البکاء علی المیت.

قال الترمذی:

وفی الحدیث کلام أکثر من هذا :.هذا حدیث حسن.

[2] رقم الحدیث ۶۸۲۵، کتاب معرفة الصحابة ،ذکر سراری رسول الله صلی الله علیه وسلم فأولهن ماریة القبطیة أم إبراهیم،شرح معانی الآثار، رقم الحدیث ۶۹۷۵.

قال الالبانی:

ورجال إسناده ثقات، إلا أن ابن أبی لیلی سیء الحفظ، فمثله یستشهد به ویعتضد (سلسلة الاحادیث الصحیحة، تحت رقم الحدیث ۴۲۷)

ابراہیم کے پاس لے گئے، اور ابراہیم اس وقت نزع کی حالت میں تھے، تو ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گود میں لیا، یہاں تک کہ ان کی جان نکل گئی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رکھ دیا، اور رونے لگے، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ روتے ہیں، حالانکہ آپ رونے سے منع فرماتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے رونے سے منع نہیں کیا، البتہ میں نے دو احمق فاجر آوازوں سے منع کیا ہے، ایک لہو ولعب اور خوشی کے وقت کی آواز سے اور شیطانی باجوں سے، اور دوسرے مصیبت کے وقت کی آواز سے، چہرے نوچنے سے، اور کپڑے پھاڑنے سے، اور یہ (بغیر آواز کے رونا) رحمت ہے، اور جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا، اور اگر سچا وعدہ اور حق قول نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ ہمارے پہلے بعد والوں سے مل جائیں گے، تو ہم (اے بیٹے) آپ پر اس سے بھی زیادہ شدید غم کرتے، اور بے شک ہم اے ابراہیم! آپ کی وجہ سے غمگین ہیں، آنکھیں روتی ہیں اور دل غمگین ہوتا ہے، اور ہم وہ بات نہیں کہتے، جس سے رب ناراض ہو (حاکم)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی صدمہ کے وقت دل میں غم ہونا اور غم کے وقت آنکھوں سے آنسو جاری ہوجانا تو باعثِ رحمت ہے، لیکن آواز کے ساتھ اور چیخ چیخ کر رونا، بَین کرنا اور جسم کو پیٹنا اور کپڑوں کو پھاڑنا اور زبان سے شکوہ شکایت اور بے صبری والی باتیں کرنا، یہ چیزیں رب تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہیں۔ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] فأخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم فى هذا الحديث ,بالبكاء الذى نهى عنه فى الأحاديث الأول ,وأنه البكاء الذى معه الصوت الشديد ,ولطم الوجوه ,وشق الجيوب .وبين أن ما سوى ذلك من البكاء ,فما فعل من جهة الرحمة ,أنه بخلاف ذلك البكاء الذى نهى عنه(شرح معانى الآثار ، تحت رقم الحديث ٦٩٧٥)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ: مِزْمَارٌ عِنْدَ نِعْمَۃٍ وَرَنَّۃٌ عِنْدَ مُصِیْبَۃٍ (مسند البزار) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوآ وازیں دنیاوآخرت میں ملعون ہیں، ایک خوشی کے وقت موسیقی کی آواز، اور دوسرے مصیبت کے وقت چیخنے کی آواز (یعنی نوحہ کرنا) (بزار)

معلوم ہوا کہ نوحہ کی آواز درحقیقت ملعون اور احمق وفاجر (یعنی شدید گناہ والی) آواز ہے، جو اللہ اور اس کے رسول کو سخت ناپسند ہے۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنْ حَلَقَ أَوْ سَلَقَ أَوْ خَرَقَ (سنن النسائی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی، اس شخص پر جو (غم میں) بال منڈوائے، یا چیخ چلائے (یعنی نوحہ کرے) یا کپڑے پھاڑے (نسائی)

اس سے معلوم ہوا کہ نوحہ کرنا باعثِ لعنت عمل ہے، اور اس سے پہلی حدیث میں نوحہ کی آواز کا ملعون ہونا گزر چکا ہے، جس سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت اُمِّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَخَذَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْبَیْعَۃِ أَنْ لَّا نَنُوْحَ (بخاری) [3]

---

[1] رقم الحدیث ۷۵۱۳، الترغیب والترھیب لابن شاھین، رقم الحدیث ۲۴۳۳.
قال الھیثمی:
رواہ البزار، ورجالہ ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۴۰۱۷، باب فی النوح)

[2] رقم الحدیث ۱۸۶۳، کتاب الجنائز، باب الحلق، مسند احمد رقم الحدیث ۱۹۶۲۶.
قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح (حاشیۃ مسند احمد)

[3] رقم الحدیث ۱۳۰۶، کتاب الجنائز، باب ما ینھی من النوح والبکاء والزجر عن ذلک، مسلم رقم الحدیث ۹۳۶" ۳۱" سنن النسائی رقم الحدیث ۱۴۸۱، مسند احمد رقم الحدیث ۲۰۷۹۱.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیعت (لینے) کے وقت عہد لیا کہ ہم نوحہ نہ کریں گی (بخاری)

حضرت ام سلمہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَتُ اِمُرَأَةٌ مِنَ النِّسُوَةِ : مَا هٰذَا الُمَعُرُوُفُ الَّذِیُ لَا یَنُبَغِیُ لَنَا أَنُ نَعُصِیَکَ فِیُهِ؟ قَالَ: لَا تَنُحُنَ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: چند عورتوں میں سے ایک عورت نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا کہ وہ کون سا معروف کام ہے کہ جس میں ہمارے لئے آپ کی نافرمانی کرنا جائز نہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نوحہ نہ کرو (ترمذی)

قرآن مجید کی سورہ ممتحنہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کے لئے آنے والی عورتوں کے بارے میں یہ تاکید فرمائی ہے کہ وہ معروف (یعنی نیک) کاموں میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔ [2]

اسی کے متعلق ایک عورت نے سوال کیا تھا، جس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ نہ کرنے کا حکم فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نوحہ کرنا اتنا قبیح فعل ہے کہ جس سے بچنے کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے وقت عہد لیا تھا، اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کی بیعت کا حصہ تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] رقم الحديث ٣٣٠٧، ابواب تفسير القرآن، باب :ومن سورة الممتحنة.

قال الترمذی:

هـذا حـديـث حسـن غريب وفيه عن أم عطية قال عبد بن حميد " :أم سـلمة الأنصارية هی :أسماء بنت يزيد بن السكن "

[2] يـا أيهـا الـنبـی إذا جـاء ک الـمؤمنات يبايعنک علی أن لا يشرکن بالله شيئا ولا يسـرقـن ولا يـزنين ولا يقتلن أولادهن ولا يأتين ببهتان يفترينه بين أيديهن وأرجلهن ولا يـعـصيـنـک فی معروف فبايعهن واستغفر لهن الله إن الله غفور رحيم(سورة الممتحنة، رقم الآية ١٢)

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُصَلِّي الْمَلَائِكَةُ عَلٰى نَائِحَةٍ ، وَلَا عَلٰى مُرِنَّةٍ (مسند احمد، رقم الحديث ۸۷۴۶) ۱؎

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے نوحہ کرنے والی اور میت پر چیخنے والی عورت کے جنازہ میں شرکت نہیں کرتے (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ نوحہ کرنے والا اگر اسی حال میں فوت ہوجائے تو اس کے جنازہ میں رحمت کے فرشتے شرکت نہیں کرتے۔

زمانۂ جاہلیت میں خاص طور پر عورتیں نوحہ کیا کرتی تھیں اور آج بھی اس قسم کی حرکتیں اکثر عورتیں ہی کرتی ہیں، اس لئے عورتوں کا ذکر آیا ہے ورنہ اگر کوئی مرد یہ حرکت کرے تو اس کے لئے بھی یہی وعیدیں ہیں، کیونکہ اس کی وجہ نوحہ کرنا ہے خواہ کوئی بھی کرے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلنِّيَاحَةُ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، وَإِنَّ النَّائِحَةَ إِذَا مَاتَتْ، وَلَمْ تَتُبْ، قَطَعَ اللّٰهُ لَهَا ثِيَابًا مِنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعًا مِنْ لَهَبِ النَّارِ (ابنِ ماجه) ۲؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوحہ کرنا جاہلیت کے کاموں سے تعلق رکھتا ہے، اور نوحہ کرنے والی اگر مَر گئی، اور اُس نے توبہ نہیں کی، تو اُس کے لئے اللہ تارکول کا لباس تیار فرمائے گا، اور آگ کی لپٹوں کی قمیص (ابنِ ماجہ)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

۱؎ قال شعيب الارنؤوط: إسناده قابل للتحسين (حاشية مسند احمد)

قال المنذري:

رواه أحمد وإسناده حسن (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۵۳۵۴)

۲؎ رقم الحديث ۱۵۸۱، كتاب الجنائز، باب في النهي عن النياحة.

قال شيعب الارنوؤط:

حديث صحيح (حاشية سنن ابن ماجه)

فَإِنَّ النَّائِحَةَ إِنْ لَمْ تَتُبْ قَبْلَ أَنْ تَمُوتَ فَإِنَّهَا تَقُومُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهَا سَرَابِيلُ مِنْ قَطِرَانٍ، ثُمَّ يُعَلُّ عَلَيْهَا دِرْعٌ مِنْ لَهَبِ النَّارِ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٩٠٤) [1]

ترجمہ: پس نوحہ کرنے والی عورت اگر اپنے مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اسے اس حال میں کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر تارکول کا کُرتہ ہوگا، جس پر آگ کی لپٹوں والی قمیص چڑھائی جائے گی (مسند احمد)

اس طرح کی حدیث حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

ان احادیث سے نوحہ کرنے والے کے لئے آخرت کے سخت عذاب کا ہونا معلوم ہوا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُنَحْ عَلَيْهِ (مسند البزار، رقم الحديث ٨٠١٨) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی وفات) پر نوحہ نہیں کیا گیا (بزار)

حضرت حکیم بن قیس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ قَيْسَ بْنَ عَاصِمٍ، قَالَ: لَا تَنُوحُوا عَلَيَّ، فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] عن ابن عباس، قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-النياحة على الميت من أمر الجاهلية، فإن النائحة إن لم تتب قبل أن تموت، فإنها تبعث يوم القيامة عليها سرابيل من قطران، ثم يعلى عليها بدرع من لهب النار (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ١٥٨٢، باب فى النهى عن النياحة)

قال شعيب الارنوؤط:
إسناده ضعيف (حاشية سنن ابن ماجه)

[3] قال الهيثمى:
رواه البزار، وفيه محمد بن عمرو، وفيه كلام، وحديثه حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث، ٤٠٤٢، باب فى النوح)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُنَحْ عَلَيْهِ (سنن النسائی) [1]

ترجمہ: حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میرے اوپر نوحہ مت کرنا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نوحہ نہیں کیا گیا (نسائی)

مطلب یہ ہے کہ اگر نوحہ کی گنجائش ہوتی، اوراس سے بڑھ کر یہ کوئی عبادت والا کام ہوتا تو اس کے سب سے زیادہ مستحق نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نوحہ نہیں کیا گیا، تو اور کسی پر نوحہ کرنے کی کیسے گنجائش ہوسکتی ہے؟

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :أَنَا بَرِیْءٌ مِمَّنْ حَلَقَ وَسَلَقَ وَخَرَقَ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس سے بیزار ہوں، جو (غم میں) اپنے بال منڈوائے، اور چیخے چلائے (یعنی نوحہ کرے) اور کپڑے پھاڑے (مسلم)

بیزار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خوش نہیں ہیں، اور ایسے شخص کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔

حضرت ابو بُردہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ أَبَا مُوْسٰى حِيْنَ حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ: إِذَا انْطَلَقْتُمْ بِجِنَازَتِیْ فَأَسْرِعُوْا الْمَشْیَ وَلَا تُتْبِعُوْنِیْ بِجَمْرٍ وَلَا تَجْعَلُوْا عَلٰى لَحَدِیْ شَيْئًا يَحُوْلُ بِيْنِیْ وَبَيْنَ التُّرَابِ وَلَا تَجْعَلُوْا عَلٰى قَبْرِیْ بِنَاءً وَأُشْهِدُكُمْ أَنِّیْ بَرِیْءٌ مِنْ كُلِّ حَالِقَةٍ أَوْ سَالِقَةٍ أَوْ خَارِقَةٍ قَالُوْا: سَمِعْتَ فِيْهِ شَيْئًا؟

---

[1] رقم الحديث ۱۸۵۱، كتاب الجنائز، باب النياحة على الميت.

[2] رقم الحديث ۱۰۴، كتاب الجنائز، باب تحريم ضرب الخدود وشق الجيوب والدعاء بدعوى الجاهلية.

قَالَ: نَعَمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح ابن حبان) [1]

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت جب قریب آیا، تو انہوں نے فرمایا کہ جب تم میرا جنازہ لے کر چلو، تو تیز چلنا، اور میرے پیچھے آگ وغیرہ نہ لانا، اور میری قبر پر کوئی ایسی چیز نہ رکھنا، جو میرے اور مٹی کے درمیان حائل ہو، اور میری قبر پر عمارت مت بنانا، اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں ہر اس فرد سے بری ہوں، جو (رنج وغم کی وجہ سے) سر منڈانے والی ہو، یا چیخ وپکار کرنے والی ہو، یا کپڑے پھاڑنے والی ہو، لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے اس بارے میں کچھ سنا ہے، تو انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں! میں نے (یہ سب کچھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے (ابن حبان، مسند احمد)

حضرت صفوان بن محرز سے روایت ہے کہ:

لَمَّا حَضَرَ أَبُوْ مُوْسٰى صَاحُوْا عَلَيْهِ فَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ سَلَقَ وَلَا خَرَقَ وَلَا حَلَقَ (صحیح ابن حبان) [2]

ترجمہ: جب حضرت ابوموسیٰ کی موت کا وقت قریب آیا، تو لوگ چیخ وپکار کرنے لگے، تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص ہم میں سے

---

[1] رقم الحديث ٣١٥٠، كتاب الجنائز، فصل فى النياحة ونحوها، مسند أحمد، رقم الحديث ١٩٥٤٧.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده حسن من أجل أبى حريز -واسمه عبد الله بن حسين -فإنه مختلف فيه (حاشية ابن احبان)

و قال ايضاً:

إسناده حسن من أجل أبى حريز: وهو عبد الله بن الحسين الأزدى، قاضى سجستان، فقد اختلف فيه (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٣١٥١، كتاب الجنائز، فصل فى النياحة ونحوها.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده جيد (حاشية ابن حبان)

نہیں، جو چیخ و پکار کرے، اور نہ وہ ہم میں سے ہے، جو کپڑے پھاڑے، اور نہ وہ شخص ہم میں سے ہے جو (رنج وغم کی وجہ سے) بال منڈائے (ابن حبان)

اس طرح کی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [1]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَنَ الْخَامِشَةَ وَجْهَهَا وَالشَّاقَّةَ جَيْبَهَا وَالدَّاعِيَةَ بِالْوَيْلِ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٣١٥٦، كتاب الجنائز، فصل فى النياحة ونحوها) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اپنے چہرہ کو نوچنے والی اور اپنے کپڑوں کو پھاڑنے والی اور واویلا مچانے والی پر (ابن حبان)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ بَاكِيْهِ فَيَقُوْلُ وَا جَبَلَاهُ وَا سَيِّدَاهُ أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ إِلَّا وُكِّلَ بِهٖ مَلَكَانِ يَلْهَزَانِهٖ أَهٰكَذَا كُنْتَ (سنن الترمذى) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی فوت ہونے والے شخص پر کوئی

---

[1] حدثنى أبو بردة بن أبى موسى قال: وجع أبو موسى وجعل يغمى عليه ورأسه فى حجر امرأة من أهله فصاحت امرأة فلم يستطع أن يرد عليها شيئا فلما أفاق قال: أنا برىء ممن برىء منه رسول الله صلى الله عليه وسلم فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم برىء من الحالقة والسالقة والشاقة (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٣١٥٢)

قال شعيب الارنوؤط:

إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية ابن حبان)

[2] قال شعيب الارنوؤط:

إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية ابن حبان)

[3] رقم الحديث ١٠٠٣، كتاب الجنائز، باب ما جاء فى كراهية البكاء على الميت.

قال الترمذى:

هذا حديث حسن غريب.

رونے والا نوحہ کرے اور اس طرح کہے کہ ہائے پہاڑ جیسے (مضبوط) ہائے سردار اور اس جیسے الفاظ کہے تو اس پر دو فرشتے مسلط کر دیے جاتے ہیں جو اسے ڈستے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا تو ایسا ہی تھا (ترمذی)

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ:

مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ (بخاری) [1]

ترجمہ: جس (فوت شُدہ میت) پر نوحہ کیا جائے تو اس کو اس نوحہ کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے (بخاری)

محدثین نے فرمایا کہ نوحہ کرنے کی وجہ سے میت کو عذاب اس صورت میں ہوتا ہے، جبکہ اس نے اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں کو اپنے مرنے پر نوحہ کرنے کی وصیت کی ہو یا وہ اس عمل سے راضی ہو اور اسے معلوم ہو کہ میرے مرنے کے بعد ایسا کیا جائے گا مگر پھر بھی منع نہ کیا ہو، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں ایسا ہوتا تھا کہ مرنے سے پہلے با قاعدہ اس کی وصیت کی جاتی تھی اور اس نوحہ کو اپنے لئے قابلِ فخر کام سمجھا جاتا تھا۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ١٢٩١ ، كتاب الجنائز ،باب ما يكره من النياحة على الميت،مسلم رقم الحديث ٩٣٣"٢٨"

[2] واختلف العلماء فى هذه الأحاديث فتأولها الجمهور على من وصى بأن يبكى عليه ويناح بعد موته فنفذت وصيته ، فهذا يعذب ببكاء أهله عليه ونوحهم ؛ لأنه بسببه ومنسوب إليه .قالوا فأما من بكى عليه أهله وناحوا من غير وصية منه فلا يعذب لقول الله تعالى (ولا تزر وازرة وزر أخرى) قالوا :وكان من عادة العرب الوصية بذلك ومنه قول طرفة بن العبد :إذا مت فانعينى بما أنا أهله وشقي على الجيب يا ابنة معبد.قالوا :فخرج الحديث مطلقا حملا على ما كان معتادا لهم .وقالت طائفة :هو محمول على من أوصى بالبكاء والنوح أو لم يوص بتركهما .فمن أوصى بهما أو أهمل الوصية بتركهما يعذب بهما لتفريطه بإهمال الوصية بتركهما فأما من وصى بتركهما فلا يعذب بهما إذ لا صنع له فيهما ولا تفريط منه .وحاصل هذا القول إيجاب الوصية بتركهما ، ومن أهملهما عذب بهما .وقالت طائفة :معنى الأحاديث أنهم كانوا ينوحون على الميت ويندبونه بتعديد شمائله ومحاسنه فى زعمهم ، وتلك الشمائل قبائح فى الشرع يعذب بها كما كانوا يقولون :يا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا وَأَشَارَ إِلٰى لِسَانِهٖ أَوْ يَرْحَمُ وَإِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهٖ عَلَيْهِ. وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَضْرِبُ فِيْهِ بِالْعَصَا وَيَرْمِيْ بِالْحِجَارَةِ وَيَحْثِيْ بِالتُّرَابِ (بخاری) [1]

ترجمہ: بے شک، اللہ عذاب نہیں دیتا آنسو بہنے اور دل کے غمگین ہونے سے، لیکن میت کو عذاب دیا جاتا ہے، اس کی وجہ سے اور آپ نے (یہ فرماتے وقت) اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا (یعنی زبان سے نوحہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے) یا اس پر رحم کیا جاتا ہے (صبر یا رضا بالقضا کے کلمات کہنے کی صورت میں) اور بلاشبہ میت کو اس کے گھر والوں کے نوحے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نوحہ کرنے والے کو چھڑی سے یا کنکر پھینک کر دھمکاتے تھے اور منہ پر خاک اُڑاتے تھے (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

مؤيد النسوان، ومؤتم الولدان ومخرب العمران ومفرق الأخدان، ونحو ذلك مما يرونه شجاعة وفخرا وهو حرام شرعا. وقالت طائفة: معناه أنه يعذب بسماعه بكاء أهله ويرق لهم وإلى هذا ذهب محمد بن جرير الطبرى وغيره. وقال القاضى عياض: وهو أولى الأقوال، واحتجوا بحديث فيه أن النبى صلى الله عليه وسلم زجر امرأة عن البكاء على أبيها وقال: (إن أحدكم إذا بكى استعبر له صويحبه فيا عباد الله لا تعذبوا إخوانكم) وقالت عائشة رضى الله عنها: معنى الحديث أن الكافر أو غيره من أصحاب الذنوب يعذب فى حال بكاء أهله عليه بذنبه لا ببكائهم والصحيح من هذه الأقوال ما قدمناه عن الجمهور وأجمعوا كلهم على اختلاف مذاهبهم على أن المراد بالبكاء هنا البكاء بصوت ونياحة لا مجرد دمع العين (شرح النووى علىٰ مسلم، ج٦ ص ٢٢٨، ٢٢٩، كتاب الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه)

[1] رقم الحديث ١٣٠٤، كتاب الجنائز، باب البكاء عند المريض.

لَـمَّا تُوُفِّیَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاحَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَقَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ هٰذَا مِنَّا لَيْسَ لِصَارِخٍ حَظٌّ اَلْقَلْبُ يَحْزَنُ وَالْعَيْنُ تَدْمَعُ وَلَا نَقُوْلُ مَا يُغْضِبُ الرَّبَّ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٣١٦٠، كتاب الجنائز، فصل فى النياحة ونحوها) [1]

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے (ابراہیم) کی وفات ہوئی، تو اسامہ بن زید نے چیخنا شروع کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ہم میں سے نہیں، چیخنے والے کے لئے کوئی حصہ نہیں، دل غمگین ہوتا ہے، اور آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، اور ہم زبان سے وہ بات نہیں کہیں گے، جس سے رب ناراض ہو (ابن حبان)

دل میں غم ہونا اور آنکھوں سے آنسو آجانا بندہ کے اختیار میں نہیں، اس لئے اس پر نہ گرفت ہے اور نہ یہ بے صبری میں شامل ہے، البتہ زبان کو استعمال کرنا، اور منہ سے آواز نکالنا اور آواز کو بلند کرنا اور چیخنا چلانا، اور گا گا کر بین کرنا، اور کپڑے پھاڑنا، یا سینہ وجسم کو بی کرنا یہ سب چیزیں اختیار میں ہیں، اس لئے ان چیزوں پر گناہ اور مؤاخذہ ہے، اور میت کو عذاب دیئے جانے کی وجہ اور صورت پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنوؤط:
إسناده حسن (حاشية ابن حبان)

[2] (لا يعـذب بـدمـع العيـن، ولا بحزن القلب) بل يثاب بهما إذا كانا على جهة الرحمة .(ولكن يعذب بهذا) أى: إذا قال: مـا لا يـرضى الرب، بأن قال شرا من الجزع والنياحة.(وأشار إلى لسانه) يعنى المراد بالمشار إليه هنا اللسان الذى يضر به الإنسان .(أو يرحم) أى: بهذا إن قال خيرا، بأن استرجع مثلا، أو استغفر أو ترحم، وما أفاده الحديث من جواز البكاء ولو بعد الموت، لكن من غير نـوح، ورفع صوت، نقل جماعة فيه الإجمال .قال ابن حجر: ولـكن الأولى تركه للخبر الصحيح: فإذا وجبـت لا تبـكين باكية، فى الأذكار عن الشافعى، وأصحابه أن البكاء بعد الموت مكروه لهذا الـخبر، بل قال جماعة إنه يفيد تحريمه اهـ .ويرده ما روى مسلم: أنـه صلى الله عليه وسلم زار قبر ابنه فبكى وأبكى من حوله ، وما روى البخارى: أنه بكى على قبر بنت له، فينبغى أن يحمل نهيهن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ احادیث سے نوحہ کرنے کی ممانعت اور برائی معلوم ہوئی، اور معلوم ہوا کہ نوحہ اور اظہارِ غم کے لئے واویلا کرنا، اور سینہ وجسم کوبی کرنا، اور کپڑے پھاڑ کر ماتم کرنا اسلام کے تقاضوں کے خلاف اور صبر وتحمل کے منافی ہے، جس سے ایک طرف تو صبر پر ملنے والا اجر وثواب ضائع ہوجاتا ہے، اور دوسری طرف دنیا وآخرت میں عذاب اور اللہ اور اس کے

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

على بكاء خاص لهن، ولا عبرة بالمفهوم، ولعل فائدة القيد الإشارة إلى أنه عفا الله عما سلف، والله أعلم، ومما يؤيده أن البكاء بالدمع ليس أمرا اختياريا، ولا يتعلق الأمر والنهى بالأمور الجبلية الاضطرارية كما هو معلوم من القواعد الدينية .(وإن الميت يعذب ببكاء أهله) أى: مع رفع الصوت .(عليه) قال النووى: وفى رواية: ببعض بكاء أهله، وفى رواية: ببكاء الحى، وفى رواية: يعذب فى قبره ما نيح عليه، وفى رواية: من يبك عليه يعذب، وهذه الروايات من رواية عمر بن الخطاب وابنه عبد الله رضى الله عنهما وأنكرت عائشة رضى الله عنها ونسبتهما إلى النسيان والاشتباه عليهما، وأنكرت أن يكون ذلك من قول النبى صلى الله عليه وسلم، واحتجت بقوله تعالى:(ولا تزر وازرة وزر أخرى)قالت: وإنما قال النبى صلى الله عليه وسلم فى يهودية: إنها تعذب وهم يبكون عليها، تعنى تعذب بكفرها فى حال بكاء أهلها، لا بسبب البكاء، واختلف العلماء فيه: فذهب الجمهور إلى أن الوعيد فى حق من أوصى بأن يبكى عليه، ويناح بعد موته، فنفذت وصيته، فهذا يعذب ببكاء أهله عليه ونوحهم ;لأنه تسببه، وأما من بكوا عليه وناحوا من غير وصية فلا ;لقوله تعالى:(ولا تزر وازرة وزر أخرى)قال الخطابى: يشبه أن يكون هذا إذا أوصى بالبكاء عليه، وقيل: أراد بالميت المشرف على الموت، فإنه يشتد عليه الحال ببكائهم وصراخهم وجزعهم عنده، وقيل: هذا فى بعض الأموات: كأن يعذب فى زمان بكائهم عليه، وهذا الوجه ضعيف لما فى رواية: يعذب فى قبره بما نيح عليه ، وفى أخرى: الميت يعذب ببكاء الحى إذا قالت النائحة: واعضداه، وا ناصراه، واكاسياه، جبذا الميت، وقيل: له أنت عضداها؟ ! أنت ناصرها؟ ! أنت كاسيها؟ ! اهـ .وهذا صريح أنه إنما يعذب إذا كان أوصى أو كان بفعلهم يرضى ;ولهذا أوجب داود ومن تبعه الوصية بترك البكاء، والنوح عليه، وبهذا الذى ذكرنا يظهر وجه قوة قول الجمهور مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۱۲۴۳ ، كتاب الجنائز، باب البكاء)

(إن اللّه لا يعذب بدمع العين ولا بحزن القلب) سواء اجتمعا أو كان كل بانفراد (ولكن يعذب بهذا) أى بما يصدر منه مما حرّم الشارع من ندب أو نياحة أو مبالغة رفع صوت بالبكاء ، وكذا يعذب بالتبرم بالقلب والتضجر، ودليل ذلك ما يصدر من لسانه لأنه يعرب عن شأنه (أو يرحم) أو فيه للتنويع :أى أو يرحمه به إن أتى بما فيه صبر واسترجاع وحمد للّه سبحانه (وأشار) أى النبى (بيده) مبيناً للمشار إليه بقوله بهذا (إلى لسانه)متفق عليه(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج٦ص ٤٠٣، تحت رقم الحديث ۱۹۲۵ ،كتاب عيادة المريض ، باب جواز البكاء على الميت بغير ندب)

رسول کی ناراضگی کا وبال بھی سر پڑتا ہے، اور تیسرے بعض صورتوں میں میت کو بھی عذاب دیا جاتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فأما اتخاذ المآتم فی المصائب, واتخاذ أوقاتها مآتم, فليس من دين الإسلام, وهو أمر لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم, ولا أحد من السابقين الأولين, ولا من التابعين لهم بإحسان, ولا من قادة أهل البيت, ولا غيرهم.

وقد شهد مقتل علی أهل بيته, وشهد مقتل الحسين من شهده من أهل بيته, وقد مرت علی ذلک سنون كثيرة, وهم متمسكون بسنة رسول الله صلی الله عليه وسلم, لا يحدثون مأتما, ولا نياحة, بل يصبرون ويسترجعون كما أمر الله ورسوله, أو يفعلون ما لا بأس به من الحزن والبكاء عند قرب المصيبة(حقوق آل البيت لابن تيمية، ص ۴۶ ، اهل الاستقامة عند المصيبة)

ترجمہ: پس مصیبتوں کے وقت ماتم کرنا، اور ماتم کے اوقات (اور دن مختص و مقرر کرنا، دینِ اسلام میں سے نہیں ہے، اور یہ ایسا فعل ہے کہ جو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، اور نہ سابقین، اولین میں سے کسی نے کیا، اور نہ ان کی نیکی میں اتباع کرنے والے لوگوں نے کیا، اور نہ اہلِ بیت کے بزرگوں نے کیا، اور نہ ان کے علاوہ کسی نے کیا۔

حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی جگہ ان کے اہلِ بیت نے حاضری دی، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی جگہ بھی ان کے اہلِ بیت حاضر ہوئے (مگر انہوں نے بھی وہاں ماتم نہیں کیا) اور اس (کربلاء کے) واقعہ کو بے

شمار سال گزر چکے ہیں، اور اصل اہلِ بیت حضرات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوط پکڑتے ہیں، جو ماتم اور نوحہ نہیں کرتے، بلکہ صبر کرتے ہیں، اور ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھتے ہیں، جس کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے، یا وہ مصیبت کے وقت غم اور رونے کا طریقہ اختیار کرتے ہیں، جس میں کوئی حرج نہیں (یعنی اس میں چیخ وپکار اور نوحہ وغیرہ نہیں ہوتا) (حقوق آل البیت)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

ومن حماقتهم إقامة المأتم، والنياحة على من قد قتل من سنين عديدة ، ومن المعلوم أن المقتول، وغيره من الموتى إذا فعل مثل ذلك بهم عقب موتهم كان ذلك مما حرمه الله، ورسوله، فقد ثبت فى الصحيح عن النبى – صلى الله عليه وسلم – أنه قال: (ليس منا من لطم الخدود، وشق الجيوب، ودعا بدعوى الجاهلية) وثبت فى الصحيح عنه" أنه برىء من الحالقة، والصالقة، والشاقة" (فالحالقة التى تحلق شعرها عند المصيبة) والصالقة هى التى ترفع صوتها(عند المصيبة)بالمصيبة، والشاقة التى تشق ثيابها.

وفى الصحيح عنه أنه قال: (إن النائحة إذا لم تتب قبل موتها، فإنها تلبس يوم القيامة درعا من جرب، وسربالا من قطران .)وفى الصحيح عنه أنه قال: (من ينح عليه، فإنه يعذب بما ينح عليه) والأحاديث فى هذا المعنى كثيرة.

وهؤلاء يأتون من لطم الخدود، وشق الجيوب، ودعوى الجاهلية، وغير ذلك من المنكرات بعد موت الميت بسنين كثيرة ما لو

فعلوه عقب موته لكان ذلك من أعظم المنكرات التي حرمها الله ورسوله، فكيف بعد هذه المدة الطويلة.
ومن المعلوم أنه قد قتل من الأنبياء، وغير الأنبياء ظلما وعدوانا من هو أفضل من الحسين قتل أبوه ظلما، وهو أفضل منه .وقتل عثمان بن عفان، وكان قتله أول الفتن العظيمة التي وقعت بعد موت النبي – صلى الله عليه وسلم –، وترتب عليه من الشر، والفساد أضعاف ما ترتب على قتل الحسين .وقتل غير هؤلاء ومات، وما فعل أحد – لا من المسلمين، ولا غيرهم – مأتما ولا نياحة على ميت، ولا قتيل بعد مدة طويلة من قتله إلا هؤلاء الحمقى(منهاج السنة النبوية، ج ١، ص ٥٢، الی، ٥٥، كلام عام عن الرافضة، بعض حماقات الشيعة)

ترجمہ: اوران لوگوں کی کم عقلی میں سے ماتم کرنا اور (حضرت حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ کی) شہادت پر سالہا سال سے نوحہ کرنا ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ مقتول اور شہیداوران کے علاوہ جوفوت شدہ حضرات ہیں، جب ان کی وفات کے بعد یہ ماتم اور نوحہ کیا جائے، تو اس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے، صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں، جو (بدن پر) طمانچہ مارے، گریبان پھاڑے، اور جاہلیت والی باتیں کرے، اور صحیح حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصیبت کے وقت بال منڈانے والی سے اور مصیبت کے وقت چیخ و پکار کرنے والی سے اور مصیبت کے وقت اپنے کپڑے پھاڑنے والی سے بری ہیں، اور صحیح حدیث میں یہ ہے کہ نوحہ کرنے والی نے اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کی، تو اسے قیامت کے دن گندھک (اور خارش) کی قمیض

اور تارکول کا کرتہ پہنایا جائے گا، اور صحیح حدیث میں ہے کہ جس پر نوحہ کیا جاتا ہے، اسے نوحہ کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے، اور اس معنیٰ کی بے شمار حدیثیں ہیں۔

اور یہ لوگ اپنے جسم کو پیٹتے ہیں، اور کپڑے پھاڑتے ہیں، اور زمانہ جاہلیت کے (زبان سے نوحہ ومرثیہ خوانی کے دوران) الفاظ کہتے ہیں، اور اس کے علاوہ وفات کے سالہا سال گزرنے کے بعد کئی منکرات اختیار کرتے ہیں کہ اگر وہ منکرات عین وفات کے بعد اختیار کرتے، تو تب بھی وہ اتنے بڑے منکرات تھے، جن کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے، پھر اتنی طویل مدت گزرنے کے بعد وہ منکرات کیونکر جائز ہوسکتے ہیں؟

اور یہ بات معلوم ہے کہ بے شمار نبی اور غیر نبی ظلم اور زیادتی کے ساتھ قتل کیے گئے، جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے افضل تھے، خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو ظلماً قتل کیا گیا، جو کہ حضرت حسین سے افضل تھے، اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا، جن کا قتل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عظیم فتنوں کا آغاز وپیش خیمہ تھا، جس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے بھی زیادہ شر اور فساد برپا ہوا، اور ان کے علاوہ بھی بے شمار لوگ قتل کیے گئے اور فوت ہوئے، لیکن ان میں سے کسی نے اور نہ مسلمانوں وغیرہ میں سے کسی نے موت اور شہادت پر ماتم کیا اور نہ نوحہ کیا، اتنی طویل مدت گزرنے کے بعد جس طرح کہ یہ کم عقل لوگ کرتے ہیں (منہاج السنۃ)

پھر نوحہ وغیرہ کا جو عمل گلی کوچوں اور بازاروں میں علی الاعلان اور اجتماعی انداز میں کیا جائے، اس کی شدت اور بھی زیادہ ہے، کیونکہ گناہ کو اعلانیہ کرنے یا گناہ کا اظہار کرنے کو شرعاً پسند نہیں کیا گیا، جیسا کہ رمضان شریف میں بلا عذر روزہ چھوڑ دینا بڑا گناہ ہے لیکن رمضان میں

اعلانیہ کھانا پینا اس سے بھی زیادہ برا ہے۔ [1]

پھر گناہ کو گناہ نہ سمجھنا، بلکہ اس سے بڑھ کر کسی گناہ پر فخر کرنا یا اس سے بھی بڑھ کر گناہ کو ثواب سمجھ لینا تو اور بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔

مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ ہمت، حوصلہ اور بہادری کا مظاہری کرے، اور بزدلی وغیرہ کا مظاہرہ نہ کرے، اور نوحہ وماتم کرنا، ہمت وحوصلہ جیسی عمدہ صفات کے خلاف اور بزدلی کی علامت ہے۔

بے صبری میں آ کر اپنے جسم کو نقصان پہنچانا بھی گناہ ہے، کیونکہ جسم اللہ کی امانت ہے، اس کا انسان خود مالک نہیں، لہٰذا جسم کو بے جا تکلیف پہنچانا اس امانت میں خیانت اور گناہ ہے۔

بعض لوگ نوحہ وغیرہ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سنت سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم یہ عمل اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (نعوذ باللہ) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سنت ہے، کیونکہ کربلا کے میدان میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسم پر تیر، نیزے اور تلواریں ماری گئی تھیں اور ان کے جسم سے خون نکلا تھا، لہٰذا ہمیں بھی خود سے اپنے جسم کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنا چاہیے۔

حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے خود یہ عمل کرنا یا اس عمل کا دوسروں کو کرنے کا حکم دینا کسی معتبر سند سے ثابت نہیں، بھلا آپ اُس عمل کو کیسے کر سکتے تھے اور اُس چیز کا حکم کیسے دے سکتے تھے، جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی آپ کے نانا) روکیں۔ [2]

---

[1] اور حضرات اہلِ بیت اور ان کی پاکیزہ خواتین کی مظلومیت کے ذکر کو بازار میں علی الاعلان گا گا کر کیا جانا حیا وغیرت کے بھی خلاف ہے، کیونکہ منصف مزاج، شریف الطبع انسان اپنے خاندان کی عورتوں کا اعلان اس طرح گلیوں، کوچوں، بھری مجلسوں، محفلوں، اور بازاروں میں ہونا پسند نہیں کیا کرتا، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ جیسی غیور شخصیت اس کو پسند فرمائے گی کہ ان کے خاندان کی ان پاکیزہ خواتین کا ذکر اس طرح برسرِ بازار اور علی الاعلان کیا جائے؟

[2] یہی وجہ ہے کہ اہلِ تشیع حضرات کی کئی اہم کتابوں میں بھی ماتم اور نوحے کو ناجائز اور منع لکھا ہے۔

ملاحظہ ہو ’’اصولِ کافی ص ۴۱۰، فروعِ کافی ج ۱ ص ۱۲۱، جلاءُ العیون حصہ اول، نہج البلاغۃ ص ۸۵۳، ترجمہ قرآن مقبول احمد ص ۸۷۹‘‘۔

نیز جناب احمد رضا خان بریلوی صاحب کے فتاویٰ سے بھی اس قسم کی رسوم کا ناجائز ہونا ثابت ہوتا ہے (ملاحظہ ہو ’’احکامِ شریعت‘‘ حصہ اول ص ۱۲۷، ص ۱۲۸، وص ۱۶۳ و حصہ دوم ص ۱۴۹)

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسم پر تیر، تلوار اور نیزے مارے گئے تھے اور خون نکلا تھا، اس لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس طرح کے عمل کی نسبت ثابت ہے۔

تو اس سلسلہ میں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ تمام چیزیں ان کے دشمنوں کی طرف سے کی گئی تھیں ، آپ نے خود یہ کام نہیں کیا۔

پس نوحہ و ماتم کے اس طرزِ عمل کو چھوڑ کر صبر وتحمل اور قضاء وقدر پر بھروسہ کی صفات کو اپنانا چاہئے، اور مرحومین کے لئے شرعی اُصولوں کے مطابق عبادت کرکے ایصالِ ثواب کرنا چاہئے، خاص طور پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقائے کار کے جنتی بلکہ اعلیٰ درجہ کے جنتی ہونے کی وجہ سے صبر وہمت کو اختیار کرنا چاہئے، اور ان مقدس ہستیوں کی تعلیمات و ہدایات پر عمل کرنا چاہئے۔

اور ساتھ ہی اپنی آخرت کی تیاری کی فکر میں بھی لگنا چاہئے۔ [1]

(8)......تعزیت یا تعزیہ

عربی زبان میں تعزیت کے اصل معنیٰ مصیبت کے وقت تسلی دینے اور صبر کی تلقین کرنے اور میت کے لئے مغفرت کی دعاء کرنے کے آتے ہیں، مثلاً ’’إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ‘‘ پڑھنا۔

اور اس بات پر فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ تعزیت کا مذکورہ عمل مستحب اور باعثِ

---

[1] قال ابن حجر: وأخذ أئمتنا من هذه الأحاديث تحريم النوح، وتعديد محاسن الميت، بنحو واكهفاه مع رفع الصوت والبكاء، وتحريم ضرب الخد، وشق الجيب، ونشر الشعر وحلقه ونتفه، وتسويد الوجه، وإلقاء التراب على الرأس، والدعاء بالويل والثبور .قال إمام الحرمين وآخرون: والضابط أنه يحرم كل فعل يتضمن إظهار جزع ينافى الانقياد والتسليم لقضاء الله تعالى .قالوا: ومن ذلك تغيير الزى، ولبس غير ما جرت العادة بلبسه، أى: وإن اعتيد لبسه عند المصيبة(مرقاة المفاتيح، ج ۳ ص ۱۲۳۵ ، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت)

اجروثواب ہے۔ [1]

پھر تعزیت ان لوگوں سے کی جاتی ہے جو کسی مصیبت میں مبتلا ہوں، مثلاً ان کا کوئی قریبی عزیز فوت ہوگیا ہو۔ [2]

اکثر فقہائے کرام کے نزدیک عام حالات میں تعزیت کے تین دن ہیں، کیونکہ اس وقت غم تازہ ہوتا ہے، اور تسلی کی ضرورت ہوتی ہے، پس کسی کے فوت ہونے کے بعد تین دن کے اندر اندر تعزیت کرلینی چاہئے، اور بلا عذر تین دن سے زیادہ مؤخر نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اس سے غم تازہ ہوتا ہے، جو پھر بہت سے کاموں میں مخل بنتا ہے۔ [3]

---

[1] تعزية: التعريف : التعزية لغة :مصدر عزى :إذا صبر المصاب وواساه ولا يخرج المعنى الاصطلاحى عن المعنى اللغوى وقال الشربينى :هى الأمر بالصبر والحمل عليه بوعد الأجر، والتحذير من الوزر، والدعاء للميت بالمغفرة، وللمصاب بجبر المصيبة .

الحكم التكليفى :لا خلاف بين الفقهاء فى استحباب التعزية لمن أصابته مصيبة .والأصل فى مشروعيتها :خبر :من عزى مصابا فله مثل أجره

وخبر ما من مؤمن يعزى أخاه بمصيبة إلا كساه الله من حلل الكرامة يوم القيامة(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج١٢،ص٢٨٧،مادة "تعزية")

الألفاظ ذات الصلة:التعزية:

التعزية فى اللغة :مصدر عزى والثلاثى منه عزى أى :صبر على ما نابه، يقال :عزيته تعزية :قلت له: أحسن الله عزاءك، أى رزقك الصبر الحسن، والعزاء اسم من ذلك، ويقال :تعزى هو :تصبر، وشعاره أن يقول :إنا لله وإنا إليه راجعون .

قال الأزهرى :أصلها التعبير لمن أصيب بمن يعز عليه .

والتعزية اصطلاحا :الأمر بالصبر والحمل عليه بوعد الأجر والتحذير من الوزر بالجزع، والدعاء للميت بالمغفرة، وللمصاب بجبر المصيبة .

والتعزية أخص من المأتم(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٣٦،ص٥،مادة "مأتم")

[2] يعزى أهل المصيبة، كبارهم وصغارهم، ذكورهم وإناثهم، إلا الصبى الذى لا يعقل، والشابة من النساء ، فلا يعزيها إلا النساء ومحارمها، خوفا من الفتنة .ونقل ابن عابدين عن شرح المنية: تستحب التعزية للرجال والنساء اللاتى لا يفتن .وقال الدردير :وندب تعزية لأهل الميت إلا مخشية الفتنة(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج١٢،ص٢٨٨،مادة "تعزية")

[3] مدة التعزية :جمهور الفقهاء :على أن مدة التعزية ثلاثة أيام .واستدلوا لذلك بإذن الشارع فى الإحداد فى الثلاث فقط، بقوله صلى الله عليه وسلم :لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلاث، إلا على زوج :أربعة أشهر وعشرا وتكره بعدها؛ لأن المقصود منها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورعربی زبان میں ''ماتم'' مرداورخواتین کے کسی کے فوت ہونے کے موقع پر جمع ہونے کو کہاجاتا ہے۔ [1]

شافعیہ اور حنابلہ اور بہت سے حنفیہ کے نزدیک کسی کے فوت ہونے کے بعد بطور ماتم کے جمع ہونا مکروہ وممنوع ہے، بطورِ خاص جبکہ اس میں رونا پیٹنا اور نوحہ وغیرہ کرنا ہو، تو پھر نا جائز وحرام ہے، البتہ تعزیت کا عمل اس سے جدا چیز ہے، جس کا پہلے ذکر ہوا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

سكون قلب المصاب، والغالب سكونه بعد الثلاثة، فلا يجدد له الحزن بالتعزية، إلا إذا كان أحدهما (المعزى أو المعزى) غائبا، فلم يحضر إلا بعد الثلاثة، فإنه يعزيه بعد الثلاثة.

وحكى إمام الحرمين وجها وهو قول بعض الحنابلة :أنه لا أمد للتعزية، بل تبقى بعد ثلاثة أيام؛ لأن الغرض الدعاء ، والحمل على الصبر ، والنهي عن الجزع، وذلك يحصل على طول الزمان(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٢ ،ص٢٨٨ ،مادة " تعزية")

[1] مأتم:

التعريف :المأتم فى اللغة :مجتمع الرجال والنساء فى الغم والفرح، ثم خص به اجتماع النساء للموت، وقيل :هو للشواب من النساء لا غير ، والعامة تخصه بالمصيبة.

والمأتم عند الفقهاء هو :اجتماع الناس فى الموت (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦،ص٥ ،مادة " مأتم")

[2] الحكم الإجمالي:

يرى الشافعية والحنابلة وكثير من متأخرى الحنفية كراهة المأتم .

جاء فى المجموع :وأما الجلوس للتعزية فنص الشافعي وسائر الأصحاب على كراهته، قالوا :يعني بالجلوس لها أن يجتمع أهل الميت فى بيت فيقصدهم من أراد التعزية، قالوا :بل ينبغى أن ينصرفوا فى حوائجهم، فمن صادفهم عزاهم، ولا فرق بين الرجال والنساء فى كراهة الجلوس لها، قال الشافعي فى الأم :وأكره المأتم وهى الجماعة، وإن لم يكن لهم بكاء فإن ذلك يجدد الحزن ويكلف المؤنة .

وقال البهوتي :ويكره الجلوس لها أى للتعزية، بأن يجلس المصاب فى مكان ليعزوه، أو يجلس المعزى عند المصاب للتعزية، لما فى ذلك من استدامة الحزن، وقال نقلا عن الفصول :يكره الاجتماع بعد خروج الروح لتهييجه الحزن .

وقال ابن عابدين نقلا عن الإمداد :وقال كثير من متأخرى أئمتنا :يكره الاجتماع عند صاحب البيت، ويكره له الجلوس فى بيته حتى يأتى إليه من يعزى، بل إذا فرغ ورجع الناس من الدفن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ بہت سے اہلِ تشیّع حضرات کے نزدیک محرم کے موقع پر ماتم کیا جاتا ہے، اور تعزیہ بھی نکالا جاتا ہے، جبکہ بعض اہلِ تشیع اس کے خلاف بھی ہیں، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فليتفرقوا ويشتغل الناس بأمورهم وصاحب البيت بأمره .

وعند المالكية وبعض الحنفية :يجوز أن يجلس الرجل للتعزية كما فعل النبی -صلى الله عليه وسلم -حين جاء خبر جعفر، وزيد بن حارثة، وعبد الله بن رواحة، ومن قتل معهم -رضی الله عنهم -بمؤتة. وواسع كونها قبل الدفن وبعده، والأولى عند رجوع الولی إلى بيته ، وقال المالكية :كره اجتماع نساء لبكاء سرا، ومنع جهرا كالقول القبيح مطلقا .

وذهب الحنفية إلى أنه يجوز الجلوس للمصيبة ثلاثة أيام، وهو خلاف الأولى، ويكره فی المسجد ، وفی الأحكام عن خزانة الفتاوى :الجلوس فی المصيبة ثلاثة أيام للرجال جاء ت الرخصة فيه، ولا تجلس النساء قطعا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦،ص ٦ ،مادة " مأتم")

[1] تعزیہ کی آٹھ صورتیں بتائی جاتی ہیں:

(۱) تعزیہ (۲) ضریح (۳) مہندی (۴) ذوالجناح (۵) تابوت (۶) علَم (۷) براق (۸) تخت۔

جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱)......تعزیہ: دراصل لکڑی کی پچیوں اور رنگین کاغذوں کی مدد سے تیار کیا جاتا ہے جس کی ساخت اور گنبد و مینار وغیرہ ان کے گمان میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ کی طرح ہوتے ہیں اور اس کے اندر کاغذ کی دو قبریں بنائی جاتی ہیں۔

(۲)......ضریح: روضۂ حسین رضی اللہ عنہ کے اس حصہ کا نام ہے جن پر دو قبریں بنی ہوتی ہیں ضریح اور تعزیہ میں بہت تھوڑا فرق ہے، تعزیہ پورے روضہ کی شبیہ کو کہتے ہیں اور ضریح صرف ایک خاص حصہ کا نام ہے، اس میں عام طور پر گنبد و مینار ہوتے ہیں مگر تعزیہ کی طرح ضریح کا بھی احترام کیا جاتا ہے۔

(۳)......مہندی: اس کی شکل کشتی کی طرح ہوتی ہے اور یہ ۷/محرم کو جلوس کی شکل میں اٹھائی جاتی ہے، بتایا جاتا ہے کہ حضرت قاسم کی شادی کی یادگار ہے۔

(۴)......ذوالجناح: گھوڑے کی شکل ہے اس کی نسبت اس گھوڑے کی طرف کی جاتی ہے جس پر بیٹھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے لڑائی کی تھی اس میں ایک گھوڑے کو باقاعدہ طور پر فوجی گھوڑے کی شکل دے کر اسلحہ سے مسلح کیا جاتا ہے اور اس میں گھوڑے کی لگام، زرہ، بکتر سب آلاتِ حرب ہوتے ہیں اور اس گھوڑے کی جھول پر سرخ رنگ کے دھبے ہوتے ہیں ذوالجناح اس گھوڑے کی یادگار ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے بقول میدان کربلا سے تنہا واپس ہوا تھا۔

(۵)......تابوت: اس پالنے کی تصویر بنائی جاتی ہے جس میں علی اصغر لیٹے تھے یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے جو شیر خواری کی حالت میں کوفہ کے غدار تیر اندازوں کے تیروں سے شہید ہوئے تھے، اس پالنے میں بھی سرخ رنگ کے نشانات ہوتے ہیں ۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر اہلُ السنۃ والجماعۃ اس کے قائل نہیں، اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک تعزیہ کے ساتھ کوئی ایسی حرکت کرنا جائز نہیں، جو خلافِ شریعت ہو، یا اس سے اس تعزیہ کی عبادت لازم آتی ہو، مثلاً تعزیہ کو سجدہ کرنا، مرادیں اور دعائیں مانگنا، اپنی حاجات طلب کرنا اور اس کو حاجت روا اور عالمُ الغیب وغیرہ سمجھنا، نذریں چڑھانا، بوس وکنار کرنا، دست بستہ تعظیم سے کھڑے ہونا، ان پر فاتحہ وغیرہ دلانا، بیماری سے شفایابی کے لئے ان پر بیٹھنا یا ان کے نیچے سے گزرنا، وغیرہ وغیرہ، کیونکہ ہاتھوں سے بنائی ہوئی چیزوں بلکہ کسی بھی غیرُ اللہ کی عبادت، اور اس کے ساتھ اس طرح کا تعلق اسلام میں جائز نہیں، سوائے اس عمل کے جو خود شریعت میں ثابت ہو۔

قرآن مجید کی سورہ صافات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا تَنۡحِتُوۡنَ. وَاللّٰہُ خَلَقَکُمۡ وَمَاتَعۡمَلُوۡنَ (سورۃ الصآفات ، رقم الآیات ۹۵، ۹۶)

ترجمہ: کیا تم ان چیزوں کی عبادت کرتے ہو، جن کو تم بناتے ہو، حالانکہ تم کو اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے (سورہ صافات)

سورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَ مِ اتَّخَذُوۡا اٰلِھَۃً مِّنَ الۡاَرۡضِ ھُمۡ یُنۡشِرُوۡنَ (سورۃ الانبیاء، رقم الآیۃ ۲۱)

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے زمین میں سے کچھ ایسے معبود بنا رکھے ہیں جو زندہ کر کے اٹھا سکتے ہوں (سورہ انبیاء)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(۶)......علَم: حضرت عباس کی یاد میں نکالا جاتا ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں جنرل تھے اور شہید ہو گئے تھے۔

(۷)......براق: اس کی شکل بھی گھوڑے کی طرح ہوتی ہے اور اس کے دھڑ میں ایک انسانی چہرہ لگا دیا جاتا ہے۔

(۸)......تخت: یہ ساتویں محرم کو حضرت قاسم ہی کی شادی کی یاد تازہ کرنے کے لئے اپنے گھروں میں رکھا جاتا ہے (ماخوذ از تعزیہ داری بتغیر)

اور سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ (سورة النحل، رقم الآيات ۲۰، ۲۱)

ترجمہ: اور اللہ کے سوا جن کو یہ پکارتے ہیں وہ تو کچھ پیدا نہیں کر سکتے، البتہ وہ خود بنائے جاتے ہیں، بے جان ہیں، زندہ نہیں ہیں (سورہ نحل)

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ (سورة الاعراف، رقم الآية ۱۹۷)

ترجمہ: اور اللہ کے سوا جن ہستیوں کو تم پکارتے ہو، وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے، اور اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے (سورہ اعراف)

سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا (سورة بنی اسرائيل، رقم الآية ۵۶)

ترجمہ: اے نبی! ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم نے اپنے خیال میں اللہ کے سوا جن ہستیوں کو معبود بنا رکھا ہے، تو وہ تم سے تکلیف دور کرنے اور حالت بدلنے کا اختیار نہیں رکھتے (سورہ بنی اسرائیل)

سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (سورة يونس، رقم الآية ۱۸)

ترجمہ: اور یہ لوگ اللہ (کی توحید) کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو نقصان پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں، اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ اللہ

کے نزدیک ہماری شفاعت کرنے والے ہیں (سورہ یونس)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر اس کے ساتھ عبادت کا کوئی برتاؤ کرنا، خواہ اسی درجہ میں ہو کہ اس کو وسیلہ اور ذریعہ سمجھا گیا ہو، یہ جائز نہیں۔

سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلاً جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰـهُكُمْ وَاِلٰـهُ مُوْسٰى ۵ فَنَسِىَ ○ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلاً ۵ لا وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ○ (سورة طٰهٰ، رقم الآيات ۸۸تا۸۹)

ترجمہ: اس (سامری) نے لوگوں کے لئے ایک بچھڑا (بنا کر) ظاہر کیا کہ وہ ایک قالب تھا جس میں ایک (بے معنیٰ) آواز تھی، تو وہ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود تو یہ ہے، مگر حضرت موسیٰ بھول گئے۔

کیا وہ اتنا بھی نہیں دیکھتے تھے کہ وہ (بچھڑا) نہ تو ان کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ان کے نقصان اور نفع پر قدرت رکھتا ہے (سورہ طٰہٰ)

حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّمَا النَّذْرُ مَا ابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (مسند احمد، رقم الحديث ۶۹۷۵) [1]

ترجمہ: نذر (ومنت) تو وہ ہوتی ہے، جس کے ذریعہ سے اللہ عزوجل کی رضاء کو حاصل کیا جائے (مسند احمد)

حضرت عابس بن ربیعہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ، فَقَالَ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث حسن (حاشية مسند احمد)

إِنِّيْ أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّيْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ (بخاری) [1]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجرِ اسود کے پاس آئے اور اس کو بوسہ دیا، پھر فرمایا کہ بے شک میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع، اور اگر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ حجرِ اسود کو بوسہ دینا نعوذ باللہ اس کی عبادت کرنے کے طور پر، اور اس کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر نہیں ہوتا، جیسا کہ غیر مسلم لوگ، پتھروں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں سنت کے طور پر ہوتا ہے، اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عمل ثابت نہ ہوتا، تو پھر حجرِ اسود کو بوسہ دینا بھی جائز نہ ہوتا، اور تعزیہ کے ساتھ اس طرح کا سلوک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، بلکہ خود تعزیہ بنانا بھی ثابت نہیں، اس لئے اس کے ساتھ بھی اس طرح کا طرزِ عمل اختیار کرنا درست نہ ہوگا۔

اس موقع پر یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اگر کوئی چیز ایسی ہو کہ جس کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ سے صحیح، سچی اور مکمل نسبت ہو، مثلاً کوئی سواری ایسی ہو کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ واقعتاً اسی پر سوار ہوئے ہوں، یا کوئی لباس یا جوتا وغیرہ ایسا ہو کہ جس کو واقعتاً حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے استعمال فرمایا ہو، تو وہ چیز قابلِ محبت اور قابلِ احترام ہوگی، مگر کوئی غیر شرعی حرکت اس کے ساتھ کرنا جائز نہ ہوگا، لیکن جس چیز کو یہ نسبت حاصل نہ ہو، بلکہ وہ چیز کوئی اور ہو، یا اس کو اپنے ہاتھوں سے بنایا گیا ہو، اس کو یہ درجہ بھی حاصل نہیں ہوتا، پھر اس کے ساتھ غیر شرعی حرکت کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے، جیسا کہ کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی شبیہ بنا کر اس کے ساتھ اصل روضۂ اقدس کی طرح کا برتاؤ کرے، ظاہر ہے کہ وہ جائز نہیں ہوگا،

---

[1] رقم الحديث ١٥٩٧، كتاب الحج، باب ما ذكر في الحجر الأسود.

اور اگر اس طرح کی شبیہ کو سجدہ کرے، یا اس کے ساتھ اور کوئی اسی طرح کی حرکت کرے، تو یہ بدرجۂ اولیٰ ناجائز ہوگا، کیونکہ اس طرح کے افعال اصل روضۂ اقدس کے لئے بھی جائز نہیں، پھر تعزیہ کے ساتھ کس طرح سے ایسے کام جائز ہو سکتے ہیں۔

محرم کے دنوں میں اس انداز میں شہادتِ حسین کے قصے سننا اور سنانا بھی اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک منع ہیں کہ جس سے غم تازہ ہوتا ہو۔ [1]

البتہ محرم کے حوالہ سے ہونے والی قابلِ اصلاح باتوں کے لئے اگر حکمت کے ساتھ ان دنوں میں بھی روشنی ڈالی جائے تو نہ صرف جائز بلکہ مفید ہے، جب کہ کوئی اور خرابی شامل نہ ہو، کیونکہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حصہ ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اصول اور آداب کا لحاظ رکھا جائے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''محرم میں جو لوگ شہادت نامے پڑھتے ہیں، یہ مقصودِ حق کے بالکل خلاف ہے، کیونکہ اس میں تجدیدِ غم ہے، اور حق تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ واقعۂ غم سے سبق حاصل کر کے پھر اس کو کم کیا جائے، نہ یہ کہ ہر سال تازہ کیا جائے اور سبق حاصل کرنے کے لئے اس کی اجمالی یاد کو بلا قصد ہو کافی ہے، جس میں نہ تفصیلِ واقعات پڑھنے کی ضرورت ہے نہ ماہِ محرم کی تخصیص کی ضرورت ہے، نہ سامانِ اظہار کی ضرورت ہے، اجمالی قصہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت امام مع اپنے خاندان کے میدانِ کربلا میں یزید کی جماعت کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے اور جماعتِ یزید آپ کو بیعت پر مجبور کرتی تھی، آپ کے نزدیک یزید کو خلافت سے معزول کرنا واجب تھا، اسی کا سامان کرنے آپ کوفہ جا رہے تھے کہ وہاں جماعتِ یزید کا مقابلہ ہو گیا اور جن لوگوں نے امداد کا وعدہ کیا تھا وہ سب اپنی بات سے پھر گئے، آپ اپنی بات پر جمے رہے، آخر کار آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔

اس سے یہ سبق حاصل ہوا کہ دین کے کام میں اگر ایک شخص اپنے نزدیک حق پر ہو تو اسے کسی کی مخالفت کا خوف نہ کرنا چاہئے، چاہے سارے مسلمان اس کا ساتھ چھوڑ دیں اور کچھ لوگ جان و آبرو کے بھی درپے ہو جائیں، دین کے مقابلے میں اس کی پرواہ نہ کرنا چاہئے، آخر موت ایک دن آئے ہی گی، پھر دین پر جم کر آ جائے تو اس سے کیا بہتر ہے'' (وعظ حقیقت الصبر، خطباتِ حکیم الامت ج۹ص۹۵)

بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ (سورة النحل، رقم الآية ۱۲۵)

ترجمہ: آپ اپنے رب کی راہ (یعنی دین) کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے بلائیے (سورہ نحل)

پس ایسے طریقہ سے بچنا ضروری ہے، جس سے خواہ مخواہ غم تازہ اور دوبالا ہوتا ہو، اور بزدلی پیدا ہوتی ہو، جیسا کہ محرم کے دنوں میں شہادتِ حسین کے قصے اور مرثیے پڑھنے اور سننے اور منانے سے ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ ۱؎

(9)......گناہوں کی مجالس اور مواقع میں شرکت وحاضری

اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک جس مجلس میں غیر شرعی اُمور کا ارتکاب کیا جائے، مثلاً نوحہ وماتم کیا جائے، تعزیہ کے ساتھ غیر شرعی حرکات کی جائیں، یا وہاں شہادت کے قصے اور مرثیے پڑھ کر غم کو دوبالا کیا جائے، یا غیر مستند واقعات بیان کیے جائیں، یا اس میں بے پردگی وغیرہ کا

۱؎ اگر یہ شبہ کیا جائے کہ کربلا کے واقعہ کے وقت تو لوگوں کو غم پیش آیا تھا، لہٰذا اگر اب بھی ہر سال غم کیا جائے تو کیا حرج ہے، اس کا جواب حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ:

''قاعدہ ہے کہ ظہورِ حادثہ کے وقت طبعی غم بلا اختیار ہوا کرتا ہے، اور امرِ غیر اختیاری میں انسان معذور ہے، لیکن جب طبعی غم کی حد گزر جائے اس کے بعد غم کو لے کر بیٹھنا یہ مذموم (بُرا) ہے، بس اب اس کی حکمتوں پر نظر کرنا چاہئے۔ اس فرق کو ایک مثال میں سمجھئے، مثلاً ایک شخص ڈاکٹر سے خود کہے کہ میرا آپریشن کر دو، اس کے لئے وہ ڈاکٹر کو فیس بھی دیتا ہے، اس کی خوشامد بھی کرتا ہے مگر آپریشن کے وقت اس کے منہ سے آہ اور چیخ بھی نکلتی ہے۔ کیا آپ اس شخص کو اس آہ پر کچھ ملامت کریں گے؟ ہرگز نہیں، آخر کیوں؟ محض اس وجہ سے کہ یہ غیر اختیاری بات ہے۔ بس اسی طرح یہاں (واقعۂ کربلا کے بارے میں) سمجھئے کہ گو وقتِ وقوع (اگرچہ اس واقعہ کے پیش آنے کے وقت) بھی اس واقعہ کی حکمتیں عُقلاء کے پیشِ نظر ہوتیں مگر اس وقت غیر اختیاری غم بھی ساتھ ساتھ ہوتا اور اس میں وہ معذور ہوتے، لیکن اب جو ہم رنج وصدمہ ظاہر کرتے ہیں یہ عقلی غم ہے طبعی نہیں، اور اس کی ممانعت ہے۔ جیسے مثالِ مذکور میں آپریشن ختم ہونے اور زخم کے اچھا ہونے کے بعد بھی اگر کوئی شخص آپریشن کا غم کرتا رہے اور ہر سال اس پر ماتم کیا کرے تو اس کو یقیناً سب لوگ بے وقوف کہیں گے، اور اس رنج وغم میں اسے کوئی معذور نہ کہے گا، طبعی رنج وغم کی ایک حد ہوتی ہے جب وہ حد پوری ہو جائے پھر طبعی رنج نہ ہوگا'' (وعظ حقیقت الصبر، خطباتِ حکیم الامت ج۹ ص۱۰۲و۱۰۳)

ارتکاب کیا جائے، اس طرح کی مجلس میں شرکت یا زیارت کرنا درست نہیں، اور اس میں اس گناہ کا تعاون بھی پایا جاتا ہے، کیونکہ تماش بینوں کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو اس طرح کی حرکات کرنے کا زیادہ موقع حاصل ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَاتَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (سورة المائدة، رقم الآية ۲)

ترجمہ: اور گناہ اور زیادتی (کے کاموں میں) ایک دوسرے کی مدد مت کرو (سورہ مائدہ)

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِی الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِی حَدِيثٍ غَيْرِهٖ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُم(سورة النساء، رقم الآية ۱۴۰)

ترجمہ: اور نازل کیا اللہ نے تم پر اپنی کتاب میں (یہ حکم) کہ جب تم (کہیں) سنو کہ اللہ کی آیتوں (یا اللہ کے احکام) سے انکار ہو رہا ہے اور ان کی ہنسی اڑائی جا رہی ہے، تو تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک وہ لوگ اس کو چھوڑ کر دوسری بات میں مشغول نہ ہو جائیں، ورنہ تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے (سورہ نساء)

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوضُوْنَ فِیْ آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِیْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ (سورة الانعام، رقم الآية ۶۸)

ترجمہ: اور جب آپ ایسے لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں (اور ہمارے حکموں) کے بارے میں بیہودہ گوئی کر رہے ہیں، تو ان سے الگ ہو جاؤ، یہاں

تک کہ وہ اس کو چھوڑ کر کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں اور اگر (یہ بات) شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے پر آپ ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو (سورہ انعام)

سورہ زخرف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِى يُوْعَدُوْنَ (سورة الزخرف، رقم الآية ۸۳)

ترجمہ: پس تم (ان سے علیحدگی اختیار کر کے) ان کو بے ہودہ گوئی کرنے اور کھیلنے دو، یہاں تک کہ جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کو دیکھ لیں (سورہ زخرف)

سورہ معارج میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلَاقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِى يُوْعَدُوْنَ (سورة المعارج، رقم الآية ۴۲)

ترجمہ: پس ان کو بے ہودہ گوئی کرنے اور کھیلنے دو، یہاں تک کہ جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کو دیکھ لیں (سورہ معارج)

سورہ مزمل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا (سورة المزمل، رقم الآية ۱۰)

ترجمہ: اور صبر کیجئے ان باتوں پر جو یہ کہتے ہیں، اور ان سے اچھے طریقہ پر الگ ہو جائیے (سورہ مزمل)

سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا سَمِعُوْا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِى الْجَاهِلِيْنَ (سورة القصص، رقم الآية ۵۵)

ترجمہ: اور (اللہ کی نیک بندوں کی ایک صفت یہ ہے کہ) جب وہ لغو بات سنتے

ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں، اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں، سلام ہو تم پر، ہم لاعلم لوگوں کو طلب نہیں کرتے (سورہ قصص)

سورہ مومنون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (سورة المومنون، رقم الآية ٣)

ترجمہ: اور (کامیاب مومنوں کی ایک صفت یہ ہے کہ) وہ لغو چیزوں سے اعراض کرتے ہیں (سورہ مومنون)

سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ. إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (سورة بنی اسرائیل، رقم الآية ٣٦)

ترجمہ: اور آپ ایسی چیز کے پیچھے نہ پڑیئے، جس کا آپ کو علم نہیں، بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا (سورہ بنی اسرائیل)

اس طرح کی آیات سے گناہ کے مواقع اور مجالس میں شرکت وحاضری اور ان کو دیکھنے، سننے سے دور رہنے اور بچنے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] هجر مكان المعصية: قال العلماء: مجالسة أهل المنكر لا تحل، وقال ابن خويز منداد: من خاض في آيات الله تركت مجالسته وهجر، مؤمنا كان أو كافرا، واستدلوا بقوله تعالى: (وإذا رأيت الذين يخوضون في آياتنا فأعرض عنهم حتى يخوضوا في حديث غيره وإما ينسينك الشيطان فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين. ولقوله تعالى: (وقد نزل عليكم في الكتاب أن إذا سمعتم آيات الله يكفر بها ويستهزأ بها فلا تقعدوا معهم حتى يخوضوا في حديث غيره إنكم إذا مثلهم.

قال القرطبي: فدل بهذا على وجوب اجتناب أصحاب المعاصي إذا ظهر منهم منكر؛ لأن من لم يجتنبهم فقد رضي فعلهم، والرضا بالكفر كفر.

وقال الجصاص: وفي هذه الآية دلالة على وجوب إنكار المنكر على فاعله، وأن من إنكاره إظهار

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اسی وجہ سے شراب پینے کے مواقع سے بچنے کا کئی احادیث میں حکم آیا ہے، کیونکہ شراب نوشی بھی گناہ ہے۔ ل

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلَا يَقْعُدْ عَلٰى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ (مسند احمد، رقم الحديث ١٤٦٥١) ل

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، تو اسے چاہیے کہ وہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے کہ جس پر خمر (وشراب) پی جارہی ہو (مسند احمد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَجْلِسْ عَلٰى مَائِدَةٍ يُدَارُ عَلَيْهَا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الكراهية إذا لم يمكنه إزالته وترك مجالسة فاعله والقيام عنه حتى ينتهي ويصير إلى حال غيرها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٤٢ ص ١٧٦، مادة "هجر")

فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ اى قم من عندهم ولا تجالسهم والمقصود التحذير عن دينهم ومجالستهم (التفسير المظهرى، ج٣ص ٢٥١، ٢٥٢، سورة الانعام، تحت رقم الآية ٦٨)

ل وقوله :وقد نزل عليكم فى الكتاب أن إذا سمعتم آيات الله يكفر بها ويستهزأ بها فلا تقعدوا معهم حتى يخوضوا فى حديث غيره إنكم إذا مثلهم، أى إنكم إذا ارتكبتم النهى بعد وصوله إليكم ورضيتم بالجلوس معهم فى المكان الذى يكفر فيه بآيات الله ويستهزأ وينتقص بها وأقررتموهم على ذلك، فقد شاركتموهم فى الذى هم فيه، فلهذا قال تعالى :إنكم إذا مثلهم فى المأثم، كما جاء فى الحديث من كان يؤمن بالله واليوم الآخر، فلا يجلس على مائدة يدار عليها الخمر والذى أحيل عليه فى هذه الآية من النهى فى ذلك هو قوله تعالى فى سورة الأنعام، وهى مكية وإذا رأيت الذين يخوضون فى آياتنا فأعرض عنهم(تفسير ابنِ كثير، ج ٢ ص ٣٨٥، سورة النساء)

ل قال شعيب الارنؤوط:

حسن لغيره، وبعضه صحيح(حاشية مسند احمد)

الْخَمْرُ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۷۷۹، ج۴ص ۳۲۰، کتاب الأدب) [1]

ترجمہ: اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، تو وہ ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر خمر (وشراب) کا دَور چل رہا ہو (حاکم)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلَا يَقْعُدَنَّ عَلٰى مَائِدَةٍ يُدَارُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۲۵) [2]

ترجمہ: اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، تو اسے چاہیے کہ وہ ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے کہ جس پر خمر (وشراب) کا دَور چل رہا ہو (مسند احمد)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَطْعَمَيْنِ: اَلْجُلُوْسِ عَلٰى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ أَوْ يَأْكُلُ الرَّجُلُ وَهُوَ مُنْبَطِحٌ عَلٰى بَطْنِهٖ

(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۱۷۱، ج۴ص ۱۴۳، کتاب الاطعمة) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کے کھانوں کی جگہ سے منع فرمایا، ایک تو ایسے دستر خوان پر بیٹھنے سے کہ جس پر خمر (وشراب) پی جارہی ہو، دوسرے آدمی کے پیٹ کے بل اوندھا ہو کر کھانے سے (حاکم)

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه.
وقال الذهبي: على شرط مسلم.

[2] قال شعيب الارنؤوط:
حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

[3] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه.
وقال الذهبي في التلخيص: على شرط مسلم.

اس طرح کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔[1]

اس کے علاوہ گناہ کی مجالس اور مواقع میں حاضر ہونے سے اس کے کچھ نہ کچھ بُرے اثرات انسان پر ضرور پڑتے ہیں، جس طرح سے اچھی مجالس اور مواقع میں حاضر ہونے سے کچھ نہ کچھ اچھے اثرات پڑتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِیْسِ السَّوْءِ، کَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْکِ وَکِیْرِ الْحَدَّادِ، لَا یَعْدَمُکَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْکِ إِمَّا تَشْتَرِیْہِ، أَوْ تَجِدُ رِیْحَہٗ، وَکِیْرُ الْحَدَّادِ یُحْرِقُ بَدَنَکَ، أَوْ ثَوْبَکَ، أَوْ تَجِدُ مِنْہُ رِیْحًا خَبِیْثَۃً (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۲۱۰۱، کتاب البیوع، باب فی العطار وبیع المسک)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے، جیسے مشک والا اور لوہاروں کی بھٹی، پس مشک والے کے پاس سے تم بغیر فائدے کے واپس نہ ہوگے یا تو اسے خریدو گے یا اس کی خوشبو کو پاؤ گے اور لوہار کی بھٹی آپ کے بدن کو یا آپ کے کپڑے کو جلا دے گی، یا تم اس کی بدبو سونگھو گے (بخاری)

پھر بُرائی اور گناہ کے بارے میں یہ حکم ہے کہ کم از کم اس کو دل سے برا سمجھے۔

چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ رَّأٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَإِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَإِنْ لَّمْ

---

[1] عن مکحول الشامی، سمعت أبا ھریرۃ، یقول: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یقعد علی مائدۃ یشرب علیھا الخمر (مسند الشامیین للطبرانی، رقم الحدیث ۳۴۶۹)

يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِکَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ (مسلم) [1]

ترجمہ: تم میں سے جو شخص منکَر (گناہ وبُرائی) کو دیکھے، تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے اُسے بدل دے، اور اگر اس کی طاقت وقدرت نہ ہو (جیسا کہ حکمرانوں کے علاوہ عوام کی حالت ہے) تو اپنی زبان سے بدل دے، اور اگر اس کی بھی طاقت وقدرت نہ ہو، تو اپنے دل سے بدل دے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے (مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

مَنْ رَّأٰى مُنْكَرًا فَغَيَّرَهٗ بِيَدِهٖ فَقَدْ بَرِءَ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُّغَيِّرَهٗ بِيَدِهٖ، فَغَيَّرَهٗ بِلِسَانِهٖ فَقَدْ بَرِءَ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُّغَيِّرَهٗ بِلِسَانِهٖ، فَغَيَّرَهٗ بِقَلْبِهٖ فَقَدْ بَرِءَ، وَذٰلِکَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ (سنن النسائی) [2]

ترجمہ: جو شخص کسی منکر (وگناہ) کو دیکھے، پھر اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، تو وہ بریٔ الذمہ ہوگیا، اور جو شخص اپنے ہاتھ سے اس کو بدلنے کی طاقت نہ رکھے پھر وہ اپنی زبان سے بدل دے (یعنی زبان سے نہی عن المنکر کردے) تو وہ بھی بریٔ الذمہ ہوگیا، اور جو شخص اپنی زبان سے اس کو بدلنے کی طاقت نہ رکھے پھر وہ اپنے دل سے اس کو بدل دے (یعنی دل سے اس منکر کو برا اور غلط سمجھے) تو وہ بھی بریٔ الذمہ ہوگیا اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے (نسائی)

اور گناہ کی مجالس اور مواقع میں بلا عذر شریک ہونا، اسے پسند کرنے کی علامت ہے، جو کہ گناہ ہے۔

---

[1] رقم الحديث ۴۹ "۷۸" ج ۱ ص ۶۹، کتاب الایمان، باب بیان کون النهی عن المنكر من الإيمان الخ، دار إحياء التراث العربی - بیروت.

[2] رقم الحديث ۵۰۰۹، کتاب الایمان وشرائعه، باب تفاضل اهل الایمان.

اور اگر کوئی شخص کسی مجبوری سے کسی گناہ کے مقام پر موجود ہو، مثلاً وہ کسی کام سے وہاں گیا ہو، یا کوئی وہاں سرکاری سطح پر اپنی ڈیوٹی انجام دے رہا ہو، لیکن وہ گناہ کو دل سے بُرا سمجھے، تو وہ گناہ سے بری ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عمیرہ کندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا عُمِلَتِ الْخَطِيئَةُ فِي الْأَرْضِ كَانَ مَنْ شَهِدَهَا فَكَرِهَهَا ۔ وَقَالَ مَرَّةً أَنْكَرَهَا كَمَنْ غَابَ عَنْهَا وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَرَضِيَهَا كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا (سنن ابی داود) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب زمین میں کوئی گناہ کیا جاتا ہے، تو جو شخص (کسی مجبوری سے) وہاں موجود ہو، مگر وہ اس کو ناپسند سمجھے، یا اس کو منکر (یعنی بُرا) سمجھے، تو وہ ایسا ہے، جیسا کہ وہاں موجود نہ ہو، اور جو شخص وہاں موجود نہ ہو، لیکن اس گناہ کو پسند کرے، تو وہ ایسا ہے، جیسا کہ وہاں موجود ہو (ابوداؤد)

مذکورہ دلائل سے معلوم ہوا کہ گناہ کی مجالس میں شرکت ممنوع ہے، اور اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مروجہ نوحہ اور ماتم کا گناہ ہونا پہلے شرعی دلائل سے معلوم ہو چکا، لہٰذا اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک اس طرح کی مجالس میں شرکت بھی ممنوع ہوگی، فقہائے کرام نے نوحہ خوانی کے سننے کو بھی ناجائز قرار دیا ہے، خواہ وہ براہِ راست سنا جائے یا کسی واسطہ سے۔ [2]

اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ گناہ والی مجلس میں صرف شرکت کی جائے، اور اگر وہاں جا کر خود

---

[1] رقم الحديث ۴۳۴۵، كتاب الملاحم، باب الامر والنهى، المكتبة العصرية، صيدا - بيروت.
قال شعيب الارنؤوط:
إسناده حسن من أجل أبى بكر (حاشية سنن ابى داود)

[2] د - الاستماع للنياحة:
عن أبى سعيد الخدرى - رضى الله عنه - قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم النائحة والمستمعة قال القارى: المراد بالمستمعة فى الحديث هى التى تقصد السماع ويعجبها، كما أن المستمع للمغتاب يكون شريكا له فى الوزر، والمستمع لقارء القرآن يكون شريكا له فى الأجر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۲، ص ۵۸، مادة "نياحة")

ان گناہوں میں بھی مبتلا ہوا جائے، تو اس کے ناجائز اور شدید گناہ ہونے میں شبہ نہیں۔

اور فقہائے کرام نے نوحہ اور مروجہ ماتم وغیرہ کرنے پر اجرت اور معاوضہ لینے کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔ [1]

ملحوظ رہے کہ فقہائے کرام نے مسلمانوں کے حکمران کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو نوحہ کرنے پر نصیحت کرے، اور بعض حضرات نے حکمران کے لئے اس عمل پر لوگوں اور اس کی رعایا کو زجر و تعزیر کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ [2]

---

[1] هـ -الإجارة على النياحة وكسب النائحة :اتفق الفقهاء على أنه لا يجوز الاستئجار على المعاصى، كاستئجار النائحة للنوح؛ لأنه استئجار على منفعة غير مقدورة الاستيفاء شرعا، فلا تصح الإجارة على النياحة، وتقع باطلة، ولا تستحق أجرة عليها، فإن أخذتها النائحة كانت كسبا محرما خبيثا، ويجب عليها أن ترده على أربابه إن علموا، وإلا وجب عليها التصدق به.

لكن الحنفية قصروا هذا الحكم على حالة اشتراط الأجرة فى العقد، فإن أعطيت النائحة شيئا من غير شرط فهو لها، لكنهم قالوا :المعروف كالمشروط، فلا يحل لها ما تأخذه إذا كانت العادة جارية على إعطاء النوائح أجرا على نياحتهن من غير شرط، قال ابن عابدين :وهذا مما يتعين الأخذ به فى زماننا لعلمهم أنهم لا يذهبون إلا بأجر.

ثم قال الحنفية :لا تحرم الإجارة على كتابة النوح؛ لأن الممنوع هو النوح نفسه لا كتابته.

وذهب الحنابلة إلى تحريم الإجارة على كتابة النوح؛ لأنها انتفاع بمحرم، فلا يجوز (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۲، ص ۵۸، مادة "نياحة")

(والمستمعة) أى :التى تقصد السماع ويعجبها، كما أن المستمع والمغتاب شريكان فى الوزر، والمستمع والقارء مشتركان فى الأجر (مرقاة المفاتيح، ج ۳ ص ۱۲۳۷، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت)

[2] ج -عقوبة النائحة:

لما كانت النياحة على الميت محرمة فإنه يجب على الإمام أو من يقوم مقامه عند جمهور العلماء أن يزجر عنها ويعاقب عليها بعقوبات تعزيرية، فقد روى عن عمر -رضى الله عنه " -أنه كان يضرب عليها بالعصا ويرمى بالحجارة ويحثى بالتراب " وروى الأوزاعى أن عمر بن الخطاب -رضى الله عنه " -أمر بضرب نائحة، فضربت حتى بدا شعرها، فقيل له :يا أمير المؤمنين، إنه قد بدا شعرها، فقال :لا حرمة لها، إنما تأمر بالجزع وقد نهى الله عنه، وتنهى عن الصبر وقد أمر الله به، وتفتن الحى وتؤذى الميت، وتبيع عبرتها، وتبكى شجو غيرها، إنها لا تبكى على ميتكم، وإنما تبكى لأخذ دراهمكم .

ولكن بعض العلماء ذهبوا إلى أنه لا يعاقب بالضرب على النياحة، وإنما تمنع النائحة من الاستمرار،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن ظاہر ہے کہ زجر وتعزیر حکومت کا کام ہے، اور عام انسانوں کو بشرطِ قدرت زبان سے حکمت ونرمی اور اخلاقِ حسنہ کے ساتھ نہی عن المنکر پر ہی اکتفاء کرنا چاہئے، اور اس پر قدرت نہ ہو، یا کوئی فتنہ لازم آتا ہو، تو صرف دل سے گناہ سمجھنے پر اکتفاء کرنا چاہئے۔ [1]

آج کل بعض سنی لوگ زور زبردستی کر کے نوحہ، ماتم وغیرہ سے اہلِ تشیع کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں، اور پھر اس کے نتیجہ میں کئی قسم کے فسادات رونما ہوتے ہیں، اور جانی ومالی نقصانات سامنے آتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ طریقہ احادیث کی روشنی میں نامناسب طریقہ ہے، ایسی صورت میں اس گناہ کو دل سے برا سمجھنے اور خود سے گناہ کرنے اور اس طرح کی مجالس میں شرکت سے عملی طور پر بچنے پر اکتفاء کرنے میں ہی عافیت اور سلامتی ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وتنصح بعدم العود، وإلا نفيت من البلد ، واستدل القارى على عدم جواز الضرب بما روى ابن عباس -رضى الله عنهما -أنه لما ماتت زينب (وفى رواية رقية) ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، بكت النساء ، فجعل عمر يضربهن بسوطه، فأخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده، وقال :مهلا يا عمر، ثم قال :ابكين وإياكن ونعيق الشيطان، ثم قال :إنه مهما كان من العين والقلب فمن الله ومن الرحمة، وما كان من اليد واللسان فمن الشيطان ، قال القارى :فيه إشعار أنه لا يجوز الضرب على النياحة، بل ينبغي النصيحة، ولذلك أخذ بيده وقال له :(مهلا) ، أى أمهلهن . ونص ابن تيمية على وجوب النهى عن النياحة، فإن لم ترتدع النائحة وجب عقابها بما يزجرها؛ لأنها من المعاصى، ولما فيها من أذية الميت (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۲ص ۵۷، ۵۸، مادة "نياحة")

[1] قال العلماء: الأمر بالمعروف باليد على الأمراء، وباللسان على العلماء، وبالقلب على الضعفاء، يعنى عوام الناس (تفسير القرطبى ج ۴ص ۴۹،سوره آلِ عمران ، تحت رقم الآية ۲۱)

ينبغي لمن يتصدى لتغيير المنكر أن يأخذ نفسه بما يحمد قولا وفعلا، وأن يتحلى بمكارم الأخلاق حتى يكون عمله مقبولا، وقوله مسموعا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۲ص ۲۹۴، مادة "رفق")

[2] وقد قال العلماء رحمة الله عليهم إن التغيير باليد متعين على الأمراء وباللسان متعين على العلماء وبالقلب متعين على غيرهما، وما قالوه هو فى غالب الحال، وإلا فقد نجد كثيرا منه يتعين تغييره باليد على غير الأمير وغير العالم فضلا عنهما.

وإذا كان الأمر كذلك فينقسم التغيير بالنسبة إلى العالم قسمين: قسم يتغير باليد، وقسم يتغير باللسان، والشاذ النادر الذى يتعين عليه بالقلب.

وقد نقل ابن رشد – رحمه الله تعالى –فى البيان والتحصيل ما هذا لفظه إن الأمر بالمعروف والنهى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

احادیث میں صراحتاً بھی ایسے مواقع پر اسی طرزِ عمل کو اختیار کرنے کا حکم آیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَيْنَمَا نَحْنُ حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- إِذْ ذَكَرَ الْفِتْنَةَ فَقَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ النَّاسَ قَدْ مَرِجَتْ عُهُوْدُهُمْ وَخَفَّتْ أَمَانَاتُهُمْ وَكَانُوْا هٰكَذَا. وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ قَالَ فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ كَيْفَ أَفْعَلُ عِنْدَ ذٰلِكَ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاكَ قَالَ اِلْزَمْ بَيْتَكَ وَامْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَخُذْ بِمَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْكِرُ وَعَلَيْكَ بِأَمْرِ خَاصَّةِ نَفْسِكَ وَدَعْ عَنْكَ أَمْرَ الْعَامَّةِ (ابوداؤد) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عن المنكر واجب على كل مسلم بثلاثة شروط:

أحدها: أن يكون عارفا بالمعروف والمنكر؛ لأنه إن لم يكن عارفا بهما لم يصح له أمر ولا نهى إذ لا يأمن من أن ينهى عن المعروف ويأمر بالمنكر لجهله بحكمهما وتتميز كل منهما عن الآخر.

والثانى: أن لا يؤدى إنكاره المنكر إلى منكر أكبر منه مثل أن ينهاه عن شرب الخمر فيؤول نهيه عن ذلك إلى قتل نفس وما أشبه ذلك؛ لأنه إذا لم يأمن ذلك لم يجز له أمر ولا نهى.

والثالث: أن يعلم أو يغلب على ظنه أن إنكاره المنكر مزيل له، وأن أمره مؤثر ونافع؛ لأنه إذا لم يعلم ذلك ولا غلب على ظنه لم يجب عليه أمر ولا نهى.

فالشرطان: الأول والثانى مشترطان فى الجواز والشرط الثالث مشترط فى الوجوب فإذا عدم الشرط الأول والثانى لم يجز أن يأمر ولا ينهى، وإذا عدم الشرط الثالث ووجد الشرط الأول والثانى جاز له أن يأمر وينهى ولم يجب ذلك عليه (المدخل لابنِ الحاج ،الجزء الاول ص ٧٠، ٧١،فصل فى العالم وكيفية نيته)

[1] رقم الحديث ٤٣٤٣، كتاب الملاحم،باب الأمر والنهى ،مستدرك حاكم، رقم الحديث ٧٨٦٢؛ مسند احمد، رقم الحديث ٦٩٨٧؛ معرفة الصحابه لابى نعيم، رقم الحديث ٤٣٥٩.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه.

وقال الذهبى فى التلخيص :صحيح.

وقال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح .وهذا إسناد حسن من أجل يونس بن أبى إسحاق السبيعى، لكن الحديث صحيح بالأسناد السابق(حاشية سنن ابى داوٗد)

وقال ايضاً:

إسناده صحيح، رجاله رجال الصحيح غير هلال بن خبّاب، فقد روى له أصحاب السنن، وهو ثقة(حاشية مسند احمد)

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردا گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فتنے کا ذکر کیا، پھر فرمایا کہ جب لوگوں کے ساتھ عہد (ومعاہدوں) کی خلاف ورزی ہوگی، اور لوگوں کی امانتوں کو ہلکا سمجھا جائے گا (یعنی اُن کی ادائیگی کی اہمیت دِلوں میں نہ رہے گی) اور لوگ اس طرح (ایک دوسرے میں خلط ملط) ہوجائیں گے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُنگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرلیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ ایسے وقت میں میں کیا طرزِ عمل اختیار کروں، اللہ مجھے آپ پر فدا کرے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھر کو لازم پکڑلو (یعنی اپنے گھر میں رہو) اور اپنی زبان کو اپنی ذات تک قابو میں رکھو، اور جو معروف (نیکی) دیکھو، اُسے اختیار کرو، اور جو منکر (بُرا کام) دیکھو، اُسے چھوڑ دو، اور اپنے اوپر اپنی ذات کے معاملات لازم رکھو، اور عام لوگوں کے معاملات کو اپنے سے چھوڑ دو (یعنی دوسروں کے معاملات میں نہ پڑو) (ابوداؤد)

حضرت سُحیم بن نوفل فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا اقْتَتَلَ الْمُصَلُّوْنَ قُلْتُ: وَيَكُوْنُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: وَكَيْفَ أَصْنَعُ، قَالَ: كُفَّ لِسَانَكَ وَأَخْفِ مَكَانَكَ، وَعَلَيْكَ بِمَا تَعْرِفُ، وَلَا تَدَعْ مَا تَعْرِفُ لِمَا تُنْكِرُ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: تمہاری اس وقت کیا حالت ہوگی جبکہ نمازی (یعنی دیندار لوگ) بھی ایک دوسرے سے لڑائی کریں گے؟ میں نے عرض کیا کہ کیا ایسا بھی ہوگا؟ تو حضرت

---

[1] رقم الحدیث ۳۸۶۰۵، کتاب الفتن، باب من کرہ الخروج فی الفتنة وتعوذ منها.

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیو (ایسا بھی ہوگا) میں نے عرض کیا کہ (اگر میں وہ زمانہ پالوں تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟) تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھنا، اور اپنے مکان میں چھپ جانا اور نیکی کے کام کرتے رہنا، اور کسی بُرائی کی وجہ سے کسی نیکی کو نہ چھوڑنا (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَتَكُوْنُ فِتَنٌ كَرِيَاحِ الصَّيْفِ، اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِيْ، مَنِ اسْتَشْرَفَ لَهَا، اِسْتَشْرَفَتْهُ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۵۹۵۹،باب ماجاء فی الفتن) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تیز ترین ہواؤں کی طرح فتنے رونما ہوں گے، جن میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا، اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا، جو اُن فتنوں میں جھانکے گا، تو فتنہ اُس کو جھانک لے گا (یعنی اُس کو بھی کسی درجہ میں فتنہ پہنچ جائے گا) (ابنِ حبان)

معلوم ہوا کہ فتنوں کے دور میں دوسروں سے اُلجھنا اور ان کے معاملات میں پڑنا مناسب طریقہ نہیں، بلکہ ایسے حالات میں سلامتی و عافیت والا راستہ یہ ہے کہ خود گناہوں سے بچتے ہوئے، ان سے علیٰحدگی اختیار کر کے اپنے گھروں میں رہیں، اور فتنوں کو جھانکیں بھی نہیں، یعنی ان کو دیکھنے سے پرہیز کریں۔

(10)......ایصالِ ثواب اور کھانا کھلانا و پانی پلانا

اسلام میں کسی کو کھلانے پلانے اور کسی زندہ یا فوت شدہ مسلمان کو نیک عمل کر کے ثواب

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية ابن حبان)

پہنچانے کی بڑی فضیلت ہے، جس میں کوئی شبہ نہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَيُّ الإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ :تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ

(بخاری، رقم الحديث ۱۲ ، كتاب الايمان ، باب: إطعام الطعام من الإسلام)

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا اسلام سب سے بہتر ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کھانا کھلائیں، اور جان پہچان والے اور غیر جان پہچان والے کو سلام کریں (بخاری)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، اور (ضرورت مندوں کو) کھانا کھلاؤ، اور لوگوں کے سونے کی حالت میں (یعنی رات کے وقت جب لوگ سوئے ہوئے ہوں) نماز پڑھو، تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے (ترمذی)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۷۸۴) [2]

ترجمہ: تم سلام کو پھیلاؤ، اور کھانا کھلاؤ، اور صلہ رحمی کرو، اور لوگوں کے سونے کی

---

[1] رقم الحديث ۲۴۸۵ ،أبواب صفة القيامة والرقائق والورع.
قال الترمذی:هذا حديث صحيح.

[2] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين(حاشية مسند احمد)

حالت میں (یعنی رات کے وقت) نماز پڑھو، تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے (مسند احمد)

حضرت ہانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، حَدِّثْنِيْ بِشَيْءٍ يُوْجِبُ لِيَ الْجَنَّةَ، قَالَ:يُوْجِبُ الْجَنَّةَ إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَإِفْشَاءُ السَّلَامِ (المعجم الكبير للطبراني، رقم۴۶۷، ج۲۲ص ۱۸۰) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے ایسی چیز بتا دیجئے، جو میرے لئے جنت کو واجب کر دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانا کھلانا اور سلام کا پھیلانا جنت کو واجب کرتا ہے (طبرانی)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرْفَةً يُرَى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا، وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِمَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَلَانَ الْكَلَامَ، وَتَابَعَ الصِّيَامَ وَصَلّٰى وَالنَّاسُ نِيَامٌ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۹۰۵) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک بالا خانہ ہے، جس کے اندر سے باہر کا حصہ اور باہر سے اندر کا حصہ نظر آتا ہے، اللہ نے اس کو ان کاموں کے کرنے والے کے لئے تیار کر رکھا ہے، جو کھانا کھلاتا ہے، اور نرم بات کرتا ہے، اور پے در پے روزہ رکھتا ہے، اور لوگوں کے سوئے ہوئے ہونے کی حالت میں (یعنی رات کے وقت) نماز پڑھتا ہے (مسند احمد)

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی بإسنادين ورجال أحدهما ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۴۸۷۲)

[2] قال شعيب الارنوؤط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَكُونُوا إِخْوَانًا، كَمَا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ(ابنِ ماجه، رقم الحديث ص ٣٢٥٢،أبواب الأطعمة،باب إطعام الطعام) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سلام کو پھیلاؤ، اور کھانا کھلاؤ، اور بھائی بھائی ہو کر رہو، جس طرح تمہیں اللہ وعزوجل نے حکم دیا ہے (ابن ماجہ)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:أَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَأَطِيبُوا الْكَلَامَ(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ٢٧٦٣) [2]

---

[1] قال شعيب الارنوؤط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابن ماجه)

[2] قال الالبانى: أطعموا الطعام، وأطيبوا الكلام ." رواه الطبرانى (٢/٢٧٥/١)حدثنا القاسم بن محمد الدلال حدثنا مخول بن إبراهيم حدثنا كامل أبو العلاء عن عبد الله بن سليمان عن الحسن بن على مرفوعا . قلت :وهذا إسناد ضعيف، الدلال هذا، ضعفه الدارقطنى، وذكره ابن حبان فى " الثقات "، وأخرج له الحاكم فى "المستدرك "، ومن فوقه ثقات غير عبد الله ابن سليمان فلم أعرفه .ثم رواه (٢/٢٩٤/١)حدثنا أحمد بن عمرو القطرانى حدثنا زياد بن يحيى حدثنا أبو عتاب الدلال حدثنا عمرو بن ثابت حدثنى حبيب بن أبى ثابت عن الحسن مرفوعا قلت :وهذا إسناد ضعيف أيضا من أجل عمرو بن ثابت، فقد جزم بضعفه الحافظ وغيره وبقية رجاله ثقات، رجال مسلم غير القطرانى هذا فلم أجد له ترجمة، وحبيب مدلس وقد عنعنه . قلت :فلعل الحديث يتقوى بمجموع الطريقين، وهو قوى بما له من الشواهد، منها عن جابر قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :يمكنكم من الجنة، إطعام الطعام، يا بنى عبد المطلب، أطعموا الطعام وأطيبوا الكلام ."ذكره الهيثمى (١٧/٥) وسقط من قلمه أو من الناسخ ذكر مخرجه، وقال " :وفيه عبد الله ابن محمد العبادى، ولم أعرفه، وبقية رجاله رجال الصحيح ."وعن مقدام بن شريح عن أبيه، عن جده قال " :قلت :يا رسول الله حدثنى بشىء يوجب لى الجنة، قال :يوجب الجنة إطعام الطعام، وإفشاء السلام "وفى رواية حسن الكلام ." قال الهيثمى " :رواه الطبرانى بإسنادين، ورجال أحدهما ثقات ."وعن أنس قال " :قال رجل للنبى صلى الله عليه وسلم علمنى عملا يدخلنى الجنة، قال : أطعم الطعام، وأفش السلام، وأطيب الكلام، وصل بالليل والناس نيام، تدخل الجنة بسلام ."قال: "رواه الطبرانى وفيه حفص بن أسلم وهو ضعيف "(سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٤٦٥)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کھانا کھلاؤ، اور پاکیزہ کلام کرو (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ:

قِيلَ :يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ؟ قَالَ:أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ، وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ سُرُورٌ تُدْخِلُهُ عَلَى مُؤْمِنٍ :تَكْشِفُ عَنْهُ كَرْبًا، أَوْ تَقْضِي عَنْهُ دَيْنًا، أَوْ تَطْرُدُ عَنْهُ جُوعًا، وَلَأَنْ أَمْشِيَ مَعَ أَخِي الْمُسْلِمِ فِي حَاجَةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتَكِفَ شَهْرَيْنِ فِي مَسْجِدٍ، وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهُ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ كَظَمَ غَيْظَهُ، وَلَوْ شَاءَ أَنْ يُمْضِيَهُ أَمْضَاهُ، مَلَأَ اللّٰهُ قَلْبَهُ رِضًى، وَمَنْ مَشَى مَعَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ فِي حَاجَةٍ حَتَّى يُثْبِتَهَا لَهُ ثَبَّتَ اللّٰهُ قَدَمَيْهِ يَوْمَ تَزِلُّ الْأَقْدَامُ، وَإِنَّ سُوءَ الْخُلُقِ لَيُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ "(قضاء الحوائج لابنِ ابی الدنیا، رقم الحدیث ٣٦) [1]

ترجمہ: عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! لوگوں میں اللہ کو سب سے زیادہ

---

[1] قال الالبانی:
أخرجه الطبرانی فی "المعجم الكبير(٣/٢٠٩/٢)" وابن عساكر فی "التاريخ (٢/١/١٨)" عن عبد الرحمن بن قيس الضبی أنبأنا سكين ابن أبی سراج أنبأنا عمرو بن دينار عن ابن عمر: " أن رجلا جاء إلى النبی صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله أی الناس أحب إلى الله وأی الأعمال أحب إلى الله؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " فذكره .وليس فيه الجملة التی بين المعكوفتين وليس عند ابن عساكر قوله: "ولأن أمشی " ...الخ.
قلت: وهذا إسناد ضعيف جدا سكين هذا اتهمه ابن حبان، فقال: " يروی الموضوعات ."وقال البخاری: " منكر الحديث ."وعبد الرحمن بن قيس الضبی مثله أو شر منه، قال الحافظ فی "التقريب " :"متروك، كذبه أبو زرعة وغيره ."
لكن قد جاء بإسناد خير من هذا، فرواه ابن أبی الدنيا فی "قضاء الحوائج(ص ٨٠ رقم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

محبوب کون ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگوں کو سب سے زیادہ نفع پہنچانے والا ہو، اور اللہ تعالیٰ کو اعمال میں سب سے زیادہ محبوب وہ خوشی ہے، جو آپ مومن کو پہنچائیں، جس سے آپ اس کی تکلیف کو دور کردیں، یا آپ اس کا قرض ادا کردیں، یا آپ اس کی بھوک کو دور کردیں، اور میں اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ کسی ضرورت کے لئے چلوں، یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں مسجد میں دو مہینے کا اعتکاف کروں، اور جو شخص اپنے غصہ کو روکتا ہے، تو اللہ اس کے عیب کو چھپاتا ہے، اور جو شخص اپنے غصہ کو پیتا ہے، حالانکہ اگر وہ چاہے، تو اپنے غصہ پر عمل درآمد بھی کرسکتا ہے، تو اللہ اس کے دل کو رضا سے بھر دیتا ہے، اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت کے لئے چلتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس ضرورت کو پورا کردیتا ہے، تو اللہ اس کے قدموں کو اس دن ثابت قدم رکھے گا، جس دن لوگوں کے قدم ڈگمگا جائیں گے، اور برے اخلاق، عمل کو اس طرح سے خراب کردیتے ہیں، جس طرح سے سرکہ شہد کو خراب کردیتا ہے (ابنِ ابی الدنیا)

کھانا کھلانا ایک اصطلاح ہے، ورنہ اس میں دوسرے طریقوں سے کسی ضرورت مند کی مدد کرنا اور صدقہ خیرات کرنا بھی داخل ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

٣٦) "وأبو إسحاق المزكي في "الفوائد المنتخبة (١/١٤٧/٢)" ببعضه – وابن عساكر(١١/٤٤٤/١) من طرق عن بكر بن خنيس عن عبد الله بن دينار عن بعض أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم (كذا قال ابن أبي الدنيا، وقال الآخران: عن عبد الله بن عمر – قال: قيل يا رسول الله من أحب الناس إلى الله " ...وفيه الزيادة.

قلت: وهذا إسناد حسن، فإن بكر بن خنيس صدوق له أغلاط كما قال الحافظ. وعبد الله بن دينار ثقة من رجال الشيخين. فثبت الحديث. والحمد لله تعالى(سلسلة الاحاديث الصحيحة ، تحت رقم الحديث ٩٠٦)

[1] (أفشوا السلام) أظهروه ودخل في عموم إفشائه من دخل مكانا ليس فيه أحد لقوله تعالى (فإذا دخلتم بيوتا فسلموا على أنفسكم) ذكره ابن حجر وفي الأدب بسند حسن عن ابن عمر يستحب إذا لم يكن بالبيت أحد أن يقول السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين (وأطعموا الطعام) قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَالصَّدَقَةُ تُطْفِءُ الْخَطِيْئَةَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۴۴۴۱) ۱؎

ترجمہ: اور صدقہ خطاؤں کو بجھا دیتا ہے (مسند احمد)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَالصَّدَقَةُ تُطْفِءُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِءُ الْمَاءُ النَّارَ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۱۳۳) ۲؎

ترجمہ: اور صدقہ خطاؤں کو اس طرح بجھا دیتا ہے، جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے (مسند احمد)

صدقہ سے متعلق اور بھی بے شمار حدیثیں اور فضیلتیں آئی ہیں۔

ان احادیث سے دوسروں کو کھانا کھلانے اور دوسروں کی ضرورت پوری کرنے اور صدقہ خیرات کرنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔

اسی طرح زندہ اور فوت شدہ مسلمانوں کی روحوں کو نیک عمل کر کے اس کا ثواب پہنچانا بھی شرعاً ثابت ہے، خواہ بدنی عبادت کر کے ہو، جیسا کہ تلاوت کر کے درود شریف یا استغفار اور نماز وغیرہ پڑھ کر یا طواف وغیرہ کر کے، یا مالی عبادت کر کے ہو، جیسا کہ صدقہ و خیرات کر کے، اور حج یا عمرہ کر کے۔

لیکن شریعت نے دوسروں کی ضرورت پوری کرنے اور اسی طرح ایصالِ ثواب کے لئے بڑی سہولت رکھی ہے کہ جس وقت بھی اور جو مسلمان بھی اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

العراقی المراد به هنا قدر زائد على الواجب فى الزكاة سواء فيه الصدقة والهدية والضيافة والأمر للندب وقد يجب (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۱۲۳۱)

۱؎ قال شعيب الارنؤوط:

إسناده قوى على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

۲؎ قال شعيب الارنؤوط:

صحيح بطرقه وشواهده (حاشية مسند احمد)

جب چاہے، یہ اعمال انجام دے سکتا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور شہدائے کربلا کی ارواح کو ثواب پہنچانے کے لئے بھی یہ اعمال کیے جاسکتے ہیں، لیکن اس سلسلہ میں چند باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

(1)......ضرورت مندوں کو کسی بھی وقت کھانا کھلایا جاسکتا ہے، اور پانی پلایا جاسکتا ہے، اس کے لئے شریعت کی طرف سے خاص دس محرم کی قید نہیں لگائی گئی، لہٰذا اس کام کے لئے دس محرم کو خاص کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ جب بھی کوئی بھوک یا پیاس میں مبتلاء اور ضرورت مند سامنے آئے، اس وقت حسبِ توفیق اس کی مدد کرنی چاہئے۔

لہٰذا دوسرے دنوں کے مقابلہ میں محرم کے دنوں اور خاص کر نو، دس تاریخ میں سبیلیں لگانے اور کھانے پکانے اور کھلانے پلانے کی اتنی پابندی کرنا کہ خواہ گرمی ہو یا سردی اور ضرورت ہو یا نہ ہو اور خواہ کھانے پینے والے غریب ہوں یا امیر، بہرصورت اس کا اہتمام کرنا اور دوسرے دنوں میں خواہ کتنی ہی ضرورت کیوں نہ ہو، اس کا اہتمام نہ کرنا صحیح طریقہ نہیں۔

(2)...... ہمیشہ خاص کھانا کھلانے اور پانی پلانے کو لازم اور ضروری نہیں سمجھنا چاہئے، بلکہ جب جس طرح کا ضرورت مند سامنے آئے، اس کا لحاظ کر کے اس کی مدد کرنی چاہئے، مثلاً جس کو لباس کی ضرورت ہو، اس کے لباس کا انتظام کیا جائے، جس کو سفر کے اخراجات کی ضرورت ہو، اس کے سفر کے اخراجات کا انتظام کیا جائے، جس کو دوا یا علاج کی ضرورت ہو، اس کی دوا کا انتظام کیا جائے، اور جس کو کھانے پینے کی ضرورت ہو اس کی یہ ضرورت پوری کی جائے، پس تمام ضرورت کی چیزوں کو نظر انداز کر کے کھانے، پینے کو خاص کرنا درست نہیں۔

(3)...... عام حالات میں صدقہ نقدی کی صورت میں دینا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ اس میں اخلاص بھی زیادہ ہے کہ چھپا کر دینا آسان ہے اور غریبوں کے لئے زیادہ مفید بھی ہے۔ کیونکہ غریبوں کی مختلف موقعوں پر مختلف ضرورتیں ہوتی ہیں۔ نقدی سے غریب اپنی ہر قسم کی

ضرورت پوری کرسکتا ہے (مثلاً لباس کی ضرورت ہوتو پیسوں سے اس کو خرید سکتا ہے، دوا کی ضرورت ہوتو وہ لے سکتا ہے وغیرہ وغیرہ) اور اگر فی الحال اس کو ضرورت نہ ہوتو اپنی آئندہ کی ضروریات کے لئے رکھ سکتا ہے اور اپنے بال بچوں کی بھی ہر قسم کی ضرورت پوری کرسکتا ہے اور بال بچے اس کے پاس موجود نہ ہوں تو دوسری جگہ ان کی ضرورت کے لئے یہ رقم بھیج سکتا ہے اور کھانے کو خاص کرنے کی صورت میں غریبوں کی ان تمام ضروریات وسہولیات کا لحاظ نہیں ہوتا اور نہ ہی ممکن ہے۔ اور صدقہ کا ایک صحیح طریقہ یہ ہے کہ غریبوں کی ضرورت کے مطابق ان کا تعاون کیا جائے، مثلاً مریض کو دوا، مسافر کو کرایہ ٹکٹ وغیرہ کا خرچ، بھوکے کو کھانا اور برہنہ کو لباس، جوتا، سردی میں بے سروسامان کو کمبل، رضائی اور گرم لباس وغیرہ، غرض یہ کہ غریب کی ضرورت پوری کرنے کا خیال رکھا جائے۔

(4)...... صدقہ وخیرات کے اصل مستحق غریب لوگ ہیں، لہٰذا اس کھانے اور مشروب کو غریبوں میں تقسیم کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے، اور بلا امتیاز ہر ایک کو شریک کرنے اور اس سے بڑھ کر امیروں اور بڑے لوگوں یا اپنے جاننے والوں کو خاص طور پر اس کھانے میں شریک کرنے اور ایک دعوت کا سماں بنانے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے، اس میں جہاں ایک طرف غریبوں کی رعایت ہے، اسی کے ساتھ اخلاص کا لحاظ بھی زیادہ ہے، اور اخلاص کی بڑی اہمیت ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

(5)...... کسی خاص قسم کے کھانے پینے مثلاً شربت، کھیچڑ، کھیر، حلیم وغیرہ کو مخصوص اور لازم نہ سمجھا جائے، بلکہ حسبِ توفیق وحسبِ سہولت اعتدال والا راستہ ملحوظ رکھا جائے۔

(6)...... کسی کو کھانا کھلاتے یا پانی پلاتے وقت یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ ہمارا یہ کھانا یا پانی شربت وغیرہ بعینہٖ ان مرحومین کے پاس پہنچ رہا ہے، جن کو ثواب پہنچانے کے لئے ہم یہ عمل کررہے ہیں، خاص طور پر شہدائے کربلا کے بارے میں یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں بھوکے پیاسے شہید ہوئے تھے اور یہ شربت وکھانا ان کے پاس

پہنچ کر ان کی بھوک پیاس بجھائے گا۔ [1]

کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ نعوذ باللہ تعالیٰ شہدائے کربلا شہادت کے بعد صدیاں گزرنے کے باوجود بھی بھوکے پیاسے ہیں۔

دوسرے یہ کہ خاص یہ شربت اور کھانا وغیرہ وہاں پہنچتا ہے۔

جبکہ یہ دونوں باتیں درست نہیں۔

شہیدوں کے لئے شہادت کے بعد قرآن وسنت میں عمدہ اور اعلیٰ رزق دیئے جانے اور اعلیٰ نعمتوں کے عطا فرمانے کا ذکر پایا جاتا ہے، جن کے مقابلہ میں یہاں کا شربت اور کھانا کوئی

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اوراس سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ محرم کے شربت میں بھی عوام کے عمل کا مبنیٰ یہی خیال ہے کہ شہداءِ کربلا پیاسے شہید ہوئے تھے اس لئے شربت پہنچانا چاہئے کہ پیاس بجھے، سو اول تو یہی سمجھنا غلط ہے کہ ان کو یہ شربت پہنچتا ہے، شربت ہرگز نہیں پہنچتا، دوسرے یہ عمل عقیدت کے بھی تو خلاف ہے، کیا آپ کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ حضرات ابھی تک پیاسے ہی ہیں۔ کیا ان کو جنت سے اب تک شربت بھی نہیں ملا، اور اب تک پیاسے ہیں، یہ اعتقاد آپ ہی کو مبارک ہو، ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ ان کو شہادت کے وقت ہی ان شاء اللہ شرابِ طہور کا وہ جام مل چکا ہے، جس سے پہلی بھی پیاس جاتی رہی اور آئندہ کی بھی جاتی رہی، اور اس اعتقادِ فاسد کا ایک مفسدہ یہ ہے کہ بعض دفعہ محرم کا مہینہ سردیوں میں آتا ہے تو اس وقت بھی شربت ہی پلایا جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت لوگ بیمار پڑ جاتے ہیں، کسی کو نمونیہ ہوجاتا ہے، خدا بچائے ایسی پابندیٔ رسم سے، اور غور کر کے دیکھا جاتا ہے کہ رسوم کی پابندی ہمیشہ بے سوچے سمجھے ہی ہوتی ہے (وعظ دارالمسعود ص۹، خطباتِ حکیم الامت ج۱)

فان قال قائل ليس مبنا هذ العمل اعتقاد وصول هذ المشروب بعينه بل مبناه ماقاله بعض الصوفية ان لكل عمل صورة مثالية فى عالم الاخرة تناسب العمل وفسروابذلك قوله تعالىٰ كلما رزقوا منهامن ثمرة رزقاقالوا هذاالذى رزقنا من قبل واتوابه متشابها ط اى اوتواجزاء العمل متشابها للعمل واذا كان كذلك فالتصدق بالمشروب وان لم يستلزم وصول هذابعينه ولكنه يستلزم وصول شئ من نعماء الجنة مناسبالهذا المشروب ومتشابها له وهذا لاقدح فيه ولايرده شئ من النصوص نعم لما كان اعتقاد العوام فى هذه المسئلة فاسدا يلزمنا منعهم من امثال هذه الاعمال والله اعلم،قلناان المناسبة مسلم لكنها موسومة الى الله تعالىٰ لاالىٰ رأينا فمن اين لزم ان الماكول يناسب الماكول والمشروب يناسب المشروب بل ثبت بالحديث ان اللبن المشروب يناسب العلم والدين الغير المشروبين وهكذا فلايصح ماقاله هذاالقائل(حاشيه وعظ مذكور دارالمسعود ص ۹)

حیثیت نہیں رکھتا۔ [1]

علاوہ ازیں اللہ کے حضور جو چیز پیش کی جاتی ہے بعینہٖ وہی نہیں پہنچتی بلکہ اس کا تقویٰ اوراخلاص پہنچتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآئُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (سورة الحج رقم الآية ٣٧)

ترجمہ: ہرگز نہیں پہنچتا اللہ کو، ان قربانیوں کا گوشت اور نہ ان کا خون، بلکہ اللہ کو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے (سورہ حج)

(7)......اس کھانے اور خاص کر محرم کی سبیل سے پینے کو دوسرے کھانوں اور مشروبات سے افضل نہ سمجھا جائے، کیونکہ یہ پہلے ذکر کیا جاچکا کہ اس کا دارومدار ضرورت پر ہے۔

(8)......اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور شہدائے کربلا کے لئے نیک عمل کرنا ہو، تو ان کی روحوں کو ایصالِ ثواب کرنے کی نیت رکھی جائے، اور اس عمل کو اللہ کی رضا اور اللہ کی عبادت سمجھ کر انجام دیا جائے۔

بعض کم علم لوگ اس کے بجائے، خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر اور ان کا قرب اور رضا حاصل کرنے کے لئے یہ عمل کرتے ہیں، جو کہ درست نہیں۔

(9)......بعض لوگ یہ سمجھا کرتے ہیں کہ جس دن کسی کی وفات ہو ہر سال اسی تاریخ کو اس

---

[1] وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ (سورة آلِ عمران، رقم الآيات ١٦٩ الىٰ ١٧١)

عن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :الشهداء على بارق -نهر بباب الجنة- فى قبة خضراء، يخرج عليهم رزقهم من الجنة بكرة وعشيا (مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٩٠)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن(حاشية مسند احمد)

کے لئے صدقہ یا ایصالِ ثواب کرنا ضروری یا کم از کم زیادہ فضیلت کا باعث ہے، اس طرح کی کوئی بات شریعت کی طرف سے ثابت نہیں، بلکہ شریعت کی طرف اس سلسلہ میں بڑی سہولت رکھی گئی ہے، اس سہولت سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

(10)...... ایصالِ ثواب کے لئے عمل میں اخلاص ضروری ہے، لہٰذا کھلانے، پلانے اور ایصالِ ثواب کے عمل کو ایسے طریقہ پر کرنا چاہئے، جس میں ریاکاری شامل نہ ہو۔

(11)...... ایصالِ ثواب اگر قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کی شکل میں ہو، تو اس میں بھی شریعت کی طرف سے کسی مخصوص دن کی قید نہیں لگائی گئی، لہٰذا اس کے لئے بھی کسی مخصوص دن کو لازم وضروری نہیں کرنا چاہئے۔

(12)...... کھانا وغیرہ تیار کرنے اور کھلانے میں یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ اس کی وجہ سے خوش ہوکر شہدائے کربلاء ہماری ضروریات وحاجات کو پورا کریں گے، اور ہماری مرادیں بَر لائیں گے، کیونکہ غیرُ اللہ کے ساتھ اس طرح کا عقیدہ رکھنا گناہ ہے، بلکہ اس میں ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔

نفع ونقصان کا مالک ہونا اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے، اور غیرُ اللہ کے ساتھ اس طرح کا عقیدہ رکھنے سے قرآن وسنت میں جا بجا منع کیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] اگر کوئی غیرُ اللہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اس طرح کا کھانا تیار کرے، یا غیرُ اللہ کے تقرب کے لئے نذرومنت مان کر کسی شخص کو کوئی ایسا کھانا وغیرہ پیش کرے، تو بعض حضرات نے اس طرح کے کھانے کو ''ما اُہِل لغیر اللہ بہٖ'' میں داخل کرکے مُردار کی طرح حرام قرار دیا ہے، اور ہم نے بھی پہلے اس کے مطابق حکم لکھا تھا، لیکن بعد میں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ بہت سے حضرات کے نزدیک ایسا کھانا فی نفسہٖ حرام نہیں ہے، جبکہ استعمال کرنے والے کا اپنا عقیدہ درست ہو، تاہم اس کے قبول کرنے میں گناہ کا تعاون لازم آتا ہے، اس لئے ایسا کھانا کھانے اور اشیاء کے استعمال کرنے سے اجتناب وپرہیز کرنا چاہئے، تاآنکہ اس طرح کا کھانا تیار کرنے والا اپنے غلط عقیدہ کی اصلاح وتوبہ نہ کرلے، اور دلائل کے لحاظ سے اب ہمارے نزدیک یہی راجح ہے، البتہ اگر کوئی اس طرح کے مذکورہ عقیدہ کے ساتھ جانور ذبح کرے، تو اس کے ''ما اُہِل لغیر اللہ بہٖ'' میں داخل ہوکر حرام ہونے میں شبہ نہیں۔

وَهَلُ كَرَاهَةُ اَخُذِهٖ لِكَوُنِ هٰذَا الْمَنْذُوْرِ دَاخِلًا فِيُمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيُرِ اللّٰهِ اَمُ لِوَجُهٍ آخَرَ، وَعِنُدِیُ اَنَّ عِلَّةَ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(13)...... خاص دس محرم کو سبیل لگانے، اور شربت وغیرہ پلانے میں غیروں کے ساتھ تشبہ ومشابہت کا بھی اندیشہ ہے، لہٰذا ان وجوہات کی بناء پر خاص دس محرم کو سبیل لگانے اور کھانا کھلانے سے بچنا چاہیے۔

(12)......زیارتِ قبور

ویسے تو مَرد حضرات کو منکرات اور خرابیوں سے بچتے ہوئے قبرستان میں کسی وقت بھی چلے جانا احادیث سے ثابت ہونے کی وجہ سے سنت ومستحب عمل ہے۔ [1]

چنانچہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

الْكَرَاهَةِ لَيْسَ كَوْنُهُ مِمَّا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ لِمَا عَرَفْتَ اَنَّ مَعْنَاهُ مَاذُبِحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَبِاسْمِ غَيْرِ اللّٰهِ فَغَيْرُ الْمَذْبُوْحِ خَارِجٌ عَنْهُ سَوَاءٌ كَانَ غَيْرَ حَيْوَان اَوْحَيْوَانًا قُرِبَ بِهٖ اِلٰى قَبْرِ صَالِحٍ لَايَقْصَدُ الذِّبْحَ..........

وَيُؤَيِّدُ مَاقُلْنَا اِطْلَاقُ الْبَحْرِ عَلَيْهِ لَفْظَ السُّحْتِ وَالْحَرَامِ دُوْنَ الْمَيْتَةِ وَالنَّجسِ وَالسُّحْتُ يُطْلَقُ عَلَى الرِّشْوَةِ وَالرِّبَا وَكُلِّ مَالَا يَجُوْزُ كَسْبُهٗ وَعَلَى الْمَغْصُوْبِ وَغَيْرِهٖ وَالْكَلَامُ لَيْسَ فِيْ ذٰلِكَ وَاِنَّمَا الْكَلَامُ فِى الْحُرْمَةِ الَّتِىْ تُلْحَقُ الشَّيْئَ بِمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ حَتّٰى يَكُوْنُ مَيْتَةً بَعْدَ الذِّبْحِ ،فَكَلَامُ الْبَحْرِ لَايَدُلُّ عَلٰى حُدُوْثِ مِثْلِ تِلْكَ الْحُرْمَةِ فِىْ مِثْلِ هٰذَا الْمَنْذُوْرِ فَلَمْ يَكُنْ مُعَارِضًا لِقَوْلِ اِبْنِ تَيْمِيَّةَ اَنَّ هٰذَا الْمَالَ الْمَنْذُوْرَ، إِذَا صَرَفَهٗ فِىْ جِنْسِ تِلْكَ الْعِبَادَةِ مِنَ الْمَشْرُوْعِ، مِثْلِ أَنْ يَّصْرِفَهٗ فِىْ عِمَارَةِ الْمَسَاجِدِ، أَوِ الصَّالِحِيْنِ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ كَانَ حَسَنًا. ا ھ.

فَاِنَّ الْمَالِكَ اَىِ النَّاذِرَ اِذَا صَرَفَهٗ فِىْ غَيْرِالْمَنْذُوْرِ كَانَ ذٰلِكَ تَغْيِيْرًا لِنَذْرِهِ الْاَوَّلِ الَّذِىْ هُوَ مَعْصِيَةٌ فَلَا شَكَّ فِىْ كَوْنِ صَرْفِهٖ اِلَى الْمَشْرُوْعِ حَسَنًا وَاَمَّا اِذَا لَمْ يَصْرِفْهُ الْمَالِكُ بِنَفْسِهٖ وَصَرَفَهٗ غَيْرُهٗ اِلَى الْمَصْرَفِ الْمَشْرُوْعِ فَلَايَجُوْزُ لِبَقَاءِ الْحُرْمَةِ فِيْهِ لِكَوْنِهٖ سَائِبَةً لَايَمْلِكُهَا آخِذُهَا وَمَصْرَفُهَا الْفُقَرَاءُ الْمُضْطَرُّوْنَ الْعَاجِزُوْنَ عَنِ الْكَسْبِ. هٰذَا مَاظَهَرَ لِىْ فِىْ تَحْرِيْرِ الْمَقَامِ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْعَلَّامِ

("البذر للخير فی النذر للغیر"، سلسلہ النور، رمضان صفحہ ۲۲ تا صفحہ ۲۴، وذیقعدہ صفحہ ۱۵، مطبوعہ: تھانہ بھون)

(تفصیل ودلائل کے لئے ملاحظہ ہو، ہمارا رسالہ "غیرُ اللہ کی نذر ونیاز وذبح کا حکم")

[1] فاتفقت نصوص الشافعی والأصحاب علی أنه یستحب للرجال زیارة القبور وهو قول العلماء کافة نقل العبدری فیه إجماع المسلمین ودلیله مع الإجماع الأحادیث الصحیحة المشهورة (المجموع شرح المهذب ج۵، ص۳۱۰، کتاب الجنائز، باب التعزیة والبکاء علی المیت)

اتفق الفقهاء علی أنه یندب زیارة القبور للرجال، لقول النبی صلی الله علیه وسلم :إنی کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها فإنها تذکر الآخرة (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۳۲ص ۲۵۲،مادة "قبر")

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا، فَإِنَّ فِيْ زِيَارَتِهَا تَذْكِرَةً (سنن ابی داؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے (پہلے شرک و بت پرستی اور بدعات وغیرہ سے بچانے کے لئے) تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کردیا تھا، پس اب تم قبروں کی زیارت کرلیا کرو (اور اب تمہیں اس کی اجازت ہے) کیونکہ قبروں کی زیارت میں عبرت ونصیحت کا سامان ہے (ابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّيْ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا، فَإِنَّ فِيْهَا عِبْرَةً (مسند احمد، رقم الحديث ١١٣٢٩) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے (پہلے شرک و بت پرستی اور بدعات وغیرہ سے بچانے کے لئے) تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کردیا تھا، پس اب تم قبروں کی زیارت کرلیا کرو (اور اب تمہیں اس کی اجازت ہے) کیونکہ قبروں کی زیارت میں عبرت کا سامان ہے (مسند احمد)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا، فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا، وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ (سنن ابنِ ماجه) [3]

---

[1] رقم الحديث ٣٢٣٥، كتاب الجنائز، باب في زيارة القبور.
قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية ابی داؤد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

[3] ١٥٧١، كتاب الجنائز، باب ما جاء في زيارة القبور.
قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره (حاشية ابنِ ماجه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے (پہلے شرک وبت پرستی اور بدعات وغیرہ سے بچانے کے لئے) تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کردیا تھا، پس اب تم قبروں کی زیارت کرلیا کرو (اور اب تمہیں اس کی اجازت ہے) کیونکہ قبروں کی زیارت دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے، اور آخرت کو یاد دلاتی ہے (ابنِ ماجہ)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ منکرات اور خرابیوں سے بچتے ہوئے قبروں پر حاضری جائز ہے، اور اس کا اہم مقصد دنیا کی بے رغبتی کا پیدا ہونا اور موت، قبر وآخرت کو یاد کرنا اور عبرت ونصیحت کا حاصل کرنا ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوْا إِلَى الْمَقَابِرِ، كَانَ قَائِلُهُمْ يَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ(سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یہ تعلیم دیا کرتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں، تو کہنے والا یہ کہے کہ تم پر سلام ہو، مومنین اور مسلمین کے گھر والو!، اور ہم بے شک ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت (یعنی تکلیف وعذاب سے سلامتی) کی دعاء کرتے ہیں (ابنِ ماجہ)

---

[1] رقم الحديث ١٥٤٧، كتاب الجنائز، باب ما جاء فيما يقال إذا دخل المقابر.
قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية ابنِ ماجه)

اس حدیث سے مومن کی قبر پر اس کے لئے سلامتی کی دعاء کا کرنا معلوم ہوا۔ [1]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيْعِ، فَيَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا، مُؤَجَّلُوْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ، بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب ان کے پاس رات کی باری ہوتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں بقیع قبرستان جا کر یہ دعاء کیا کرتے تھے کہ سلام ہو تم پر مومنین کی قوم کے گھر والو!، اور تمہارے پاس کل تمہارے وعدے کی چیزیں آئیں گی، جس کی تمہارے لئے مدت مقرر کی گئی ہے، اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، اے اللہ! بقیع قبرستان والوں کی مغفرت فرما دیجئے (مسلم)

اس حدیث سے قبرستان جا کر ان کے لئے مغفرت کی دعاء کا کرنا معلوم ہوا، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ سب مومن قبرستان والوں کے لئے اجمالی دعاء بھی ایک ہی جملہ میں کافی ہو جاتی ہے۔ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

فَقَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَأْتِيَ أَهْلَ الْبَقِيْعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ، قَالَتْ:

---

[1] نسأل الله (لنا ولكم العافية) وهى الأمن من مكره (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، تحت رقم الحديث ۴۵۸۳)

[2] رقم الحديث ۹۷۴ "۱۰۲" كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها.

[3] (اللهم اغفر لأهل بقيع الغرقد) أى مقبرة المدينة، وفيه أن الدعوة الإجمالية على وجه العموم كافية (مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۲۵۸، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور)

قُلْتُ: كَيْفَ أَقُولُ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ قُولِيْ: اَلسَّلَامُ عَلٰى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ (مسلم) [1]

ترجمہ: پس جبریلِ امین نے فرمایا کہ آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ بقیع قبرستان آ کر ان کے لئے استغفار کریں (اس حکم کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقیع قبرستان تشریف لے گئے، اور مرحومین کے لئے مغفرت کی دعاء کی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اُن (قبرستان والوں کے لئے) کیا کہوں (یعنی کس طرح سے دعاء کروں؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ یہ کہو، سلام ہو مومنین اور مسلمین کے گھر والوں پر، اور اللہ ہم سے پہلے جانے والوں اور بعد میں جانے والوں پر رحم (اوران کی مغفرت) فرمائے، اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں (مسلم)

اور مسند احمد کی حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ: بُعِثْتُ إِلٰى أَهْلِ الْبَقِيْعِ لِأُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۶۱۲) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلمنے یہ فرمایا کہ مجھے بقیع قبرستان والوں کی طرف (اللہ کی جانب سے حکم دے کر) بھیجا گیا، تاکہ میں ان کے لئے استغفار کروں (مسند احمد)

ان احادیث سے قبرستان جا کر مومنوں کے لئے مغفرت وغیرہ کی دعاء کا کرنا ثابت ہوا۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ۹۷۴ ”۱۰۳“ كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها.

[2] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده محتمل للتحسين (حاشية مسند احمد)

[3] اور ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کا حکم دے کر زیارت کو ان کے لئے دعاء واستغفار بنانے کا حکم فرمایا ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس طرح کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں پر جانے کا اصل مقصود عبرت حاصل کرنا اور موت کو یاد کرنا ہے، اور اسی کی ساتھ مومنین کی مغفرت وغیرہ کی دعاء کرنا بھی ہے۔

پھر بعض فقہاء نے ہر ہفتہ اور خصوصیت کے ساتھ جمعہ کے دن قبرستان جانے کو افضل قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

عن ثوبان، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال :إني كنت نهيتكم عن زيارة القبور، فزوروها، واجعلوا زيارتكم لها صلاة، عليهم واستغفارا لهم، ونهيتكم عن أكل لحوم الأضاحي، بعد ثلاث فكلوا، منها وادخروا، ونهيتكم عما ينبذ في الدباء، والحنتم، والمقير، فانتبذوا وانتفعوا بها(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ١٤١٩)

مگر تحقیق کرنے پر اس حدیث کی سند غیر معمولی ضعیف معلوم ہوئی، جس کی سند کی پہلے تحقیق نہ ہوسکی تھی۔

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الكبير، وفيه يزيد بن ربيعة الرحبي، وهو ضعيف(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٤٣٠٧)

وقال ايضاً في حديث آخر:

رواه الطبراني في الكبير، وفيه يزيد بن ربيعة، ضعيف جدا(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٣٨٧)

وقال ايضاً في حديث آخر:

رواه الطبراني في الكبير، وفيه يزيد بن ربيعة، وهو متروك(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٧٠١)

وقال ايضاً في حديث آخر:

رواه الطبراني في الكبير، وفيه يزيد بن ربيعة، وهو متروك منكر الحديث(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٧٨٦)

وقال ايضاً في حديث آخر:

رواه الطبراني، وفيه يزيد بن ربيعة وهو متروك نسب إلى الوضع، وقال ابن عدى :لا بأس به(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٩٢٤٩)

[1] (قوله وبزيارة القبور) أى لا بأس بها، بل تندب كما فى البحر عن المجتبى، فكان ينبغى التصريح به للأمر بها فى الحديث المذكور كما فى الإمداد، وتزار فى كل أسبوع كما فى مختارات النوازل .قال فى شرح لباب المناسك إلا أن الأفضل يوم الجمعة والسبت والاثنين والخميس، فقد قال محمد بن واسع :الموتى يعلمون بزوارهم يوم الجمعة ويوما قبله ويوما بعده، فتحصل أن يوم الجمعة أفضل (رد المحتار، ج٢، ص ٢٤٢، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فى زيارة القبور)

لیکن خاص دس محرم کو قبرستان جانے کا شریعت میں حکم نہیں آیا، اور نہ ہی فقہائے کرام نے اس کا ذکر کیا ہے، اس لئے خاص دس محرم کو قبرستان جانے کو ضروری یا زیادہ باعثِ فضیلت سمجھنا درست نہیں ہے۔

اسی طرح قبرستان جانے کا مقصود چونکہ موت کو یاد کرنا اور مرحومین کے لئے دعاء واستغفار کرنا ہے، اس لئے وہاں ان ہی مقاصد کے لئے جانا چاہئے، اور وہاں جا کر غیر شرعی حرکات سے پرہیز کرنا چاہئے۔

آج کل بعض لوگ دس محرم کو خاص طور پر قبرستان جانے کو بہت ضروری سمجھتے ہیں، اور اسی کے ساتھ وہاں جا کر قبروں پر پانی چھڑکنے اور مٹی گارے سے قبر کی لپائی کرنے، اور اس دن قبروں کو پختہ کرانے اور ان پر اگربتی لگانے اور چادریں ڈالنے اور پھول چڑھانے کو بہت ضروری سمجھتے ہیں، حالانکہ اولاً تو فقہائے کرام نے ان میں سے بیشتر چیزوں سے منع فرمایا ہے، اور دوسرے ان چیزوں کو دس محرم کے ساتھ خاص سمجھنا بھی شریعت میں ثابت نہیں، بلکہ اس کی پابندی کیے بغیر جب بھی موقع ہو، شریعت کے مطابق قبرستان جانا اور ضرورت کے موقعہ پر قبر پر مٹی ڈال دینا یا مٹی کے گارے سے اس کو لیپ دینا، مٹی کو بٹھانے کے لئے ضرورت کے وقت پانی چھڑک دینا جائز ہے۔

احادیث میں قبروں کو پختہ کرنے کی بھی ممانعت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ وَأَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے (مسلم)

---

[1] رقم الحدیث ۹۷۰ ''۹۴'' کتاب الجنائز، باب النهی عن تجصیص القبر والبناء علیه.

اس طرح کا مضمون اور احادیث میں بھی آیا ہے۔ [1]

اگر مردہ اچھی جگہ چلا گیا تو اس کو دنیا کی چیزوں اور عمارت کی ضرورت نہیں، اور اگر بُری جگہ چلا گیا، تو یہ چیزیں اور عمارتیں وہاں کی تکلیفوں اور مصیبتوں کے مقابلہ میں نفع نہیں پہنچا سکتیں۔

اس لئے ان چیزوں کے بجائے شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق عمل کرنا چاہئے، اور اپنے وقت اور اپنے مال کو اچھے مصارف میں خرچ کرنا چاہئے۔

اور خاص دس محرم کو قبر اور قبرستان پر کی جانے والی غیر شرعی حرکتوں سے بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] عن أبي سعيد قال: نهى نبي الله صلى الله عليه وسلم أن يبنى على القبور، أو يقعد عليها، أو يصلى عليها (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحديث ١٠٢٠)

قال حسين سليم أسد الداراني:

إسناده صحيح (حاشية ابی یعلیٰ)

(خاتمہ)

چند سوالات اور اُن کے معتدل جوابات

اب چند ایسے سوالوں کے جوابات معتدل انداز میں دیئے جاتے ہیں، جن میں عامۃ الناس باہم اختلاف کرتے ہیں، اور ان کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑتے ہیں۔

(1)......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق راہِ اعتدال

سوال: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا اور وہ غلط کردار کے مالک تھے ان کا اسلام میں کوئی مقام نہیں، جبکہ دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عظیم صحابی تھے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی اور بڑی عظیم خدمات اسلام کے لئے انجام دیں، اس سلسلہ میں راہِ اعتدال کیا ہے؟

جواب:......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار اُن جلیلُ القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے، جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسلسل حاضری کا شرف حاصل رہا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو وحیِ الٰہی لکھنے کی وجہ سے کاتبِ وحی کہا جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کتابتِ وحی کا کام جتنا نازک تھا اور اس کے لئے جس احساسِ ذمہ داری، امانت و دیانت اور علم وفہم کی ضرورت تھی وہ محتاجِ بیان نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسلسل حاضری، کتابتِ وحی، امانت و دیانت اور دوسری پاکیزہ صفات کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے عظیم الشان دعاء فرمائی۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ(سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے اس طرح دعا فرمائی کہ اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت پانے والا بنا دیجئے اور اس کے ذریعہ سے (لوگوں کو) ہدایت عطا فرمائیے (ترمذی)

اس حدیث کی سند معتبر ہے، بعض اہلِ علم حضرات نے اس حدیث کی سند کو دلائل کے ساتھ معتبر قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٣٨٤٢، كتاب المناقب، باب مناقب معاوية بن ابى سفيان رضى الله عنه،مسند الشاميين للطبرانى رقم الحديث ٣٣٤، معرفة الصحابة لابى نعيم رقم الحديث ٤٦٣٤.
قال الترمذى:هذا حديث حسن غريب.

[2] "اللهم اجعله هاديا مهديا واهده واهد به .يعنى معاوية ."
أخرجه الترقفى فى "حديثه(ق ١/٤٥) "حدثنا أبو مسهر حدثنا سعيد بن عبد العزيز عن ربيعة بن يزيد عن عبد الرحمن بن أبى عميرة المزنى – قال سعيد: وكان من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال فى معاوية ...فذكره .ومن هذا الوجه أخرجه البخارى فى "التاريخ(٤/١/٢٧) "والترمذى(٢/٣١٦ـ بولاق)وابن عساكر فى "تاريخ دمشق (١/ ٢/١٣٣ و ٢/٢٤٣/١٦) " وقال الترمذى: " حديث حسن غريب ."
وأقول: رجاله كلهم ثقات رجال مسلم، فكان حقه أن يصحح، فلعل الترمذى اقتصر على تحسينه لأن سعيد بن عبد العزيز كان قد اختلط قبل موته، كما قال أبو مسهر وابن معين، لكن الظاهر أن هذا الحديث تلقاه عنه أبو مسهر قبل اختلاطه، وإلا لم يروه عنه لو سمعه فى حالة اختلاطه، لاسيما وقد قال أبو حاتم: " كان أبو مسهر يقدم سعيد بن عبد العزيز على الأوزاعى ."
قلت: أفتراه يقدمه على الإمام الأوزاعى وهو يروى عنه فى اختلاطه؟! .وقد تابعه جمع:
١ ـ: رواه ابن محمد الدمشقى أخبرنا سعيد أخبرنا ربيعة بن يزيد سمعت عبد الرحمن بن أبى عميرة المزنى يقول: سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول فى معاوية بن أبى سفيان: فذكره. أخرجه البخارى فى "التاريخ "وابن عساكر.
٢ ـ : الوليد بن مسلم مقرونا بمحمد بن مروان – ولعله مروان بن محمد – قالا: أخبرنا سعيد بن عبد العزيز به مسلسلا بالسماع .أخرجه ابن عساكر، وأخرجه أحمد(٤/٢١٦)عن الوليد وحده.
٣ـ :عمر بن عبد الواحد عن سعيد بن عبد العزيز به مسلسلا .أخرجه ابن عساكر.
٤ ـ :محمد بن سليمان الحرانى: أخبرنا سعيد بن عبد العزيز به مصرحا بسماع عبد الرحمن بن أبى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

عميرة إياه من النبى صلى الله عليه وسلم .أخرجه ابن عساكر.

قلت: فهذه خمسة طرق عن سعيد بن عبد العزيز، وكلهم من ثقات الشاميين، ويبعد عادة أن يكونوا جميعا سمعوه منه بعد الاختلاط، وكأنه لذلك لم يعله الحافظ بالاختلاط، فقد قال في ترجمة ابن أبى عميرة من "الإصابة" :"ليس للحديث علة إلا الاضطراب، فإن رواته ثقات، فقد رواه الوليد ابن مسلم وعمر بن عبد الواحد عن سعيد بن عبد العزيز مخالفا أبا مسهر فى شيخه، قالا: عن سعيد عن يونس بن ميسرة عن عبد الرحمن بن أبى عميرة أخرجه ابن شاهين من طريق محمود بن خالد عنهما ، وكذا أخرجه ابن قانع من طريق زيد بن أبى الزرقاء عن الوليد بن مسلم ."

قلت: رواية الوليد هذه أخرجها ابن عساكر أيضا من طريق أخرى عنه، لكن قد تقدمت الرواية عنه وعن عمر بن عبد الواحد على وفق رواية أبى مسهر، فهى أرجح من روايتهما المخالفة لروايته، لاسيما وقد تابعه عليها مروان بن محمد الدمشقى ومحمد بن سليمان الحرانى كما تقدم، ولذلك قال الحافظ ابن عساكر: " وقول الجماعة هو الصواب ."وإذا كان الأمر كذلك، فالاضطراب الذى ادعاه الحافظ ابن حجر إن سلم به، فليس من النوع الذى يضعف الحديث به، لأن وجوه الاضطراب ليست متساوية القوة، كما يعلم ذلك الخبير بعلم مصطلح الحديث .وبالجملة، فاختلاط سعيد بن عبد العزيز لا يخدج أيضا فى صحة الحديث .وأما قول ابن عبد البر فى الحديث ورواية ابن أبى عميرة: " لا تصح صحبته، ولا يثبت إسناد حديثه ."فهو وإن أقره الحافظ عليه فى " التهذيب "فقد رده فى "الإصابة "أحسن الرد متعجبا منه، فقد ساق له فى ترجمته عدة أحاديث مصرحا فيها بالسماع من النبى صلى الله عليه وسلم، ثم قال: " وهذه الأحاديث، وإن كان لا يخلوا إسناد منها من مقال، فمجموعها يثبت لعبد الرحمن الصحبة، فعجب من قول ابن عبد البر (فذكره) ، وتعقبه ابن فتحون وقال: لا أدرى ما هذا؟ فقد رواه مروان بن محمد الطاطرى وأبو مسهر، كلاهما عن ربيعة بن يزيد أنه سمع عبد الرحمن بن أبى عميرة أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:) ." قال الحافظ) : " وفات ابن فتحون أن يقول: هب أن هذا الحديث الذى أشار إليه ابن عبد البر ظهرت له فيه علة الانقطاع، فما يصنع فى بقية الأحاديث المصرحة بسماعه من النبى صلى الله عليه وسلم؟ ! فما الذى يصحح الصحبة زائدا على هذا، مع أنه ليس للحديث الأول علة إلا الاضطراب " ...إلخ كلامه المتقدم.

قلت: فلا جرم أن جزم بصحبته أبو حاتم وابن السكن، وذكره البخارى وابن سعد وابن البرقى وابن حبان وعبد الصمد بن سعيد فى "الصحابة "وأبو الحسن بن سميع فى الطبقة الأولى من " الصحابة "الذين نزلوا حمص، كما فى "الإصابة " لابن حجر، فالعجب منه كيف لم يذكر هذه الأقوال أو بعضها على الأقل فى "التهذيب "وهو الأرجح، وذكر فيه قول ابن عبد البر المتقدم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ، وَقِهِ الْعَذَابَ (موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! معاویہ کو کتاب (یعنی قرآن مجید) اور حساب کا علم دیجئے اور ان کو (جہنم کے) عذاب سے بچا دیجئے (موارد)

یہ حدیث بھی سند کے اعتبار سے معتبر ہے، اور اس کو غیر معتبر کہنا اعتدال پر مبنی نہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وهو المرجوح! وهذا مما يرشد الباحث إلى أن مجال الاستدراك عليه وعلى غيره من العلماء مفتوح على قاعدة: كم ترك الأول للآخر! . ومما يرجح هذا القول إخراج الإمام أحمد لهذا الحديث فى "مسنده "كما تقدم، فإن ذلك يشعر العارف بأن ابن أبى عميرة صحابى عنده، وإلا لما أخرج له، لأنه يكون مرسلا لا مسندا .ثم إن للحديث طريقا أخرى، يرويه عمرو بن واقد عن يونس بن حلبس عن أبى إدريس الخولانى عن عمير بن سعد الأنصارى قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: فذكره.

أخرجه الترمذى وابن عساكر، وقال الترمذى: " حديث غريب، وعمرو بن واقد يضعف ."ثم رواه ابن عساكر عن الوليد بن سليمان عن عمر بن الخطاب مرفوعا به.

وقال: " الوليد بن سليمان لم يدرك عمر ."وبالجملة فالحديث صحيح، وهذه الطرق تزيده قوة على قوة(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٩٦٩)

[1] رقم الحديث ٢٢٧٨،كتاب المناقب، باب ما جاء فى معاوية.

قال حسين سليم اسد الدارانى:

إسناده حسن من أجل الحارث بن زياد، وقد فصلنا القول فيه عند الحديث المتقدم برقم(٨٨٢)وبينا أن يونس بن سيف الكلاعى ثقة عند هذا الحديث أيضاً (حاشية موارد الظمآن)

[2] قال الالبانى:

(اللهم! علم معاوية الكتاب والحساب، وقه العذاب) .

روى من حديث العرباض بن سارية، وعبد الله بن عباس، وعبد الرحمن ابن أبى عميرةالمزنى، ومسلمة بن مخلد، ومرسل شريح بن عبيد، ومرسل حريز بن عثمان .١- أما حديث العرباض؛ فيرويه يونس بن سيف عن الحارث بن زياد عن أبى رهم السمعى عن العرباض بن سارية السلمى قال: سمعت رسول الله – صلى الله عليه وسلم – يقول: ... فذكره .

أخرجه ابن خزيمة فى "صحيحه(١٩٣٨) "وابن حبان(٢٢٧٨)وأحمد(١٢٧/٤)وفى "فضائل الصحابة(١٧٤٨) "والبزار(٢٧٢٣)والفسوى فى "التاريخ(٣٤٥/٢)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس طرح کی حدیث حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

نیز اور بھی کئی سندوں سے یہ حدیث مروی ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ "والحسن بن عرفة فی "جزئه(۱۲۲/۶۱) "والطبرانی فی " المعجم الکبیر(۲۲۸/۲۵۱/۱۸) " وابن عدی فی "الکامل (۴۰۶/۲)"ومن المخطوطات: أبو القاسم الکتانی فی "جزء من حدیثه(ق ۲/۴) "وفی مجلس البطاقة"أیضا (ق ۱/۱۸۸)وا بن بشران فی "الأمالی(ق ۱/۱۴) "وابن حمصة فی "جزء البطاقة (ق ۲/۷۰) "وأبو طاهر الأنباری فی "مشیخته(ق ۱/۱۴۹) " وابن عساکرفی "تاریخ دمشق (۱۶/ ۲۸۲ و۲۸۳) "وأبو موسی المدینی فی "جزء من الأمالی(ق ۱/۲) "کلهم عن یونس به.

قلت: وهذا إسناد حسن فی الشواهد، رجاله ثقات, غیر الحارث بن زیاد؛ فإنه مجهول لم یوثقه غیر ابن حبان، ولم یذکر له راویا غیر یونس هذا، وعلیه؛ فقول الحافظ فیه: "لین الحدیث !" لیس علی الجادة.

ثم إنه لیس یخفی أن إخراج ابن خزیمة لحدیثه فی "الصحیح "یعنی أنه ثقة عنده، إلا أنه قد عرف بالتساهل فی التصحیح والتوثیق– کتلمیذه ابن حبان–، فلا أقل من أن یصلح للاستشهاد به، وهذا هو الذی مال إلیه من قوی هذا الحدیث کما یأتی.

ومع هذا؛ فقد خفی توثیق ابن حبان المذکور علی الهیثمی، فقال فی "مجمع الزوا ئد(۳۵۶/۹) " "رواه البزار وأحمد– فی حدیث طویل– والطبرانی، وفیه الحارث بن زیاد؛ولم أجد من وثقه، ولم یرو عنه غیر یونس بن سیف، وبقیة رجاله ثقات، وفی بعضهم خلاف ."(سلسلة الأحادیث الصحیحة، تحت رقم الحدیث ۳۲۲۷)

[1] قال الالبانی:

وأما حدیث ابن عباس؛ فیرویه عثمان بن عبد الرحمن الجمحی عن عطاء بن أبی رباح عن ابن عباس مرفوعاً به.

أخرجه أبو جعفر الرزاز فی "حدیثه(۱/۹۹/۴) "وابن عدی(۱۶۲/۵)وا بن عساکر (۱۶/ ۲۸۳ ـ ۲۸۴)وقال: "وهو ضعیف ."

قلت: وعلته الجمحی هذا؛ فإنه مختلف فیه، وهو کما قال الذهبی فی "المیزان :" "صویلح ." وقال الحافظ فی "التقریب :" "لیس بالقوی ."

قلت: فمثله یستشهد به أیضا، فکأنه لذلک سکت عنه الحافظ ابن کثیرفی "البدایة(۱۲۱/۸) " ولم یضعفه(سلسلة الأحادیث الصحیحة، تحت رقم الحدیث ۳۲۲۷)

[2] قال الالبانی:

وأما حدیث عبد الرحمن بن أبی عمیرة المزنی؛ فیرویه سعید بن عبد العزیز عن ربیعة بن یزید عنه به .أخرجه البخاری فی "التاریخ(۳۲۷/۱/۴) "وابن عساکر(۱۶/۲۸۴ ـ ۲۸۶)والذهبی فی "السیر (۳۸/۸)" ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت مسلمہ بن مخلد سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ، وَمَكِّنْ لَهُ فِي الْبِلَادِ(المعجم الكبير للطبراني) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ دعاء فرمائی

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت: وهذا إسناد جيد عندى، وشاهد قوى، رجاله ثقات رجال مسلم؛ غير ابن أبى عميرة؛ وهو صحابى كما جاء مصرحا به فى بعض الطرق، وبلفظ: " اللهم! اجعله هاديا مهديا، واهده، واهد به ."وقد تقدم تخريجه برقم(١٩٦٩)وحسنه الترمذى كما ذكرت ثمة؛ وكذلك حسنه الجوزقانى فى كتابه "الأباطيل(١/١٩٣)"

وقد أعل حديث الترجمة- من رواية ابن أبى عميرة- المعلق على "الإحسان (١٦/١٩٣)"بقوله: "ورجاله ثقات إلا أن سعيد بن عبد العزيز قد اختلط !" وقد غفل- كما هو شأن كل كاتب- أو تغافل عن كون الراوى لهذا الحديث عن سعيد إنما هو أبو مسهر- واسمه عبد الأعلى بن مسهر-، وأنه هو الذى رماه بالاختلاط، وأنه يستبعد منه- لفضله- أن يحدث عنه فيما سمعه منه فى حال اختلاطه، كما كنت ذكرت ذلك فيما تقدم.

وأضيف الآن فأقول:

وإن مما يؤيد ذلك: أن الإمام مسلما قد احتج فى "صحيحه "برواية أبى مسهر عن سعيد بن عبد العزيز عن ربيعة بن يزيد، كما فى "تهذيب المزى "، وما أجد لهذا وجها إلا ما تقدم، أو أن اختلاطه كان ضيقا لا يضر، وهو الذى يكنى عنه بعضهم بأنه:" تغير"؛ وهو ما وصفه به الحافظ حمزة الكنانى، وهذا الوصف هو الذى يلتقى مع إطلاقات أئمة الجرح الثناء عليه، كقول أحمد: "ليس بالشام رجل أصح حديثا منه ."

وقول ابن معين فيه:"حجة ."ونحوه كثير.

ولعل قول الحافظ الذهبى فى "السير(٣/١٢٤)"عقب حديث العرباض: "وللحديث شاهد قوى ."أقول: لعل هذا القول منه هو ما ذكرته .والله أعلم (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٣٢٢٧)

[1] رقم الحديث ١٠٦٥،ج١٩ص٤٣٩، فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل، رقم الحديث ١٧٥٠، الشريعة للآجرى، رقم الحديث ١٩١٩.

قال الهيثمى:

رواه الطبرانى من طريق جبلة بن عطية عن مسلمة بن مخلد وجبلة لم يسمع من مسلمة فهو مرسل ورجاله وثقوا وفيهم خلاف(مجمع الزوائد ،ج٩ص٣٥٧، تحت رقم الحديث ١٥٩١٩ ،باب ما جاء فى معاوية بن أبى سفيان رضى الله عنه)

کہ اے اللہ معاویہ کو کتاب (یعنی قرآن مجید) اور حساب کا علم دیجئے اور شہروں میں اس کے لئے قوت عطا فرما دیجئے (طبرانی)

یہ حدیث بھی دوسری کئی روایات کے مطابق ہے، اور معتبر ہے۔ ۱

---

۱ قال الالبانی:

وأما حديث مسلمة بن مخلد؛ فيرويه أبو هلال محمد بن سليم قال: ثنا جبلة بن عطية عن مسلمة بن مخلد أو عن رجل عن مسلمة بن مخلد.

أنه رأى معاوية يأكل، فقال لعمرو بن العاص: إن ابن عمك هذا لمخضد، أما إني أقول هذا، وقد سمعت رسول الله – صلى الله عليه وسلم – يقول: ... فذكر الحديث؛ لكنه لم يذكر:" الحساب "، وقال مكانه:"ومكن له في البلاد."

أخرجه أحمد في "الفضائل(١٧٥٠) " وكذا ابن سعد كما في "البداية(٨/١٢١)"وليس في المجلدات المطبوعة، ولا في المجلد الذي طبع منه– حديثا– كمتمم–، وابن الجوزي في "العلل (٢٧٢/١) "وابن عساكر(٦٨٤/١٦)

وأعله ابن الجوزي بأبي هلال، وهو صدوق فيه لين كما في "التقريب ."وأعله الهيثمي بالانقطاع فقال(٣٥٧/٨):"رواه الطبراني من طريق جبلة بن عطية عن مسلمة بن مخلد، وجبلة لم يسمع من مسلمة؛ فهو مرسل، ورجاله وثقوا، وفيهم خلاف ."

قلت: والصواب إعلاله بالرجل الذي لم يسم، فهو مجهول، ولم يقع له ذكر في إسناد ابن الجوزي، وكذلك في طريق الطبراني فيما يظهر من كلام الهيثمي، والقسم الذي فيه مسلمة بن مخلد.

وجبلة هذا: الظاهر أنه ابن عطية الفلسطيني المترجم في "التهذيب "برواية جمع عنه، ومنهم الراسبي هذا، وبتوثيق ابن معين وابن حبان، ووثقه الذهبي أيضا في "الكاشف ." وصنيعه في "الميزان "يدل على أنه يفرق بين الفلسطيني الموثق، وبين جبلة ابن عطية هذا؛ فإنه ذكره هكذا في "الميزان "غير منسوب، وقال: "لا يعرف، والخبر منكر بمرة، وهو من طريق ثقتين عن أبي هلال محمد بن سليم: حدثنا جبلة عن رجل "... فذكر الحديث .وتعقبه الحافظ في "اللسان "، فقال: "ولعل الآفة في الحديث من الرجل المجهول، وأما جبلة؛ فنقل ابن أبي حاتم توثيقه عن ابن معين ." ...

٥ ــ :وأما مرسل شريح بن عبيد، فقال أحمد في "الفضائل (١٧٤٩) "ثنا أبو المغيرة قال: ثنا صفوان قال: حدثني شريح بن عبيد: أن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – دعا لمعاوية بن أبي سفيان:" اللهم " ...الحديث بلفظ الترجمة.

قلت: وهذا إسناد شامي مرسل صحيح، رجاله ثقات، وشريح بن عبيد: هو الحضرمي الحمصي تابعي ثقة، روى عن جمع من الصحابة، وأرسل عن آخرين .

وصفوان: هو ابن عمرو هو السكسكي الحمصي، وهو من رجال مسلم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وأبو المغيرة: اسمه عبد القدوس بن الحجاج الخولانى الحمصى، من رجال الشيخين.
٦ ــ : وأما مرسل حريز بن عثمان؛ فقال الحسن بن عرفة فى "جزئه (٦٢)"حدثنا شبابة بـن سوار عن حريز بن عثمان أن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – دعا ...الحديث.
ومن طريق الحسن:
أخرجه ابن عساكر(١٦/٢٨٤)وهذا أيضا إسناد شامى مرسل صحيح؛ فإن الحسن بن عرفة ثقة من شيوخ الترمذى وابن ماجه.
وشبابة بن سوار: ثقة حافظ من رجال الشيخين.
وحريز بن عثمان: هو الرحبى الحمصى، وهو ثقة من رجال البخارى؛ ولكنه كان يبغض عليا أبغضه الله! ولذلك أورده ابن حبان فى "الضعفاء(١/٢٦٨ ـ ٢٦٩) "وقال فى "صحيحه -"بعد أن ساق حديث عقبة بن عامر فى التشهد بعد الوضوء من طريقين عنه، أحدهما: عن أبى عثمان عن جبير بن نفيرعنه(٣/٣٢٥ــ ٣٢٨/١٥٠ــ المؤسسة):"أبو عثمان هذا يشبه أن يكون حريز بن عثمان الرحبى، وإنما اعتمدنا على هذا الإسناد الأخير؛ لأن حريز بن عثمان ليس بشىء فى الحديث !"
وأرى أن فى موقف ابن حبان هذا من حريز – مع تواتر أقوال الأئمة فى توثيقه تواترا عجيبا، نادرا ما نرى مثله فى كثير من الثقات المعروفين مع وصف بعضهم إياه بالبغض المذكور آنفا– مبالغة ظاهرة، وهو قائم على مذهبه الذى أفصح عنه فى مقدمة"ضعفائه(ص ٨١) ":" أن منهم المبتدع إذا كان داعية إلى بدعته ."
وهى مسألة طالما اختلفت فيها أقوال العلماء، كما هو مبسوط فى "علم المصطلح "، والذى تحرر عندى فيها– ورأيت فحول العلماء عليها–: أن المبتدع إذا ثبتت عدالته وضبطه وثقته؛ فحديثه مقبول ما لم تكن بدعته مكفرة، ولم يكن حديثه مقويا لبدعته، والى هذا مال الحافظ فى "شرح النخبة "تبعا للعلامة المحقق ابن دقيق العيد، وقد حكى كلامه فى "مقدمة الفتح (ص٣٨٥)" وهو جيد ومهم جدا، فراجعه.
واذا عرفت هذا؛ فحديث عقبة ليس فيه ما يؤيد البدعة، وكذلك حديثنا، إنما هو فى دعاء النبى – صلى الله عليه وسلم – لمعاوية– رضى الله عنه–، وهذا يقال فيما لو تفرد به حريز، فكيف وقد توبع من جمع كما تقدم؟!!
فلا غرابة إذن أن ذهب إلى تقويته من سبق ذكرهم من الحفاظ، ويمكن أن نلحق بهم الحافظ ابن عساكر؛ فإنه بعد أن ساق الأحاديث المتقدمة، وغيرها مما لا مجال بوجه لتقويتها، وروى بسنده الصحيح عن إسحاق بن راهويه أنه قال: "لا يصح عن النبى – صلى الله عليه وسلم – فى فضل معاوية بن أبى سفيان شىء"؛ عقب عليه بقوله: "وأصح ما روى فى فضل معاوية حديث أبى حمزة عن ابن عباس أنه كان كاتب النبى –

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

أَرْدَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَاوِيَةَ ، فَقَالَ يَا مُعَاوِيَةُ مَا يَلِيْنِيْ مِنْكَ ؟ قَالَ :بَطْنِيْ ، قَالَ : اَللّٰهُمَّ اِمْلَاهُ عِلْمًا وَّحِلْمًا

(الشريعة للآجرى) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاویہ! تمہارے جسم کا کون سا حصہ میرے جسم کے ساتھ مل رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرا پیٹ (اور سینہ) آپ کے جسمِ مبارک کے ساتھ ملا ہوا ہے، یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعاء فرمائی کہ اے اللہ! اس کو علم اور حلم سے بھر دیجئے (آجری)

ایک حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے امین ہونے کا ذکر ہے۔ [2]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

صلى الله عليه وسلم –، فقد أخرجه مسلم فى "صحيحه "، وبعده حديث العرباض: "اللهم! علمه الكتاب " ...، وبعده حديث ابن أبى عميرة: " اللهم! اجعله هاديا مهديا (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٣٢٢٧)

[1] رقم الحديث ١٩٢١، باب ذكر دعاء النبى صلى الله عليه وسلم لمعاوية رضى الله عنه، التاريخ الكبير للبخارى، رقم الحديث ٢٦٢٣.

قال الذهبى:

عن جبير بن نفير:أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -كان يسير ومعه جماعة، فذكروا الشام، فقال رجل :كيف نستطيع الشام وفيه الروم؟قال :ومعاوية فى القوم - وبيده عصا -فضرب بها كتف معاوية، وقال :(يكفيكم الله بهذا، هذا مرسل، قوى .فهذه أحاديث مقاربة (سير اعلام النبلاء، ج٣، ص١٢٧، تحت ترجمة معاوية بن أبى سفيان صخر بن حرب الأموى)

[2] عن ابن عباس قال: جاء جبريل إلى النبى صلى الله عليه وسلم، فقال: يا محمد استوص معاوية، فإنه أمين على كتاب الله، ونعم الأمين هو (المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ٣٩٠٢)

قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الأوسط، وفيه محمد بن فطر ولم أعرفه، وعلى بن سعيد الرازى فيه لين، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥٩٢٢)

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْبَهَ صَلَاةً بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَمِيرِكُمْ هٰذَا يَعْنِي مُعَاوِيَةَ

(مسند الشاميين للطبرانی، رقم الحديث ۲۸۲) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے زیادہ مشابہ کسی اور کی نماز کو بھی تمہارے اس امیر یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں نہیں دیکھا (طبرانی)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیادت وقیادت کی تعریف منقول ہے۔ [2]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی، ورجاله رجال الصحيح غير قيس بن الحارث المذحجی، وهو ثقة (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۹۲۰)

[2] عن المطلب بن عبد الله بن حنطب، عن ابن عمر، قال: ما رأيت أحدا من الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم أسود من معاوية (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۳۴۳۲)

قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الكبير والأوسط، وفی رجاله خلاف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۹۲۱)

قوله كان عمر يقول أبو بكر سيدنا وأعتق سيدنا يعنی بلالا قال بن التين يعنی أن بلالا من السادة ولم يرد أنه أفضل من عمر وقال غيره السيد الأول حقيقة والثانی قاله تواضعا على سبيل المجاز أو ان السيادة لاتثبت الأفضلية فقد قال بن عمر ما رأيت أسود من معاوية مع أنه رأى أبا بكر وعمر (فتح الباری لابن حجر،، ج۷ص ۹۹ ۳،قوله مناقب بلال بن رباح)

(وعن جابر قال: كان عمر يقول: أبو بكر سيدنا) ، أی خيرنا وأفضلنا (وأعتق) ، أی: أبو بكر (سيدنا، يعنی) ، أی: يريد عمر بقوله سيدنا الثانی (بلالا) .وإنما قاله تواضعا، فإن عمر أفضل منه إجماعا .وقال ابن التين: يعنی أن بلالا من السادة، ولم يرو أنه أفضل من عمر، وقال غيره: السيد الأول حقيقة، والثانی قاله عمر تواضعا على سبيل المجاز، إذ السيادة لا تثبت الأفضلية، وقد قال ابن عمر؟ ما رأيت أسود من معاوية على أنه رأى أبا بكر وعمر، كذا ذكره العسقلانی فی فتح الباری، والأظهر أنه قال: ابن عمر بعد الخلفاء الأربعة، فالمراد به أنه أسود فی زمانه(رواه البخاری) (مرقاة المفاتيح، ج۹ص۴۰۲۸،كتاب المناقب والفضائل، باب جامع المناقب)

" اذْهَبْ فَادْعُ لِيْ مُعَاوِيَةَ "قَالَ :وَكَانَ كَاتِبَهُ، فَسَعَيْتُ فَأَتَيْتُ مُعَاوِيَةَ، فَقُلْتُ :أَجِبْ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّهُ عَلٰى حَاجَةٍ (مسند أحمد، رقم الحديث ۳۱۰۴) [1]

ترجمہ: تم میرے پاس معاویہ کو بلا کر لاؤ، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے، پس میں گیا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور میں نے کہا کہ آپ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیے، انہیں آپ کی ضرورت ہے (مسند احمد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ إِلٰى مُعَاوِيَةَ يَكْتُبُ لَهُ (مسند ابی داؤد الطیالسی، رقم الحديث ۲۸٦۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتابت کریں (ابوداؤد طیالسی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ مُعَاوِيَةَ كَانَ يَكْتُبُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۴۴۴٦، ج۱۳ ص۵۵۴) [2]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کتابت کیا کرتے تھے (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

[2] قال الهيثمي:
رواه الطبراني، وإسناده حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۹۲۴)

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْتَبَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَرْقَمَ فَكَانَ يَكْتُبُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَرْقَمَ، وَكَانَ يُجِيبُ عَنْهُ الْمُلُوكَ، فَبَلَغَ مِنْ أَمَانَتِهِ أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُهُ أَنْ يَكْتُبَ إِلٰى بَعْضِ الْمُلُوكِ فَيَكْتُبَ، ثُمَّ يَأْمُرُهُ أَنْ يَكْتُبَ وَيَخْتِمَ وَلَا يَقْرَأَهُ، لِأَمَانَتِهِ عِنْدَهُ، ثُمَّ اسْتَكْتَبَ أَيْضًا زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَكَانَ يَكْتُبُ الْوَحْيَ، وَيَكْتُبُ إِلَى الْمُلُوكِ أَيْضًا، وَكَانَ إِذَا غَابَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَرْقَمَ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَاحْتَاجَ أَنْ يَكْتُبَ إِلٰى بَعْضِ أُمَرَاءِ الْأَجْنَادِ وَالْمُلُوكِ، أَوْ يَكْتُبَ لِإِنْسَانٍ كِتَابًا يُقْطِعُهُ، أَمَرَ جَعْفَرًا أَنْ يَكْتُبَ، وَقَدْ كَتَبَ لَهُ عُمَرُ وَعُثْمَانُ وَكَانَ زَيْدٌ وَالْمُغِيرَةُ وَمُعَاوِيَةُ وَخَالِدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ وَغَيْرُهُمْ مِمَّنْ قَدْ سُمِّيَ مِنَ الْعَرَبِ

(السنن الكبرى، للبيهقي) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ارقم سے کتابت کرائی ہے، پس حضرت عبداللہ بن ارقم کتابت کیا کرتے تھے، اور وہ حکمرانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب تحریر کیا کرتے تھے، تو ان کی امانت اس حد تک پہنچ گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بعض حکمرانوں کے لئے مکتوب لکھنے کا حکم فرماتے تھے، جس کو وہ لکھ لیتے تھے، پھر ان کو لکھنے اور مہر لگانے کا حکم فرماتے تھے، اور اس مکتوب کو پڑھتے نہیں تھے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی امانت پر بھروسہ تھا، پھر

---

[1] رقم الحديث ٢٠٤٠٥، كتاب آداب القاضي، باب اتخاذ الكتاب.

قال العسقلاني:

وعند البيهقي بسند حسن عن عبد الله بن الزبير أن النبي صلى الله عليه وسلم استكتب عبد الله بن الأرقم فكان يكتب له إلى الملوك فبلغ من أمانته عنده أنه كان يأمره أن يكتب ويختم ولا يقرؤه ثم استكتب زيد بن ثابت فكان يكتب الوحي ويكتب إلى الملوك وكان إذا غابا كتب جعفر بن أبي طالب وكتب له أيضا أحيانا جماعة من الصحابة(فتح الباري شرح صحيح البخاري، للعسقلاني ، ج١٣ ص ١٨٤ ،قوله باب يستحب للكاتب أن يكون أمينا عاقلا)

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) حضرت زید بن ثابت سے بھی کتابت کرائی، وہ بھی وحی لکھتے تھے، اور حکمرانوں کو مکتوبات بھی لکھتے تھے، اور جب حضرت عبداللہ بن ارقم اور زید بن ثابت موجود نہیں ہوتے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض لشکروں کے امیروں اور حکمرانوں کو مکتوب لکھنے کی ضرورت ہوتی، یا کسی انسان کو کچھ دینے کے لئے کوئی مکتوب لکھنا چاہتے، تو حضرت جعفر کو لکھنے کا حکم فرماتے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضرت عمر اور حضرت عثمان نے بھی کتابت کی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضرت زید، حضرت مغیرہ، حضرت معاویہ اور حضرت خالد بن سعید بن عاص وغیرہ بھی عرب کے کاتبوں میں معروف ہیں (بیہقی)

اس طرح کی حدیث کو امام طبرانی نے بھی ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [1]

مذکورہ احادیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتبِ وحی ہونا معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مجاہد اور حضرت عطاء رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ، أَخْبَرَهُ:أَنَّهُ رَأٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،قَصَّرَ مِنْ شَعَرِهِ بِمِشْقَصٍ،فَقُلْنَا لِاِبْنِ عَبَّاسٍ:مَا بَلَغَنَا هٰذَا

---

[1] عن محمد بن جعفر بن عبد الله بن الزبير، أن النبى صلى الله عليه وسلم استكتب عبد الله بن الأرقم، فكان يكتب إلى الملوك فبلغ من أمانته عنده أنه كان يكتب إلى بعض الملوك، فيكتب ثم يأمره أن يطبقه ثم يختم لا يقرأه لأمانته عنده، واستكتب أيضا زيد بن ثابت، فكان يكتب الوحى، ويكتب إلى الملوك أيضا، وكان إذا غاب عبد الله بن الأرقم وزيد بن ثابت، فاحتاج أن يكتب إلى بعض أمراء الأجناد والملوك، ويكتب لإنسان كتابا يقطعه أمر من حضر أن يكتب، وقد كتب له عمر بن الخطاب، وعثمان بن عفان، وعلى بن أبى طالب، وزيد بن ثابت، والمغيرة بن شعبة، ومعاوية بن أبى سفيان، وخالد بن سعيد بن العاص رضى الله عنهم وغيرهم ممن قد سمى من العرب(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۴۷۴۸، ج۵ص۱۰۸)

قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الكبير، وفيه سلمة بن الفضل الأبرش، ضعفه البخارى وابن المدينى وأبو زرعة، ووثقه ابن معين وأبو حاتم(مجمع الزوائد ،رقم الحديث ۶۸۶،باب فى كتاب الوحى)

إِلَّا عَنْ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: مَا كَانَ مُعَاوِيَةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّهَمًا (مسند أحمد، رقم الحديث ١٦٨٦٣) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کو حضرت معاویہ نے خبر دی، کہ انہوں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قینچی سے اپنے بال کاٹتے ہوئے دیکھا، ہم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہمیں یہ بات حضرت معاویہ کے علاوہ کسی اور سے نہیں پہنچی، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جھوٹی بات کہنے والے نہیں ہیں (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جلیلُ القدر صحابۂ کرام میں داخل ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور متعدد صحابۂ کرام کے علاوہ کئی تابعینِ عظام سے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت وفضیلت ثابت ہے۔

ان تمام باتوں کے باوجود بعض لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بڑی سخت باتیں کرتے ہیں، جس سے بہت سے مسلمانوں اور صحابۂ کرام سے محبت رکھنے والوں کی دل آزاری ہوتی ہے، اور پھر کئی قسم کے فتنے وفسادات رونما ہوتے ہیں۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام کے بارے میں بدزبانی سے منع فرمایا ہے، اور صحابۂ کرام کے زمانہ کو بہترین زمانہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ، لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضاً، مَنْ أَحَبَّهُمْ، فَبِحُبِّيْ أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ، فَبِبُغْضِيْ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل خُصَيف -وهو ابن عبد الرحمن الجزرى (حاشية مسند احمد)

أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ، فَقَدْ آذَانِيْ، وَمَنْ آذَانِيْ، فَقَدْ آذَى اللّٰه، وَمَنْ آذَى اللّٰهَ، يُوشِكُ أَنْ يَّأْخُذَهٗ(موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان) ؎

؎ رقم الحديث ٢٢٨٤، كتاب المناقب، باب فضل أصحاب رسول الله –صلى الله عليه وسلم– من بعدهم.

قال حسين سليم أسد الدّارانی :

إسناده حسن، عبد الله بن عبد الرحمن ترجمه البخاری فی الكبير٥/ ١٣١ولم يورد فيه جرحا ولا تعديلا، وتبعه على ذلک ابن أبی حاتم فی "الجرح والتعديل ٩٤/٥"وقد روى عنه أكثر من واحد، وذكره ابن حبان فی الثقات 17 /5، وحسن الترمذی حديثه.

والحديث فی الإحسان(٩/ ١٨٩ برقم ٧٢١٢)وعنده أكثر من تحريف.

وأخرجه أحمد٤/ ٨٧، وأبو نعيم فی "حلية الأولياء ٢٨٧/٨ "من طريق إبراهيم ابن سعد، بهذا الإسناد.

وأخرجه ابن عدی فی كامله ٤/ ١٤٨٥من طريق أحمد بن إبراهيم الموصلی، وأخرجه العقيلی فی الضعفاء ٢/ ٢٧٢من طريق محرز بن عون، وأخرجه البخاری فی التاريخ ٥/ ١٣١ من طريق يحيى بن قزعة، إبراهيم بن مهدی، وأخرجه أحمد ٥/ ٥٥من طريق عبد الله بن عون الخراز، جميعهم حدثنا إبراهيم بن سعد، به.

وأخرجه أحمد ٥/ ٥٤ ــ ٥٥، ٥٧،من طريق سعد بن إبراهيم (بن سعد بن إبراهيم ابن عبد الرحمن بن عوف)، حدثنا عبيدة بن أبی رائطة الحذاء التميمی، حدثنی عبد الرحمن بن زياد -أو عبد الرحمن بن عبد الله، عن عبد الله بن مغفل ...

ومن طريق أحمد السابقة أخرجه الخطيب فی "تاريخ بغداد٩/ ١٢٣"

وأخرجه الترمذی فی المناقب(٣٨٦١)باب :فيمن سب أصحاب النبی-صلى الله عليه وسلم-، من طريق محمد بن يحيى، أخبرنا يعقوب بن إبراهيم بن سعد، أخبرنا عبيدة بن أبی رائطة، به .ولكن قال" :عبد الرحمن بن زياد."

وقال الترمذی" :هذا حديث حسن، غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه."

وانظر "تحفة الأشراف(٧/ ١٧٧ ـ ١٧٨ برقم ٩٦٦٢) "وجامع الأصول ٨/ ٥٥٣وابن كثير ٥/ ٥١٤.

وقال المناوی فی "فيض القدير ٢/ ٩٨ "ووجه الوصية نحو البعدية، وخص الوعيد بها لما اطلع عليه مما سيكون بعده من ظهور البدع، وإيذاء بعضهم زعما منهم الحب لبعض آخر، وهذا من باهر معجزاته.

وقد كان فی حياته حريصا على حفظهم والشفقة عليهم .أخرج البيهقی، عن ابن مسعود :خرج علينا رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فقال :(لا يبلغنی أحد منكم عن أحد من أصحابی شيئا، فإنی أحب أن أخرج إليكم وأنا سليم الصدر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، تم انہیں (اعتراضات کا) نشانہ مت بناؤ، جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذاء پہنچائی، اس نے مجھے ایذاء پہنچائی اور جس نے مجھے ایذاء پہنچائی، اس نے (گویا کہ) اللہ کو ایذاء پہنچائی اور جو اللہ کو ایذاء پہنچانا چاہتا ہے، تو قریب ہے کہ اللہ اس کو پکڑے گا (موارد)

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وإن تعرض إليهم ملحد، وكفر نعمة قد أنعم الله بها عليهم، فجهل منه وحرمان، وسوء فهم، وقلة إيمان، إذ لو لحقهم نقص، لم يبق في الدين ساق قائمة، لأنهم النقلة إلينا، فإذا جرح النقلة، دخل في الآيات والأحاديث التي بها ذهاب الأيام، وخراب الإسلام، إذ لا وحي بعد المصطفى -صلى الله عليه وسلم -وعدالة المبلغ شرط لصحة التبليغ."

عند أحمد ۴/۴۲۷، ومسلم(۲۵۳۵)، والنسائي۷/۱۷ — ۱۸، والبيهقي ۱۰/۱۲۳ زيادة :("ثم الذين يلونهم -"قال عمران :فلا أدري أقال رسول الله -صلى الله عليه وسلم-بعد قرنه مرتين أو ثلاثة -ثم يكون بعدهم قوم يشهدون ولا يستشهدون ويخونون ولا يتمنون (يؤتمنون)، وينذرون ولا يوفون، ويظهر فيهم السمن") .وهذا لفظ مسلم.

وقال الحافظ ابن حجر في فتح الباري۷/۷" وقع مثل هذا الشك في حديث ابن مسعود، وأبي هريرة عند مسلم .وفي حديث بريدة عند أحمد، وجاء في أكثر الطرق بغير شك، منها حديث النعمان بن بشير عند أحمد.

وعن مالك عند مسلم عن عائشة (قال رجل، يا رسول الله أي الناس خير؟ .قال :القرن الذي أنا فيه، ثم الثاني، ثم الثالث)

ووقع في رواية الطبراني، وسموية ما يفسر هذا السؤال، وهو ما أخرجاه من طريق بلال بن سعد بن تميم، عن أبيه قال :قلت :يا رسول الله، أي الناس خير، فقال :أنا وقرني، فذكر مثله.

وللطيالسي من حديث عمر رفعه :(خير أمتي القرن الذين أنا منهم، ثم الثاني، ثم الثالث) ووقع في حديث جعدة بن هبيرة عند ابن أبي شيبة، والطبراني إثبات القرن الرابع، ولفظه (خير الناس قرني، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم، ثم الآخرون أردأ)ورجاله ثقات إلا أن جعدة مختلف في صحبته والله أعلم" (حاشية موارد الظمآن)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِيْ، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ، ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيْفَهُ (بخاری) ۱؎

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے صحابہ کو سب وشتم نہ کرو، پس اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے، تو وہ اُن (یعنی صحابہ) کے ایک مُد بلکہ اس کے آدھے حصہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا (بخاری)

اس طرح کی ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ ۲؎

ایک مُد تقریباً چوتھائی صاع کے برابر ہوتا ہے، جس کا وزن ایک سیر سے بھی کم بنتا ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اتنی کم چیز کے صدقہ خیرات کرنے کا ثواب دوسروں کے احد پہاڑ کے برابر صدقہ خیرات سے بھی زیادہ ہونے کی وجہ صحابۂ کرام کا بلند مقام اور مرتبہ اور صحابۂ کرام کی نیتوں میں اخلاص کا زیادہ ہونا ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمُقَامُ أَحَدِهِمْ سَاعَةً، خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمُرَهُ (سنن ابن ماجه) ۳؎

ترجمہ: تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو سب وشتم مت کرو، پس اُن میں سے کسی

۱؎ رقم الحديث ۳۶۷۳، كتاب اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم :لو كنت متخذا خليلا.

۲؎ عن أبى هريرة، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا تسبوا أصحابى، لا تسبوا أصحابى، فوالذى نفسى بيده لو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا، ما أدرك مد أحدهم، ولا نصيفه(مسلم، رقم الحديث ۲۵۴۰ "۲۲۱")

۳؎ رقم الحديث ۱۶۲، ابواب السنة ، باب فى فضائل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم.

قال شعيب الارنؤوط

:اسناده قوى(حاشية سنن ابنِ ماجه)

کا ایک ساعت (اور ایک لمحہ عبادت کے لئے) کھڑا ہونا، تم میں سے کسی کے عمر بھر کے عمل سے بہتر ہے (ابنِ ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ، لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَبَّ أَصْحَابِيْ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۴۷۷۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو سبّ وشتم مت کرو، اللہ کی لعنت ہو، اس پر جو میرے صحابہ کو سب وشتم کرے (طبرانی)

اس طرح کی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [2]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ بِالْجَابِيَةِ، فَقَالَ: قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

---

[1] قال الهيثمی:
رواه الطبرانی فی الأوسط، ورجاله رجال الصحیح غیر علی بن سهل، وهو ثقة (مجمع الزوائد، رقم الحدیث ۱۶۴۲۹، باب ما جاء فی حق الصحابة رضی الله عنهم والزجر عن سبهم)

[2] عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من سب أصحابی فعليه لعنة الله والملائكة، والناس أجمعين (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۲۷۰۹)

عن عطاء، عن عبد الله بن عمر، عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: لعن الله من سب أصحابی (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۳۵۸۸)

عن نافع، عن ابن عمر؛ أن النبی صلى الله عليه وسلم قال: من سب أصحابی فعليه لعنة الله (مسند البزار، رقم الحديث ۵۷۵۳)

عن أنس بن مالك، رضى الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من سب أصحابی فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لا يقبل الله منه صرفا ولا عدلا (الدعاء للطبرانی، رقم الحديث ۲۱۰۸)

عن عطاء، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من سب أصحابی فعليه لعنة الله (مُصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ۳۳۰۸۶)

قال الالبانی:
و بالجملة، فالحديث بمجموع طرقه حسن عندی على أقل الدرجات . و الله أعلم .
(سلسلة الاحادث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۳۴۰)

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامِيْ فِيْكُمْ، فَقَالَ: اِسْتَوْصُوْا بِأَصْحَابِيْ خَيْرًا، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَفْشُوْ الْكَذِبُ حَتّٰى إِنَّ الرَّجُلَ لَيَبْتَدِءُ بِالشَّهَادَةِ قَبْلَ أَنْ يُّسْأَلَهَا (مسند احمد، رقم الحديث ۱۱۴، سنن الترمذی، رقم الحديث ۲۱۶۵، باب ما جاء فی لزوم الجماعة) [1]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے مقام پر ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان اسی مقام پر کھڑے ہوئے تھے، جس مقام پر میں ہوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم میرے صحابۂ کرام کے متعلق خیر کی وصیت حاصل کرلو، پھر ان سے متصل آنے والوں (یعنی تابعین) کے متعلق اور پھر ان سے متصل آنے والوں (یعنی تبع تابعین) کے متعلق، پھر جھوٹ پھیل جائے گا، یہاں تک کہ ایک آدمی گواہی طلب کئے بغیر گواہی دے گا (مسند احمد، ترمذی)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَ عُمَرُ النَّاسَ بِالْجَابِيَةِ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِيْ مِثْلِ مَقَامِيْ هٰذَا، فَقَالَ: أَحْسِنُوْا إِلٰى أَصْحَابِيْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ يَحْلِفُ أَحَدُهُمْ عَلَى الْيَمِيْنِ قَبْلَ أَنْ يُّسْتَحْلَفَ عَلَيْهَا، وَيَشْهَدُ عَلَى الشَّهَادَةِ قَبْلَ أَنْ يُّسْتَشْهَدَ (مسند احمد) [2]

---

[1] قال الترمذی:
هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه وقد رواه ابن المبارك، عن محمد بن سوقة، وقد روى هذا الحديث من غير وجه عن عمر عن النبی صلى الله عليه وسلم.
وقال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ۱۷۷، المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۲۹۲۹.
قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، رجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے مقام پر ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اس جگہ کھڑے ہو کر یہ بات فرمائی تھی کہ تم میرے صحابہ کے ساتھ نیک سلوک کرنا، پھر ان سے متصل آنے والوں (یعنی تابعین) کے ساتھ، اور پھر ان سے متصل آنے والوں (یعنی تبع تابعین) کے ساتھ اس کے بعد جھوٹ رواج پکڑ جائے گا، یہاں تک کہ آدمی قسم لئے بغیر قسم کھائے گا اور گواہی دینے والا گواہی طلب کئے بغیر گواہی دے گا (مسند احمد، طبرانی)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَامَ بِالْجَابِيَةِ خَطِيبًا، فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِيْنَا مَقَامِيْ فِيْكُمْ فَقَالَ: أَكْرِمُوْا أَصْحَابِيْ؛ فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَظْهَرُ الْكَذِبُ حَتّٰى يَحْلِفَ الْإِنْسَانُ عَلَى الْيَمِينِ لَا يُسْأَلُهَا، وَيَشْهَدَ عَلَى الشَّهَادَةِ لَا يُسْأَلُهَا (مصنف عبدالرزاق، جامع معمر بن راشد، رقم الحديث ٢٠٧١٠، باب لزوم الجماعة)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے مقام پر ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اس جگہ کھڑے ہو کر یہ بات فرمائی تھی کہ تم میرے صحابہ کا اکرام کرنا، کیونکہ بے شک وہ تم میں بہترین حضرات ہیں، پھر ان سے متصل آنے والے (یعنی تابعین) بہتر ہیں، اور پھر ان سے متصل آنے والے (یعنی تبع تابعین) بہتر ہیں، پھر اس کے بعد جھوٹ رواج پکڑ جائے گا، یہاں تک کہ انسان قسم لئے بغیر حلف اٹھائے گا اور گواہی دینے والا گواہی طلب کئے بغیر گواہی دے گا (عبدالرزاق)

اس طرح کا مضمون اور سندوں سے بھی مروی ہے، جن سے صحابہ کا مقام واضح ہوتا ہے۔[1]

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

(2)......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کے متعلق راہِ اعتدال

سوال: کہا جاتا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے ملوکیت کی بنیاد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رکھی اور انہوں نے خلفائے راشدین کے طرزِ عمل کو چھوڑ دیا اور عیش وعشرت اور ٹھاٹھ باٹھ کو شروع کر دیا، اس سلسلہ میں راہِ اعتدال کیا ہے؟

جواب:......خلافتِ راشدہ وہ ہے، جس کا تمام ملکی اور ملی نظام منہاجِ نبوت پر ہو اور خلیفۂ راشد وہ ہے جو علم اور عملِ صالح اور پرہیز گاری وتقویٰ میں نبی کا نمونہ ہو، ظاہر میں حکمران اور باطن میں اعلیٰ درجہ کا ولی ہو اور اس کی ولایت نبی کی نبوت کا عکس ہو۔

اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک اصطلاحی معنٰی میں خلفائے راشدین چار ہیں (یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہم) اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس معنٰی کے اعتبار سے اصطلاحی معنٰی میں خلفائے راشدین میں شامل نہیں ہیں۔

خلافتِ راشدہ سے ہٹ کر جو حکومت ہو اس کو خلافت بھی کہہ سکتے ہیں اور امامت بھی کہہ سکتے ہیں اور ملوکیت بھی کہہ سکتے ہیں۔ پھر اگر اس حکومت میں عدل وانصاف اور امانت ودیانت غالب ہو تو یہ حکومتِ عادلہ کہلائے گی اور اس کو خلافتِ عادلہ بھی کہہ سکتے ہیں اور امامتِ عادلہ

---

[1] عن ابن سليمان بن يسار،عن أبيه ، عن عمر بن الخطاب أنه خطب للناس بالجابية فقال: قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم كقيامى فيكم فقال: أكرموا أصحابى، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم، ثم يظهر الكذب حتى يشهد الرجل ولم يستشهد، ويحلف ولم يستحلف، ألا لا يخلون رجل بامرأة فإن ثالثهما الشيطان، ألا ومن سرته بحبحة الجنة فليلزم الجماعة فإن الشيطان مع الفذ وهو من الاثنين أبعد، ألا ومن سرته حسنته وسائته سيئته فهو مؤمن(مسندالحميدى، رقم الحديث ٣٢،أحاديث عمر بن الخطاب رضى الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم)

بھی کہہ سکتے ہیں اور ملوکیتِ عادلہ بھی کہہ سکتے ہیں اور اگر اس حکومت میں ظلم وجور غالب ہوتو اس کو حکومتِ جائرہ اور خلافتِ جائرہ کہہ سکتے ہیں، اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت خلافتِ راشدہ تو نہیں تھی، البتہ حکومتِ عادلہ تھی، اس کو بعض حضرات نے خلافتِ عادلہ کا نام دیا، اور بعض حضرات نے امامتِ عادلہ کا نام دیا اور بعض نے ملوکیتِ عادلہ کا نام دیا (عقائدِ اسلام ادریسی حصہ اول ص ۱۳۱ و اسلامی عقائد ص ۲۰۸ از مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب بتغیر)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت اور خلفائے راشدین کی حکومتوں میں تقویٰ اور فسق کا فرق نہ تھا، یہ فرق فسق ومعصیت اور ظلم وجور کی حد تک نہیں پہنچا تھا، یعنی یہ فرق ایسا نہیں تھا کہ ایک طرف تقویٰ ہو اور دوسری طرف فسق وفجور ہو یا ایک طرف عدل ہو اور دوسری طرف ظلم وجور، بلکہ یہ فرق عزیمت ورخصت کا، تقویٰ اور مباحات کا، احتیاط اور توسع کا اور اصابتِ رائے اور قصورِ اجتہاد کا فرق تھا۔

بعض لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو خلفائے راشدین کی خلافت کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے ''ملوکیت'' کا نام دے دیا اور بعض لوگوں نے یہ دیکھ کر کہ یہ فرق فسق وفجور کی حد تک نہیں پہنچا تھا، تو انہوں نے اسے ''خلافت'' ہی قرار دیا۔ مگر اصطلاحی معنٰی میں خلافتِ راشدہ کو مراد نہیں لیا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حضرت امیر معاویہ اور تاریخی حقائق ص ۱۴۲ تا ۱۵۴، مؤلفہ: مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب)

لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو ظالمانہ وجابرانہ قرار دینا اعتدال پر مبنی نہیں۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

(3)...... یزید کی ولی عہدی کے متعلق راہِ اعتدال

سوال: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں اپنا ولی عہد (جانشین) اپنے بیٹے یزید کو مقرر کر دیا اور یزید کے مقابلہ میں اچھے لوگوں کو نظر انداز کر دیا اور غلط جانشینی کا آغاز

کردیا جبکہ دوسرے صحابہ نے یزید کی مخالفت کی اور پھر یزید کی حکومت میں کربلاء کا واقعہ پیش آیا جس کی ذمہ داری حضرت معاویہ پر عائد ہوتی ہے، اس سلسلہ میں راہِ اعتدال کیا ہے؟

جواب:...... یزید کی ولی عہدی اور خلافت کا مسئلہ ہمارے زمانے میں بڑی نازک صورت اختیار کرگیا ہے، اوراس مسئلے پر بحث ومباحثہ کی گرم بازاری نے مسلمانوں میں دوایسے گروہ پیدا کردیئے ہیں جو افراط وتفریط (یعنی کمی اور زیادتی) کا شکار ہوکر راہِ اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں۔

ایک گروہ وہ ہے جو یزید کے فسق وفجور کو بنیاد بنا کر جلیل القدر صحابہ کرام حضرت معاویہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما وغیرہ پر طرح طرح کے الزامات عائد کررہا ہے۔

دوسری طرف ایک گروہ وہ ہے جو یزید کو فرشتہ قرار دے کر حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اقتدار کی ہوس، جاہ طلبی اور انتشار پسندی کا مجرم بنارہا ہے اور جمہورِ امت نے اعتدال ومیانہ روی کا جو راستہ اختیار کیا تھا وہ بحث ومباحثہ کے جوش وخروش اور مناظرے کے جذبہ میں دونوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوچکا ہے۔

اس افراط وتفریط کی وجہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام کے نیک نیتی والے باہمی اختلافات کو موجودہ زمانے کی سیاسی پارٹیوں کے اختلافات پر قیاس کرلیا گیا ہے، جس کے نتیجہ میں کسی ایک فریق یا جماعت کے برحق اور نیک نیت ہونے کا فیصلہ کرتے ہوئے اور اس کے حق میں دلائل قائم کرتے وقت دوسرے فریق اور دوسری جماعت کے صحیح موقف کو نظر انداز کردیا جاتا ہے۔

یزید کے متعلق عام لوگوں کے ذہنوں میں جو ناپسندیدہ تصویر بسی ہوئی ہے وہ کربلا کے المناک واقعہ کی وجہ سے ہے، اور ایک مسلمان کے لئے واقعتاً یہ تصور کرنا مشکل ہے کہ جس شخص پر کسی نہ کسی درجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسے کے المناک قتل کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اُسے صالح اور خلافت کا اہل قرار دیا جائے۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ جس وقت یزید کو ولی عہد بنایا جارہا تھا اس وقت کربلا کا حادثہ واقع نہیں ہوا تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت کوئی شخص یہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ یزید کی حکومت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اوران کے رفقاء کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک کیا جائے گا۔ [1]

واقعۂ کربلا سے پہلے ولی عہد بنائے جانے کے وقت تو یزید کی حیثیت ایک اعلیٰ صحابی کا صاحبزادہ ہونے کی تھی، یزید کے ظاہری حالات، نماز روزے کی پابندی، اس کی دنیوی نجابت اوراس کی انتظامی صلاحیت کی بناء پر یہ رائے قائم کرنے کی گنجائش تھی کہ وہ خلافت کا اہل ہے اور یہ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہی رائے نہیں تھی، بلکہ بہت سے دوسرے جلیل القدر صحابہ جن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور بہت سے تابعین بھی یہ رائے رکھتے تھے (البلاذری، انساب الاشراف)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہی کو اپنا ولی عہد بنایا تھا، لیکن جب ان کی وفات ہوگئی تو یزید کی طرف حضرت معایہ رضی اللہ عنہ کا رجحان قوی ہوگیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید میں دنیوی نجابت، شاہزادوں کی سی خصوصیت، فنونِ جنگ سے واقفیت، انتظامِ سلطنت اوراس کی ذمہ داری پورا کرنے کی صلاحیت دیکھتے تھے۔

اسی لئے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ مجھے خوف ہے کہ میں عوام کو بکریوں کے منتشر ریوڑ کی طرح چھوڑ کر نہ چلا جاؤں، جس کا کوئی چرواہا (یعنی نگران وحکمران) نہ ہو (البدایہ والنہایۃ)

---

[1] معتبر روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس (یزید) نے خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا یا انہیں شہید کرنے کا حکم دیا، بلکہ بعض روایات سے یہ ثابت ہے کہ اس نے آپ کی شہادت پر افسوس کا اظہار کیا اور عبیداللہ بن زیاد کو اپنی مجلس میں برا بھلا کہا، لیکن اس کی یہ غلطی نا قابل انکار ہے کہ اس نے عبیداللہ بن زیاد کو اس سنگین جرم پر کوئی سزا نہیں دی (البدایہ والنہایہ ص۲۰۲و۲۰۳ ج۸) (ماخوذ از حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق، بلفظہٖ، ص۱۲۸، مصنفہ: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب)

علاوہ ازیں دوسروں کو چھوڑ کر اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانے کی ایک وجہ امت کے اتحاد واتفاق کی مصلحت تھی، بنوامیہ کے اہلِ حل وعقد اس پر متفق ہوگئے تھے، کیونکہ وہ اس وقت اپنے علاوہ کسی اور پر راضی نہ ہوتے اور اس وقت قریش کی سر برآوردہ جماعت وہی تھی اور اہلِ ملت کی اکثریت انہی میں سے تھی (مقدمہ ابن خلدون، الفصل الثلاثون فی ولایۃ العہد)

پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پوری دیانت داری اور نیک نیتی کے ساتھ یہ سمجھتے تھے کہ ان کا بیٹا یزید خلافت کا اہل ہے اور اس وقت یزید کو ولی عہد بنا دینے میں ہی مصلحت ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نیک نیتی کے ساتھ خلافت کا اہل سمجھ کر اپنے بیٹے کو ولی عہد بنایا تھا، نہ کہ صرف اپنا بیٹا ہونے کی وجہ سے اور علماء کے راجح قول کے مطابق ولی عہد بنانے کی حیثیت شرعاً ایک تجویز کی سی ہوتی ہے، خلیفہ کی وفات کے بعد امت کے اربابِ حل وعقد کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ چاہیں تو ولی عہد ہی کو خلیفہ بنائیں اور چاہیں تو باہمی مشورے سے کسی اور کو خلیفہ مقرر کردیں۔

لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید کی خلافت اس وقت تک منعقد نہیں ہوسکتی تھی، جب تک کہ امت کے اربابِ حل وعقد اسے منظور نہ کرلیں۔

دوسری طرف اگر اس ماحول کو پیشِ نظر رکھا جائے جس میں یزید کی خلافت منعقد ہو رہی تھی، تو بلاشبہ یہ رائے قائم کرنے کی بھی گنجائش تھی کہ وہ موجودہ حالات میں دوسرے صلحائے امت کے مقابلہ میں خلافت کا اہل نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ جس ماحول میں حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم وغیرہ جیسے جلیل القدر، صلحائے امت اور اکابر موجود ہوں، اس ماحول میں یزید کو خلافت کے لئے نااہل یا غیر موزوں سمجھنا کچھ بعید نہیں ہے، یہ زمانہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور بڑے بڑے تابعین کا تھا، امت میں خیر وصلاح کا دور دورہ تھا، ایسے حالات میں خلافت کے لئے عدالت وتقویٰ کے

جس بلند معیار کی ضرورت تھی، ظاہر ہے کہ یزید اس پر پورا نہیں اترتا تھا، اسی لئے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس نامزدگی کی مخالفت کی۔

تیسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ وہ تھا، جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے صحابہ کے مقابلے میں یزید کو خلافت کے لئے بہتر تو نہیں سمجھتا تھا، لیکن اس خیال سے اس کی خلافت کو گوارا کرنے کا تصور رکھتا تھا کہ امت میں افتراق وانتشار برپا نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ یزید کے بارے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ اختلاف بھی درحقیقت رائے اور اجتہاد کا اختلاف تھا، اور اس معاملے میں کسی کو بھی مطعون نہیں کیا جاسکتا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کو محض اپنا بیٹا ہونے کی وجہ سے نہیں، بلکہ اسے خلافت کا اہل سمجھنے کی وجہ سے ولی عہد بنانا چاہتے تھے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت دیانتداری کے ساتھ ان کی ہمنوا تھی اور وہ چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جنھوں نے اس کی مخالفت کی تھی، وہ کسی ذاتی عناد یا حرصِ اقتدار کی وجہ سے مخالفت نہیں کررہے تھے، بلکہ وہ دیانت داری سے یہ سمجھتے تھے کہ یزید دوسرے حضرات کے مقابلہ میں خلافت کا اہل نہیں ہے۔

اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ اور معاویہ رضی اللہ عنہما کی رائے واقعہ کے لحاظ سے سو فیصد درست تھی اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ اپنی ذات میں بھی ٹھیک تھا، بلکہ یہ اجتہادی خطاء تھی اور مذکورہ بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان کی رائے کسی ذاتی مفاد پر نہیں، بلکہ دیانت داری پر مبنی تھی، اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ امانت کے ساتھ اور شرعی جواز کی حدود میں رہ کر کیا۔

ورنہ جہاں تک اجتہادی اعتبار سے صوابِ رائے کا تعلق ہے، جمہور امت کا کہنا یہ ہے کہ اس معاملے میں رائے انہی حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی صحیح تھی جو یزید کو ولی عہد بنانے کے مخالف تھے (ماخوذ از ''حضرت امیر معاویہ اور تاریخی حقائق'' بتغیر)

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(4)......حضرت حسین اور واقعۂ کربلا کے متعلق راہِ اعتدال

سوال: اگر یزید کا جانشین مقرر کرنا صحیح تھا تو پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کی حکومت کے خلاف کیوں نکلے اور وہ کس لئے کربلا کے میدان میں گئے کیا یہ خودکشی میں داخل نہیں، ہمارے لئے اس سلسلہ میں راہِ اعتدال کیا ہے؟

جواب:...... پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ علماء کا راجح قول یہ ہے کہ ولی عہد بنانے کی حیثیت ایک تجویز کی سی ہوتی ہے اور خلیفہ کی وفات کے بعد امت کے اربابِ حل وعقد کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ چاہیں تو ولی عہد ہی کو خلیفہ بنائیں اور چاہیں تو باہمی مشورے سے کسی دوسرے کو خلیفہ مقرر کر دیں۔

لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید کی خلافت اس وقت تک منعقد نہیں ہوسکتی تھی جب تک کہ امت کے اربابِ حل وعقد اسے منظور نہ کر لیں۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بذاتِ خود شروع ہی سے یزید کو خلافت کا اہل نہیں سمجھتے تھے اور جیسا کہ پیچھے عرض کیا جا چکا ہے، یہ ان کی دیانتدارانہ رائے تھی۔

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حجاز کے اکابر اور اہلِ حل وعقد حضرات نے ابھی تک یزید کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا، اور ان کا اس پر اتفاق نہیں ہوا، اِدھر عراق سے ان کے پاس کثرت سے خطوط آنے لگے، جن سے واضح ہوتا تھا کہ اہلِ عراق بھی یزید کی خلافت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، وہاں کے لوگ مسلسل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہ لکھ رہے تھے کہ ہمارا کوئی امام وحکمران نہیں ہے اور ہم نے ابھی تک کسی کے ہاتھ پر حکمرانی کے لئے بیعت نہیں کی، آپ تشریف لائیں، شاید آپ کی بدولت اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت پر جمع فرما دیں۔

ان حالات میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ صرف شام کے رہنے والوں کی بیعت پوری امت پر لازم نہیں ہوسکتی۔

لہٰذا یزید کی خلافت ابھی منعقد و تام ہی نہیں ہوئی، اس کے باوجود وہ پورے عالمِ اسلام پر زبردستی غالب ہونا چاہ رہا ہے، جس سے امت میں قتل وغارت گری اور فتنہ وفساد کا اندیشہ ہے، اور موجودہ حالات میں یزید کی حیثیت ایک ایسے غلبہ حاصل کرنے والے حکمران کی ہے جو زبردستی حکومت پر غلبہ پانا چاہتا ہے، مگر ابھی تک غلبہ پا نہیں سکا۔

ایسی حالت میں اس فتنہ وفساد اور امت کا شیرازہ بکھرنے کو روکنا وہ اپنا فرض سمجھتے تھے اور اسی لئے انہوں نے پہلے حالات کی تحقیق کے لئے کوفہ کی طرف اپنے چچازاد بھائی ''حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ'' کو روانہ کیا تاکہ صحیح صورتِ حال معلوم ہوسکے، اور بلا تحقیق کوئی نامناسب اقدام نہ کیا جائے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی، حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر کوفہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے ہزاروں لوگوں نے بیعت کرلی تھی، اور یزید کی طرف سے کوفہ کا امیر اس وقت نعمان بن بشیر تھا، اس کا موقف بھی ان حالات میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ نرم ہوگیا، اس کی اطلاع جب یزید کو ہوئی تو اس کی جگہ یزید نے عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا امیر بنا کر بھیجا۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے حضرت مسلم بن عقیل نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ کوفہ تشریف لے آئیں، جس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا ارادہ کیا۔

لہٰذا کوفہ کی طرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کوچ کرنا فقہی نقطۂ نظر سے بغاوت نہیں تھا، بلکہ آپ کا مقصد ایک نااہل شخص کے زبردستی حکمران بننے کی کوشش اور اس کے نتیجہ میں لازم آنے والے فتنہ وفساد اور خون ریزی اور امت کے شیرازہ کو بکھرنے سے روکنا تھا، اسی وجہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ سفر میں مسلح ساتھیوں کے بجائے اپنے اہلِ خانہ، خواتین اور بچوں کو رکھا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے پیشِ نظر قتل وقتال اور خون ریزی نہیں تھی، بلکہ خود اس خون ریزی اور فتنہ وانتشار کا سدِ باب تھا۔

لیکن بعد میں کوفہ کے لوگوں نے دنیاوی اغراض کی بنیاد پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حکمرانی

کے لئے کی ہوئی اپنی بیعت سے انحراف کرلیا اور حضرت مسلم بن عقیل کا ساتھ چھوڑ دیا، ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یزید کی طرف سے کوفہ کے لئے مقرر کردہ امیر ''عبیداللہ ابنِ زیاد'' نے حضرت مسلم بن عقیل کو بے دردی کے ساتھ شہید کردیا۔

خلاصہ یہ کہ کوفہ کی طرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا جانا شرعی حکم کی مخالفت میں نہیں تھا، جسے بغاوت کہا جاسکے، بلکہ آپ کے علم وفضل اور دینی مرتبہ کی وجہ سے آپ پر یہ ذمہ داری عائد ہورہی تھی کہ آپ کی نظر میں جو لوگ نااہل ہیں، اور وہ زبردستی لوگوں پر مسلط ہونا چاہتے اور خون ریزی اور فتنہ وانتشار کی فضاء قائم کرنا چاہتے ہیں، اس کا سدِّ باب کریں۔

مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ پہنچنے سے پہلے ہی حالات تیزی سے بدل گئے۔

جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے قریب پہنچنے کے بعد معلوم ہوا کہ کوفہ کے لوگوں نے حضرت مسلم بن عقیل کے ساتھ غداری کی ہے، اور اب ان کا آگے جانا مناسب نہیں، تو انہوں نے اس سلسلہ میں پیش قدمی کا ارادہ ترک فرمادیا تھا۔

ان حالات میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد (جو عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے فوجی افسر مقرر تھا) کے سامنے مندرجہ ذیل تین تجویزیں پیش فرمائیں:

(1)...... میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں۔

(2)...... یا میں یزید کے پاس پہنچ جاؤں، اور خود اس سے اپنا معاملہ طے کروں۔

(3)...... یا مجھے مسلمانوں کی کسی سرحد پر پہنچادو، جو حال وہاں کے عام لوگوں کا ہوگا، میں اسی میں بسر کروں گا۔ [1]

---

[1] علامہ ابن تیمیہ نے اپنی تحریرات میں ان صورتوں کی تفصیل ذکر کی ہے، ان کے علاوہ بعض دیگر حضرات نے بھی ان صورتوں کا ذکر کیا ہے۔

فاعتدى عليه عبيد الله بن زياد فطلب منهم الحسين رضى الله عنه أن يجيء إلى يزيد؛ أو يذهب إلى الثغر مرابطا؛ أو يعود إلى مكة . فمنعوه رضى الله عنه إلا أن يستأسر لهم وأمر عمر بن سعد بقتاله - فقتلوه مظلوما - له ولطائفة من أهل بيته .رضى الله عنهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عمر بن سعد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یہ تجاویز سن کر ابنِ زیاد کو خط لکھا کہ:
اللہ تعالیٰ نے جنگ کی آگ بجھادی، اور مسلمانوں کا کلمہ متفق کردیا، مجھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تین صورتوں کا اختیار دیا ہے، اور ظاہر ہے کہ ان میں آپ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وكان قتله -رضى الله عنه -من المصائب العظيمة (مجموع الفتاوى لابن تيمية، ج٣، ص ٤١١، فصل فى وجوب الاقتصاد والاعتدال فى أمر الصحابة والقرابة، اعدل الاقوال فى يزيد بن معاوية)

وكان الذى حض على قتله الشمر بن ذى الجوشن صار يكتب فى ذلك إلى نائب السلطان على العراق عبيد الله بن زياد؛ وعبيد الله هذا أمر -بمقاتلة الحسين -نائبه عمر بن سعد بن أبى وقاص بعد أن طلب الحسين منهم ما طلبه آحاد المسلمين لم يجء معه مقاتلة؛ فطلب منهم أن يدعوه إلى أن يرجع إلى المدينة أو يرسلوه إلى يزيد بن عمه أو يذهب إلى الثغر يقاتل الكفار فامتنعوا إلا أن يستأسر لهم أو يقاتلوه فقاتلوه حتى قتلوه وطائفة من أهل بيته وغيرهم (مجموع الفتاوى لابن تيمية، ج٤، ص٥٠٥،فصل : افترق الناس فى "يزيد "بن معاوية بن أبى سفيان ثلاث فرق)

وكان أهل الرأى والمحبة للحسين كابن عباس وابن عمر وغيرهما أشاروا عليه بأن لا يذهب إليهم ولا يقبل منهم ورأوا أن خروجه إليهم ليس بمصلحة ولا يترتب عليه ما يسر وكان الأمر كما قالوا وكان أمر الله قدرا مقدورا .فلما خرج الحسين -رضى الله عنه -ورأى أن الأمور قد تغيرت طلب منهم أن يدعوه يرجع أو يلحق ببعض الثغور أو يلحق بابن عمه يزيد فمنعوه هذا وهذا .حتى يستأسر وقاتلوه فقاتلهم فقتلوه .وطائفة ممن معه مظلوما شهيدا شهادة أكرمه الله بها وألحقه بأهل بيته الطيبين الطاهرين (مجموع الفتاوى لابن تيمية، ج٢٥، ص٣٠٧، بيعة الحسن وتنازله عن الولاية)

فلما ذهب الحسين رضى الله عنه وأرسل ابن عمه مسلم بن عقيل إليهم واتبعه طائفة . ثم لما قدم عبيد الله بن زياد الكوفة قاموا مع ابن زياد وقتل مسلم بن عقيل وهانء بن عروة وغيرهما فبلغ الحسين ذلك فأراد الرجوع فوافته سرية عمر بن سعد وطلبوا منه أن يستأسر لهم فأبى وطلب أن يردوه إلى يزيد ابن عمه حتى يضع يده فى يده أو يرجع من حيث جاء أو يلحق ببعض الثغور فامتنعوا من إجابته إلى ذلك بغيا وظلما وعدوانا . وكان من أشدهم تحريضا عليه شمر بن ذى الجوشن .ولحق بالحسين طائفة منهم. ووقع القتل حتى أكرم الله الحسين ومن أكرمه من أهل بيته بالشهادة رضى الله عنهم وأرضاهم (مجموع الفتاوى لابن تيمية، ج٢٧، ص ٤٧١، فصل فى التدليل على ان مشهد الحسين ليس فيه راسه)

وتحدث الناس بذلك ولم يسمعوه، وقيل :بل قاله له :اختاروا منى واحدة من ثلاث : إما أن أرجع إلى المكان الذى أقبلت منه، وإما أن أضع يدى فى يد يزيد بن معاوية فيرى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کا مقصد پورا ہو جاتا ہے اور امت کی اس میں صلاح وفلاح ہے۔

ابنِ زیاد بھی عمر بن سعد کے اس خط سے متأثر ہوا، اور اس کو قبول کرنا چاہا، مگر شمر ذی الجوشن نامی شخص نے کہا کہ آپ حسین کو مہلت دینا چاہتے ہیں کہ قوت حاصل کر کے پھر مقابلہ پر آئیں، وہ اگر آج تمہارے ہاتھ سے نکل گئے، تو پھر کبھی تم ان پر قابو نہ پاسکو گے، مجھے اس خط میں عمر بن سعد کی سازش معلوم ہوتی ہے، کیونکہ میں نے سنا ہے کہ وہ حضرت حسین کے ساتھ راتوں کو باتیں کرتے ہیں، لہٰذا آپ حسین کو غیر مشروط طریقہ پر اپنے پاس آنے پر مجبور کریں، ابنِ زیاد نے شمر ذی الجوشن کے مشورہ واصرار پر عمل کرتے ہوئے اسی مضمون کا خط خود شمر ذی الجوشن ہی کے ہاتھ عمر بن سعد کے پاس بھیجا، اور یہ ہدایت کردی کہ اگر عمر بن سعد اس حکم کی فوراً تعمیل نہ کریں، تو ان کو قتل کر دیا جائے، اور ان کی جگہ تم خود لشکر کے امیر ہو۔

ظاہر ہے کہ اس نامعقول بات کو ماننا حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر لازم نہیں تھا، اس لئے بالآخر انہیں مقابلہ کرنا پڑا، جس کو اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی ذمہ داری سمجھی تھی اور کربلا کا المیہ پیش آکر رہا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: شہیدِ کربلا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فیما بینی وبینه رأیه، وإما أن تسیروا بی إلی أی ثغر من ثغور المسلمین شئتم فأکون رجلاً من أهله لی ما لهم وعلی ما علیهم (الکامل فی التاریخ لابنِ اثیر، ج۳ص ۱۶۴، ثم دخلت سنة إحدی وستین،ذکر مقتل الحسین رضی الله عنه)

وکان عمر بن سعد بن أبی وقاص قد ولاه ابن زیاد الری وعهد إلیه عهده، فقال :اکفنی هذا الرجل واذهب إلی عملک، فقال :اعفنی.فأبی أن یعفیه، فقال :أنظرنی اللیلة، فأخره فنظر فی أمره، فلما أصبح غدا علیه راضیا بما أمره به، فتوجه إلیه عمر بن سعد فلما أتاه قال له الحسین :اختر واحدة من ثلاث، إما أن تدعونی فانصرف من حیث جئت، وإما أن تدعونی فأذهب إلی یزید، وإما أن تدعونی فألحق بالثغور .فقبل ذلک عمر، فکتب إلیه عبید الله بن زیاد لا ولا کرامة حتی یضع یده فی یدی، فقال الحسین : لا والله لا یکون ذلک أبدا. فقاتله فقتل أصحاب الحسین کلهم (البدایة والنهایة ج۸ص ۲۱۴،ثم دخلت سنة إحدی وستین،صفة مقتله،کذافی تاریخ الطبری، ج۵ص ۳۸۹ ،ثم دخلت سنة ستین ،ذکر مسیر الحسین الی الکوفه)

ص۵۳،۵۴، لمفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۱۲۷، لمفتی محمد تقی عثمانی صاحب، "المرتضیٰ" صفحہ ۳۷۰، لمولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ) لے

لے قال أبو مخنف وأما ما حدثنا به المجالد بن سعيد والصقعب بن زهير الأزدى وغيرهما من المحدثين فهو ما عليه جماعة المحدثين قالوا إنه قال اختاروا منى خصالا ثلاثا إما أن أرجع إلى المكان الذى أقبلت منه وإما أن أضع يدى فى يد يزيد بن معاوية فيرى فيما بينى وبينه رأيه وإما أن تسيرونى إلى أى ثغر من ثغور المسلمين شئتم فأكون رجلا من أهله لى ما لهم وعلى ما عليهم .
قال أبو مخنف فأما عبدالرحمن بن جندب فحدثنى عن عقبة بن سمعان قال صحبت حسينا فخرجت معه من المدينة إلى مكة ومن مكة إلى العراق ولم أفارقه حتى قتل وليس من مخاطبته الناس كلمة بالمدينة ولا بمكة ولا فى الطريق ولا بالعراق ولا فى عسكر إلى يوم مقتله إلا وقد سمعتها ألا والله ما أعطاهم ما يتذاكر الناس وما يزعمون من أن يضع يده فى يد يزيد بن معاوية ولا أن يسيروه إلى ثغر من ثغور المسلمين ولكنه قال دعونى فلأذهب فى هذه الارض العريضة حتى ننظر ما يصير امر الناس .
قال أبو مخنف حدثنى المجالد بن سعيد الهمدانى والصقعب بن زهير أنهما كانا التقيا مرارا ثلاثاأو أربعا حسين وعمر بن سعد قال فكتب عمر بن سعد إلى عبيدالله بن زياد أما بعد فإن الله قد أطفأ النائرة وجمع الكلمة وأصلح أمر الأمة هذا حسين قد أعطانى أن يرجع إلى المكان الذى منه أتى أو أن نسيره إلى أى ثغر من ثغور المسلمين شئنا فيكون رجلا من المسلمين له ما لهم وعليه ما عليهم أو أن يأتى يزيد أمير المؤمنين فيضع يده فى يده فيرى فيما بينه وبينه رأيه وفى هذا لكم رضا وللأمة صلاح قال فلما قرأ عبيدالله الكتاب قال هذا كتاب رجل ناصح لأميره مشفق على قومه نعم قد قبلت قال فقام إليه شمر بن ذى الجوشن فقال أتقبل هذا منه وقد نزل بأرضك إلى جنبك والله لئن رحل من بلدك ولم يضع يده فى يدك ليكونن أولى بالقوة والعزة ولتكونن أولى بالضعف والعجز فلا تعطه هذه المنزلة فإنها من الوهن ولكن لينزل على حكمك هو وأصحابه فإن عاقبت فأنت ولى العقوبة وإن غفرت كان ذلك لك والله لقد بلغنى أن حسينا وعمر بن سعد يجلسان بين العسكرين فيتحدثان عامة الليل فقال له ابن زياد نعم ما رأيت الرأى رأيك .
قال أبو مخنف فحدثنى سليمان بن أبى راشد عن حميد بن مسلم قال ثم إن عبيدالله بن زياد دعا شمر بن ذى الجوشن فقال له اخرج بهذا الكتاب إلى عمر بن سعد فليعرض على الحسين وأصحابه النزول على حكمى فإن فعلوا فليبعث بهم إلى سلما وإن هم أبوا فليقاتلهم فإن فعل فاسمع له وأطع وإن هو أبى فقاتلهم فأنت أمير الناس وثب عليه فاضرب عنقه وابعث إلى برأسه (تاريخ الطبرى، ج۵ ص ۴۱۳، ۴۱۴،، ثم دخلت سنة إحدى وستين ،مقتل الحسين رضوان الله عليه)

بہت سے اہلِ علم حضرات نے مندرجہ بالا دوسری تجویز کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوگیا کہ یزید کا تسلط ہو چکا ہے، یا موجودہ حالات میں اس پر تعارض سے خون ریزی اور شدید فتنہ لازم آئے گا، تو اس کے ہاتھ پر بیعت کے لئے رضامند ہو گئے تھے، مگر آپ کو مہلت نہ دی گئی، اور اس کی ایک دلیل یہ بیان کی ہے کہ یزید کی حکومت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا یہ سمجھنا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خروج امت پر منعقد شدہ حکومت کے خلاف مسلح قتال کرنے اور یزید سے بیعت کر کے اس کو توڑنے کے لئے تھا، یہ درست نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کے تحت سرحد پر جہاد کے لئے جانے کی درخواست پیش کرنے کی روایت حکومتِ یزید کو تسلیم کر لینے کی دلیل ہے۔

البتہ بعض حضرات نے بیعتِ یزید والی روایت کا انکار فرمایا ہے (ملاحظہ ہو: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص ۱۲۷، مؤلفہ: مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، واحسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۱۴، خارجی فتنہ حصہ دوم، ص ۳۶۸)

[1] یہی وجہ ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد اس کو توڑنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا۔

چنانچہ حضرت نافع سے روایت ہے کہ:

لما خلع أهل المدينة يزيد بن معاوية، جمع ابن عمر، حشمه وولده، فقال: إني سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: ينصب لكل غادر لواء يوم القيامة وإنا قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله ورسوله، وإني لا أعلم غدرا أعظم من أن يبايع رجل على بيع الله ورسوله ثم ينصب له القتال، وإني لا أعلم أحدا منكم خلعه، ولا بايع في هذا الأمر، إلا كانت الفيصل بيني وبينه (بخاری، رقم الحديث ١١١٧، كتاب الفتن،باب إذا قال عند قوم شيئا، ثم خرج فقال بخلافه)

ترجمہ: جب مدینہ کے لوگوں نے یزید بن معاویہ کو حکومت سے الگ کرنے کا ارادہ کیا، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد اور گھر والوں کو جمع کیا، پھر فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ دغاباز اور عہد شکن کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا، اور بے شک ہم نے اس آدمی سے اللہ اور اس کے رسول کے نام پر بیعت کر لی ہے، اور میں نہیں جانتا کہ کوئی زیادہ بڑا دھوکہ ہو، اس بات سے کہ کسی آدمی سے اللہ اور اس کے رسول کے نام پر بیعت کی جائے، پھر (بیعت توڑ کر) اس کے لئے قتال قائم کیا جائے، اور تم میں سے مجھے جس کا بھی یہ معلوم ہوا کہ اس نے اس معاملہ میں بیعت کر کے اس کو توڑ دیا ہے، تو میرے اور اس کے درمیان کوئی تعلق نہیں رہے گا (بخاری)

اس طرح کی حدیث کو شیخین کی شرط کی سند پر امام احمد نے بھی روایت کیا ہے، جس سے یزید کا مسلمان ہونا اور گناہ گار حکمران کی حکومت کے باقاعدہ منعقد ہونے کے بعد اس کے خلاف خروج کے عدمِ جواز کا حکم معلوم ہوتا ہے (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''سیاست وحکومت'' مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

عن نافع قال: لما خلع الناس يزيد بن معاوية جمع ابن عمر بنيه وأهله، ثم تشهد، ثم قال: أما بعد، فإنا قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله ورسوله، وإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " إن الغادر ينصب له لواء يوم القيامة يقال: هذه غدرة فلان "، وإن من أعظم الغدر أن لا يكون الإشراك بالله تعالى، أن يبايع رجل رجلا على بيع الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو نعوذ باللہ احادیث کا مخالف اور باغی یا خودکشی کا مرتکب قرار دینا یا ان کی شہادت میں شبہ کرنا قطعی طور پر غلط ہے۔ [1]

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

(5)...... یزید کی شخصیت کے متعلق راہِ اعتدال

سوال: یزید کے بارے میں کیا عقیدہ رکھا جائے؟ بعض لوگ یزید کو متقی اور نیک صالح بلکہ صحابی تک قرار دیتے ہیں اور یزید کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ یا رضی اللہ عنہ بھی لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یزید کے بارے میں کئی احادیث میں پیشینگوئیاں ہیں جبکہ بعض لوگ یزید کو کافر کہتے ہیں اور اس پر لعنت بھی کرتے ہیں۔

اس بارے میں صحیح نکتۂ نظر اور راہِ اعتدال کیا ہے؟

جواب:...... یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ یزید کے ولی عہد بنائے جانے کے وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یزید کی ظاہری حالت ایسی تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ورسوله، ثم ينكث بيعته، فلا يخلعن أحد منكم يزيد، ولا يشرفن أحد منكم فى هذا الأمر، فيكون صيلم بينى وبينه (مسند احمد، رقم الحديث ٥٠٨٨)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

وفى هذا الحديث وجوب طاعة الإمام الذى انعقدت له البيعة والمنع من الخروج عليه ولو جار فى حكمه وأنه لا ينخلع بالفسق وقد وقع فى نسخة شعيب بن أبى حمزة عن الزهرى عن حمزة بن عبد الله بن عمر عن أبيه فى قصة الرجل الذى سأله عن قول الله تعالى وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا الآية ان ابن عمر قال ماوجدت فى نفسى فى شىء من أمر هذه الأمة ما وجدت فى نفسى أنى لم أقاتل هذه الفئة الباغية كما أمر الله زاد يعقوب بن سفيان فى تاريخه من وجه آخر عن الزهرى قال حمزة فقلنا له ومن ترى الفئة الباغية قال بن الزبير بغى على هؤلاء القوم يعنى بنى أمية فأخرجهم من ديارهم ونكث عهدهم(فتح البارى لابنِ حجر، ج١٣ ص ٧١، ٧٢، قوله باب إذا قال عند قوم شيئا ثم خرج فقال بخلافه)

[1] ما تفوه بعض الجهلة من ان الحسين كان باغيا، فباطل عند اهل السنة والجماعة(شرح فقه اكبر ص٨٧)

نے یزید کو خلافت کا اہل سمجھا تھا، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید کے متعلق تاریخ میں جو باتیں ملتی ہیں۔

ان کی وجہ سے بعض حضرات نے اگرچہ یزید کو کافر تک قرار دے دیا ہے اور اس پر لعنت کو بھی جائز رکھا ہے، لیکن جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ نے اس موقف کو پسند نہیں کیا اور فرمایا کہ یزید کو نہ تو کافر قرار دیا جائے اور نہ ہی اس پر لعنت کی جائے۔ [1]

کسی پر کفر کا فتویٰ لگانے کا حکم اور اسی طرح لعنت جس قدر بری چیز ہے اسی قدر اس کے کرنے پر پابندی بھی عائد کی گئی ہے، کسی مسلمان کو کافر قرار دینا، اور اس پر لعنت کرنا شرعاً حرام ہے۔

اور کسی متعین شخص کے بارے میں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس کی موت یقینی کفر پر ہوئی ہے اس پر متعین طور سے لعنت کرنا بھی منع ہے، اگرچہ وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو۔ [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ صَلّٰى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ

---

[1] قال محمود مهدى الإستانبولى فى حاشية العواصم من القاصم :
وخلاصة القول فى يزيد بن معاوية اختلف الناس فيه - كما قال الإمام ابن تيمية رحمه الله تعالى :ثلاث فرق :طرفان ووسط .فأحد الطرفين قالوا :أنه كان كافرا منافقا .وهذا القول سهل على الرافضة الذين يكفرون أبا بكر،وعمر، وعثمان .فتكفير يزيد أسهل!!والطرف الثانى يظنون أنه كان رجلا صالحا وإمام عدل .وأنه كان من الصحابة الذين ولدوا على عهد الرسول صلى الله عليه وآله وسلم، وحمله على يديه وبرك عليه .وهذا قول بعض الضلال .والقول الثالث أنه كان ملكاً من ملوك المسلمين، له حسنات وسيئات، ولم يولد إلا فى خلافة عثمان، ولم يكن كافرا، ولكن جرى بسببه ما جرى .وهذا قول أهل العقل والعلم والسنة والجماعة.ثم افترقوا ثلاث فرق، فرق لعنته، وفرق أحبته، وفرقة لا تسبه ولا تحبه !وهذا المنصوص عن الإمام أحمد،وعليه المقتصدون من أصحابه وغيرهم(حاشية:العواصم من القواصم للقاضى محمد بن عبد الله أبو بكر بن العربى المعافرى الإشبيلى المالكى ،ج ا ص ٢٤٦، الباب السابع، هل يزيد مسؤول عن مقتل الحسين؟)

[2] اللعن على يزيد بن معاوية لا ينبغى أن يفعل(لسان الحكام ، صفحة ٤١٦،الفصل السابع والعشرون،فصل فيما يكون كفرا من المسلم ومالا يكون)

قِبْلَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ، فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِیْ ذِمَّتِهٖ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہماری (یعنی مسلمانوں جیسی) نماز پڑھے اور ہمارے (یعنی مسلمانوں کے) قبلہ کی طرف (عبادت کے لئے) رُخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے، تو وہ مسلمان ہے، جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے، تو تم اللہ کی ذمہ داری میں خیانت نہ کرو (بخاری)

اس طرح کی حدیث حضرت جندب اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

مطلب یہ ہے کہ جب کوئی ظاہر میں ان چیزوں کو اختیار کرلے، جو اسلام کی بڑی نشانیاں اور امتیازی اہم شعائر ہیں کہ وہ یہود وعیسائیوں وغیرہ دیگر مذاہب کے مقابلہ میں رکوع، سجود، قیام، قعدہ وغیرہ کے ساتھ مسلمانوں کی طرح نماز پڑھے، اور بیتُ المقدس یا کسی اور چیز کو قبلہ ماننے کے بجائے بیتُ اللہ کو اپنا قبلہ تسلیم واختیار کرے اور ہمارے ذبح کئے ہوئے جانور کو کھالے، تو وہ اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری میں آجاتا ہے، اس لئے اس کو مسلمان سمجھنا چاہیے، اور اس کے ساتھ مسلمانوں والا برتاؤ کرنا چاہیے، اور اس کو نہ تو کافر قرار دینا چاہیے، اور نہ ہی قتل کرنا چاہیے، جس کی تفصیل دوسری احادیث میں آئی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے معاملات کا دارومدار ظاہر پر ہوتا ہے، اور انسان عالمُ الغیب، علیمٌ بذاتِ الصدور نہیں، اس لئے وہ دوسرے کے دل اور باطن کا مکلّف نہیں کہ کسی کے دل

---

[1] رقم الحدیث ۳۹۱، کتاب الصلاۃ، باب فضل استقبال القبلة.

[2] عن جندب، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :من صلى صلاتنا، واستقبل قبلتنا، وأكل ذبيحتنا، فذاک المسلم له ذمة الله وذمة رسوله(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۶۶۹، ج۲ص ۱۶۲)

عن عبد الله قال :كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى المنذر بن ساوى :من صلى صلاتنا، واستقبل قبلتنا، وأكل ذبيحتنا، فذاكم المسلم، له ذمة الله وذمة الرسول صلى الله عليه وسلم "(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۰۲۹۱، ج۱۰ ص ۱۵۲)

میں کیا ہے؟ اس کو تو ظاہری چیزوں کو دیکھ کر ہی فیصلہ کرنا چاہئے، اور اس کے باوجود بھی کسی کے دل میں اور کچھ ہو، تو یہ اس کی ذمہ داری نہیں، بلکہ اس کا معاملہ اور حساب اللہ کے ساتھ ہے، جیسا کہ دوسری احادیث میں ذکر آیا ہے۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِذَا قَالُوْهَا، وَصَلَّوْا صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلُوْا قِبْلَتَنَا، وَذَبَحُوْا ذَبِيْحَتَنَا، فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ، إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال (یعنی شرعی جہاد) کروں، جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہیں، پس جب وہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لیں، اور ہماری (یعنی مسلمانوں کی) طرح نماز پڑھنے لگیں، اور ہمارے قبلہ (یعنی بیتُ اللہ) کی طرف رخ کرنے لگیں، اور ہماری طرح (اللہ کا نام لے کر) ذبح کرنے لگیں، تو ہمارے اوپر ان کا خون اور ان کا مال حرام ہوجاتا ہے، سوائے کلمۂ اسلام کے حق کے (یعنی اس پر اسلام کے قانون لاگو ہوں گے، مثلاً قتل کے بدلہ میں قصاص وغیرہ) اور ان (کے باطن اور نیک وبُرے اعمال کی جزاوثواب) کا حساب اللہ کے ذمہ ہے (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى

---

[1] قوله :(فلا تخفروا الله فى ذمته) أى لا تعاملوا معاملة الغادر فى نقض عهده واغتيال مؤمنه، والذمة الأمان، وأذمه أجاره، أى له أمان الله نكال الكفار، وما شرع لهم من القتل والقتال (شرح المشكاة للطيبى، ج۲ ص ۴۵۵، كتاب الايمان)

[2] رقم الحديث ۳۹۲، كتاب الصلاة، باب فضل استقبال القبلة.

يَقُولُوا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِذَا قَالُوا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ، ثُمَّ قَرَأَ(إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُسَيْطِرٍ) (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال (یعنی شرعی جہاد) کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جب تک کہ وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' نہ کہہ لیں، پس جب وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کہہ لیں گے، تو مجھ سے اپنے خونوں کو اور اپنے مالوں کو محفوظ کرلیں گے، مگر مالوں اور خونوں کا حق ان پر باقی رہے گا (یعنی جو وہ دوسروں کا جانی ومالی نقصان کریں گے، اس کی مقررہ سزا ہوگی) اوران کا حساب اللہ کے ذمہ ہوگا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورہ غاشیہ کی) یہ آیت پڑھی کہ آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں، آپ ان پر مسلط نہیں ہیں (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ جب کوئی ظاہر میں ان چیزوں کو اختیار کرلے، تو اس سے قتال کرنا جائز نہیں، اوراگراس کے دل میں کفروشرک وغیرہ ہو، تو اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے، ہمارے ذمہ نہیں، لہٰذا ہمیں ظاہر کو نظرانداز کرکے اپنی طرف سے اس کے باطن کی کھود کرید کرنے اور اس کے دل کے احتساب کے درپے ہونے اوران کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٢١ ''٣٥'' كتاب الايمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا: لا إله إلا الله محمد رسول الله.

[2] (وحسابهم) أى فيما يسترون من الكفر والمعاصي بعد ذلك (على الله)، والجملة مستأنفة، أو معطوفة على جزاء الشرط، والمعنى أنا نحكم بظاهر الحال والإيمان القولي، ونرفع عنهم ما على الكفار، ونؤاخذهم بحقوق الإسلام بحسب ما يقتضيه ظاهر حالهم، لا أنهم مخلصون، والله يتولى حسابهم، فيثيب المخلص، ويعاقب المنافق، ويجازى المصر بفسقه، أو يعفو عنه، وفيه دليل على أن من أظهر الإسلام وأبطن الكفر يقبل إسلامه فى الظاهر (مرقاة المفاتيح، ج ا ص ٨١، كتاب الايمان)

(أمرت أن أقاتل الناس) إلى قوله ": وحسابهم على الله". ولو شاء الله تعالى لأطلع -صلى الله عليه وسلم -على باطن أمر الخصمين، فحكم بيقين نفسه من غير حاجة إلى شهادة، أو يمين، ولكن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک واقعہ میں روایت ہے کہ:

قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ؟ قَالَ : لَا، لَعَلَّهُ أَنْ يَّكُوْنَ يُصَلِّيَ فَقَالَ خَالِدٌ : وَكَمْ مِّنْ مُصَلٍّ يَقُوْلُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِيْ قَلْبِهِ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنِّيْ لَمْ أُوْمَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَلَا أَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ (بخاری) [1]

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میں اس آدمی کی گردن نہ اُڑادوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، شاید کہ یہ نماز پڑھتا ہو، تو حضرت خالد نے عرض کیا کہ کتنے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں، جو اپنی زبان سے وہ بات کرتے ہیں، جو ان کے دل میں نہیں ہوتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں کو پھاڑ کر دیکھوں، اور نہ یہ کہ میں ان کے پیٹوں کو چاک کروں (لہٰذا ہم تو ظاہر کے مکلّف ہیں)(بخاری، مسلم)

معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کو کافر یا مشرک قرار دینا سنگین گناہ ہے۔

اور جب تک کسی مسلمان سے کوئی بات واضح طور پر ایمان واسلام کے خلاف ظاہر نہ ہو، جس میں کوئی تاویل بھی ممکن نہ ہو، اس وقت تک کافر قرار دینا جائز نہیں ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لما أمر الله تعالى أمته باتباعه والاقتداء بأقواله وأفعاله وأحكامه، أجرى عليه حكمهم من عدم الإطلاع على باطن الأمور، ليكون للأمة أسوة به في ذلك وتطييبا لنفوسهم من الانقياد للأحكام الظاهرة من غير نظر إلى الباطن(مرقاة المفاتيح، ج٦ص ٢٤٤١، كتاب الامارة والقضاء، باب الأقضية والشهادات)

[1] رقم الحديث ٤٣٥١، كتاب المغازى، باب بعث على بن أبى طالب عليه السلام، وخالد بن الوليد رضى الله عنه، إلى اليمن قبل حجة الوداع،مسلم، رقم الحديث ١٠٦٤ "١٤٤"

[2] قوله صلى الله عليه وسلم (إنى لم أومر أن أنقب عن قلوب الناس ولا أشق بطونهم) معناه إنى أمرت بالحكم بالظاهر والله يتولى السرائر كما قال صلى الله عليه وسلم فإذا قالوا ذلك فقد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر کوئی شخص دل میں کفر یا اس کی کوئی بات چھپائے ہوئے ہو، تو جب تک اس کا اظہار نہ ہو جائے، اس وقت تک اس پر ظاہر میں مرتد یا کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيُّمَا امْرِءٍ قَالَ لِأَخِيْهِ : يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا، إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ، وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے بھی اپنے مسلمان بھائی کو یہ کہا کہ اے کافر! تو اس کا ان دونوں میں سے کوئی ایک مستحق ہو جاتا ہے، اگر وہ ایسا ہی ہو، جیسا اس نے کہا تو ٹھیک، ورنہ وہ اس کہنے والے پر لوٹ جاتا ہے (مسلم، مسند احمد)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عـصموا منی دماء هم وأموالهم إلا بحقها وحسابهم على الله وفى الحديث هلا شققت عن قلبه(شرح النووى علىٰ مسلم، ج۷،ص ۱۶۳، كتاب الزكاة، باب اعطاء المؤلفة ومن يخاف على ايمانه ان لم يعط)

التحرز من التكفير :لا ينبغى أن يكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن، أو كان فى كفره خلاف ولو كان رواية ضعيفة .ما يشك فى أنه كفر لا يحكم به، فإن المسلم لا يخرجه من الإيمان إلا جحود ما أدخله فيه، إذ الإسلام الثابت لا يزول بالشك مع أن الإسلام يعلو، فإن كان فى المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه فعلى المفتى أن يميل إلى الوجه الذى يمنع التكفير؛ لعظم خطره وتحسينا للظن بالمسلم، ولأن الكفر نهاية فى العقوبة فيستدعى نهاية فى الجناية، ومع الشك والاحتمال لا نهاية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۳ ،ص۲۲۸، ۲۲۹،مادة " تكفير")

[1] التكفير بالاعتقاد :اتفق الفقهاء على تكفير من اعتقد الكفر باطنا، إلا أنه لا تجرى عليه أحكام المرتد إلا إذا صرح به.

ومن عزم على الكفر فى المستقبل، أو تردد فيه، فإنه يكفر حالا لانتفاء التصديق بعزمه على الكفر فى المستقبل، وتطرق الشك إليه بالتردد فى الكفر .ولا تجرى عليه أحكام المرتد إلا إذا صرح بالكفر أيضا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۳ ،ص ۲۳۰ ،مادة " تكفير")

[2] رقم الحديث ۶۰، كتاب الايمان،باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم :يا كافر، مسند احمد،رقم الحديث ۵۸۲۴.

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَیْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَی السَّمَاءِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ دُوْنَهَا، ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَی الْأَرْضِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا دُوْنَهَا، ثُمَّ تَأْخُذُ یَمِیْنًا وَشِمَالًا، فَإِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ إِلَی الَّذِیْ لُعِنَ، فَإِنْ کَانَ لِذٰلِکَ أَهْلًا وَإِلَّا رَجَعَتْ إِلٰی قَائِلِهَا(سنن ابی داوٗد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب کسی چیز پر لعنت کرتا ہے، تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے، پھر اس کے سامنے آسمان کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، پھر وہ زمین کی طرف اترتی ہے، تو اس کے سامنے زمین کے دروازے بھی بند کردیئے جاتے ہیں، پھر وہ لعنت دائیں اور بائیں چلتی ہے، پھر جب اس کو کوئی جگہ نہیں ملتی، تو وہ اس کی طرف جاتی ہے، جس پر لعنت کی گئی ہے، اگر وہ اس کا اہل ہے، تو ٹھیک، ورنہ وہ لعنت کرنے والے کی طرف واپس لوٹ کر آجاتی ہے(ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ إِنَّ اللَّعْنَةَ إِذَا وُجِّهَتْ إِلٰی مَنْ وُجِّهَتْ إِلَیْہِ، فَإِنْ أَصَابَتْ عَلَیْہِ سَبِیْلًا، أَوْ وَجَدَتْ فِیْہِ مَسْلَکًا، وَإِلَّا قَالَتْ: یَا رَبِّ، وُجِّهْتُ إِلٰی فُلَانٍ، فَلَمْ أَجِدْ عَلَیْہِ سَبِیْلًا، وَلَمْ أَجِدْ فِیْہِ مَسْلَکًا، فَیُقَالُ لَهَا: ارْجِعِیْ مِنْ حَیْثُ جِئْتِ(مسند احمد، رقم الحدیث ۳۸۷۶) [2]

---

[1] رقم الحدیث ۴۹۰۵، کتاب الادب، باب فی اللعن.
قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ محتمل للتحسین(حاشیة سنن ابی داوٗد)

[2] قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ محتمل للتحسین(حاشیة مسند احمد)
وقال المنذری: وإسنادہ جید إن شاء اللہ تعالی(الترغیب والترھیب، ج۳ص۳۱۴، تحت رقم الحدیث ۴۲۲۰، کتاب الأدب وغیرہ، الترغیب فی الحیاء وما جاء فی فضله والترھیب من الفحش والبذاء)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ ارشاد سنا کہ لعنت جب بھیجی جاتی ہے، جس کی طرف بھی بھیجی جاتی ہے، تو اگر اس کا راستہ درست ہوتا ہے، یا وہ راستہ پاتی ہے، تو فبہا، ورنہ وہ لعنت یہ کہتی ہے کہ اے میرے رب! مجھے فلاں کی طرف بھیجا گیا ہے، اور میں اس کی طرف راستہ اور چلنے کی جگہ نہیں پاتی (یعنی وہ اس لعنت کا مستحق نہیں ہے) تو اس لعنت کو کہا جاتا ہے کہ تو اسی کی طرف لوٹ جا، جہاں سے آئی ہے (یعنی جس نے لعنت کی ہے) (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ لعنت انتہائی خطرناک عمل ہے، اور جب تک اس کا کوئی صحیح مستحق نہیں ہوتا، وہ اس کو جا کر نہیں لگتی، بلکہ کہنے والے پر لوٹ کر آجاتی ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا إِذَا رَأَيْنَا الرَّجُلَ يَلْعَنُ أَخَاهُ، رَأَيْنَا أَنَّهُ قَدْ أَتٰى بَابًا مِّنَ الْكَبَائِرِ

(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ٦٦٧٣) [1]

ترجمہ: ہم جب کسی آدمی کو دیکھتے تھے کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی پر لعنت کر رہا ہے، تو ہم یہ سمجھتے تھے کہ وہ کبیرہ گناہوں کے دروازہ پر پہنچ گیا ہے (طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی متعین مسلمان پر لعنت کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَّكُوْنَ لَعَّانًا

(مستدرک حاکم) [2]

---

[1] قال المنذری: رواه الطبرانی بإسناد جيد (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ٤٢١٨، الترهيب من السباب واللعن لا سيما لمعين آدميا)

وقال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الأوسط والكبير بنحوه، وإسناد الأوسط جيد، وفی إسناد الكبير ابن لهيعة، وهو لين (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٣٠٠٩، باب فيمن لعن مسلما أو رماه بكفر)

[2] رقم الحديث ١٤٥، ورقم الحديث ١٤٦، كتاب الايمان، مسند البزار، رقم الحديث ٢٠٩٢، الادب المفرد للبخاری، رقم الحديث ٣٠٩. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کے لئے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ لعنت کرنے والا ہو (حاکم، مسند احمد، الادب المفرد)

مطلب یہ ہے کہ مومن کی شان نہیں کہ وہ لعنت کرنے والا ہو، اس خصلتِ بد سے ہر مؤمن کو بچنا اور باز رہنا چاہئے۔

اس کے بعد عرض ہے کہ جمہور اہلِ سنت حضرات کے نزدیک یزید فاسق تھا اور یزید کی شخصیت کو مجموعی طور پر امت نے اچھی نظر سے نہیں دیکھا اور اپنی تحریر وتقریر میں جابجا یزید کے غلط کارناموں کا ذکر کیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال الحاكم: هذا حديث أسنده جماعة من الأئمة، عن كثير بن زيد، ثم أوقفه عنه حماد بن زيد وحده، فأما الشيخان فإنهما لم يخرجا عن كثير بن زيد وهو شيخ من أهل المدينة من أسلم كنيته أبو محمد لا أعرفه يجرح في الرواية، وإنما تركاه لقلة حديثه والله أعلم. ولهذا الحديث شواهد بألفاظ مختلفة، عن أبي هريرة وأبي الدرداء وسمرة بن جندب يصح بمثلها الحديث على شرط الشيخين.

[1] مثلاً یزید کا زبردستی امت پر حکومت کرنا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے قاتلین اور حرمین شریفین پر چڑھائی کرنے والوں کا یزید کے نزدیک معزز ومحترم ہونا اور ان کو اعلیٰ عہدوں پر قائم رکھنا وغیرہ وغیرہ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: علی وحسین، مؤلفہ: قاضی اطہر مبارک پوری رحمہ اللہ)

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اگر یزید فاسق تھا تو اس کے باوجود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو کیوں ولی عہد مقرر کیا، تو اس سلسلہ میں کئی احتمالات بیان کئے گئے ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱)......یزید کے فسق وفجور کے یہ واقعات زیادہ تر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کے ہیں اور یہ بات ہی زیادہ راجح ہے۔

(۲)......ممکن ہے بعض باتیں یزید میں پہلے سے بھی موجود ہوں، لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کا علم نہ ہو اور یزید اپنے والد سے اپنے اس حال کو چھپاتا ہو، جیسا کہ عام طور پر اولاد اس قسم کی حرکات کو والد سے پردہ میں رکھتی ہے، جبکہ خصوصاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر جاہ وجلال والے صحابی کے سامنے کرنے کی جرأت کیونکر ہوسکتی تھی؟

(۳)......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے معتبر ذریعے سے وہ امور نہ پہنچے ہوں اور ظاہری حالت سامنے ہو۔ کیونکہ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یزید کا فسق وفجور بھی اس وقت تک کھلا نہیں تھا (شہید کربلا از مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ص ۹، علی وحسین ص ۱۶۶، از قاضی اطہر حسین مبارکپوری)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یزید کے بارے میں آج کل بہت افراط وتفریط پائی جارہی ہے، ایک فریق یزید کی محبت میں اس حد تک آگے نکل گیا ہے کہ یزید کی تعریف کو اہلِ سنت کی علامت ونشانی سمجھنے لگا ہے، اس فریق کی خواہش ہے کہ یزید کا شُمار اگر ''خلفائے راشدین'' میں نہیں تو کم از کم ''خلفائے عادلین'' میں تو ضرور کیا جانا چاہئے ، اور یزید کے تین سالہ دور میں جو ظلم وستم کے سنگین واقعات رونما ہوئے ہیں، مثلاً حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے اہلِ بیت کا المناک قتل وشہادت، واقعہ حرّہ میں مدینہ والوں کا قتلِ عام اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حرمِ کعبہ پر یلغار اور چڑھائی، ان واقعات میں یزید کو برحق اور اس کے مقابلہ میں صحابۂ کرام اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو نعوذ باللہ باغی قرار دیا جائے ، جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کو باغی قرار دینا درست نہیں ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ(سنن الترمذی) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(۴) ولی عہدی کے وقت اپنی بہت سی حرکات یزید نے چھوڑ دی تھیں، جس کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک درجہ میں اطمینان ہوگیا تھا (تاریخ ملت حصہ اول ص ۴۸۴)

(۵)......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کچھ باتیں یزید میں محسوس کر لی تھیں، لیکن امیر کے لئے اس وقت کی مصلحت کے پیش نظر جن چیزوں کو وہ مفید اور ضروری سمجھ رہے تھے (مثلاً مادی قوت، حسن تدبیر اور معارکِ جہاد کا تجربہ) وہ یزید میں موجود تھیں اس لئے یزید کو دوسروں پر ترجیح دی (خارجی فتنہ حصہ اول ص ۴۳۴)

[1] رقم الحديث ۳۷۶۸، كتاب المناقب، باب مناقب أبي محمد الحسن بن علي بن أبي طالب والحسين بن علي بن أبي طالب رضي الله عنهما ،مسند احمد رقم الحديث ۱۰۹۹۹، سنن ابنِ ماجه رقم الحديث ۱۱۵ عن ابن عمر.

قال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح .وابن أبي نعم هو: عبد الرحمن بن أبي نعم البجلي الكوفي.

وقال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير يزيد بن مردانبة، فقد أخرج له النسائي، وهو ثقة(حاشية مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں (ترمذی)

جو لوگ نعوذ باللہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ''باغی'' قرار دیتے ہیں، وہ کس منہ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قیادت وسیادت میں جنت میں جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِیْ، وَمَنْ أَبْغَضَہُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِیْ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١٤٣، ابواب السنة، باب فى فضائل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فضائل الحسن والحسين ابنى على بن أبى طالب رضى الله عنهم) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حضرت حسن اور حضرت حسین سے محبت کی، تو اس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا، تو اس نے مجھ سے بغض رکھا (ابن ماجہ)

ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھی، اس سے اللہ محبت رکھتا ہے۔ ۲؎

۱؎ قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية ابن ماجه)

۲؎ عن سعيد بن أبى راشد، أن يعلى بن مرة حدثهم: أنهم خرجوا مع النبى – صلى الله عليه وسلم – إلى طعام دعوا له، فإذا حسين يلعب فى السكة .قال: فتقدم النبى – صلى الله عليه وسلم – أمام القوم، وبسط يديه، فجعل الغلام يفر هاهنا وهاهنا، ويضاحكه النبى – صلى الله عليه وسلم – حتى أخذه، فجعل إحدى يديه تحت ذقنه، والأخرى فى فأس رأسه، فقبله، وقال:" حسين منى، وأنا من حسين، أحب الله من أحب حسينا، حسين سبط من الأسباط "(سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١٤٤)

قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن إن شاء الله(حاشية ابن ماجه)

(حسين منى وأنا منه) قال القاضى :كأنه بنور الوحى علم ما سيحدث بين الحسين وبين القوم فخصه بالذكر وبين أنهما كشىء واحد فى وجوه المحبة وحرمة التعرض والمحاربة وأكد ذلك

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ ارشاد ہے کہ:

اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں، آپ بھی اس سے محبت رکھیے۔ [1]

اور اس کے برعکس دوسرا فریق یزید کو دین وایمان سے خارج اور کافر وملعون قرار دینے کو ضروری سمجھتا ہے۔

لیکن اعتدال کا راستہ ان دونوں حدوں کے درمیان ہے، اور وہ یہ کہ یزید کی تعریف اور مدح سرائی سے بچا جائے، اور یزید کو یقینی کافر نہ قرار دیا جائے، اور یزید کا نام لے کر لعنت سے پرہیز کیا جائے۔

یزید کے متعلق متعین طور پر احادیث میں بشارت نہیں آئی، بلکہ بشارت کے کلیہ اور قاعدہ میں داخل ہونے میں بھی اختلاف ہوا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یزید کے دفاع اور اس کی حمایت میں جو لوگ اس دور میں حد سے آگے بڑھ رہے ہیں اور یزید کو صحابی تک کہہ کر اس کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی لکھ اور کہہ دیتے ہیں وہ غلط فہمی کا شکار ہیں۔

اسی طرح یزید کے فسق اور اس کو برا بھلا کہنے کی بحث میں لگے رہنا اور اس میں اپنا وقت ضائع کرنا بھی اچھی بات نہیں۔

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

بقوله (أحب الله من أحب حسينا) فإن محبته محبة الرسول ومحبة الرسول محبة الله (الحسن والحسين سبطان من الأسباط) جمع سبط وهو ولد الولد أكد به البعضية وقدرها ويقال القبلية قال تعالى :(وقطعناهم اثنتى عشرة أسباطا أمما) أى قبائل ويحتمل إرادته هنا على معنى أنه يتشعب منهما قبيلة ويكون من نسلهما خلق كثير وقد كان(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ٣٧٢٧)

[1] عن عدى بن ثابت، قال:سمعت البراء يقول: " رأيت النبى صلى الله عليه وسلم حاملا الحسن بن على على عاتقه وهو يقول: " اللهم إنى أحبه فأحبه "(صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٦٩٦٢)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية ابن حبان)

یزید کی شخصیت کا مسئلہ اس درجہ کے ایمانیات میں سے نہیں کہ اگر کسی کو اس کی شخصیت اور کارناموں کا علم ہی نہ ہو اور اس وجہ سے اس کا یزید کے بارے میں متعین طریقہ پر فاسق وگناہ گار ہونے کا عقیدہ بھی نہ ہو، تو آخرت میں اس کی پکڑ ہو۔ [1]

---

[1] یزید کے بارے میں تین فریق ہیں، ایک فریق اس کو ولی سمجھتا ہے، اور اس سے محبت کرتا ہے، اور ایک فریق اس کو برا بھلا کہتا ہے اور اس پر لعنت کرتا ہے، اور ایک فریق دونوں کے مابین ہے، جو نہ تو یزید کو ولی سمجھتا ہے، اور نہ اس پر لعنت کرتا ہے، بلکہ وہ یزید کو ایک حکمران تصور کرتا ہے، اور اس کے معاملہ کو اللہ پر چھوڑتا ہے، اور بعض اہلِ علم نے اسی تیسرے فریق کو مصیب اور اس کے مذہب کو قواعدِ شرع کے مطابق قرار دیا ہے۔

امداد الفتاویٰ میں ہے کہ:

> یزید کے بارے میں علماء قدیماً وحدیثاً مختلف رہے ہیں، بعض نے تو اس کو مغفور کہا ہے، بدلیل حدیث صحیح بخاری ''ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول جیش من امتی الخ'' ......اور بعضوں نے اس کو ملعون کہا ہے ....توسط اس میں یہ ہے کہ اس کے حال کو مفوض بعلمِ الٰہی کرے، اور خود اپنی زبان سے کچھ نہ کہے ''لان فیہ خطرا'' اور اگر کوئی اس کی نسبت کچھ کہے، تو اس سے کچھ تعرّض نہ کرے ''لان فیہ نصرا'' (امداد الفتاویٰ، ج۵ص۴۲۵،۴۲۶، ملخصاً، کتاب العقائد والکلام)

والناس فی یزید ثلاث فرق فرقة تتولاه وتحبه وفرقة تسبه وتلعنه وفرقة متوسطة فی ذلک لا تتولاه ولا تلعنه وتسلک به مسلک سائر ملوک الإسلام وخلفائهم غير الراشدين فی ذلک وهذه الفرقة هی المصيبة ومذهبها هو اللائق بمن يعرف سير الماضين ويعلم قواعد الشريعة المطهرة جعلنا الله من أخيار أهلها آمين(الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة، لشهاب الدين احمد بن حجر الهيتمی، ج۲،ص ۶۳۹، الخاتمة فی بيان اعتقاد أهل السنة والجماعة فی الصحابة رضوان الله عليهم، الخ)

ولهذا كان الذی عليه معتقد أهل السنة وأئمة الأمة أنه لا يسب ولا يحب قال صالح بن أحمد بن حنبل "قلت لأبی :إن قوما يقولون :إنهم يحبون يزيد .قال :يا بنی وهل يحب يزيد أحد يؤمن بالله واليوم الآخر؟ فقلت :يا أبت فلماذا لا تلعنه؟ قال :يا بنی ومتى رأيت أباک يلعن أحدا؟ .وروی عنه قيل له :أتكتب الحديث عن يزيد بن معاوية؟ فقال :لا، ولا كرامة أوليس هو الذی فعل بأهل المدينة ما فعل؟ .فيزيد عند علماء أئمة المسلمين ملک من الملوک .لا يحبونه محبة الصالحين وأولياء الله؛ ولا يسبونه، فإنهم لا يحبون لعنة المسلم المعين؛ لما روى البخاری فی صحيحه عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه (أن رجلا كان يدعى حمارا وكان يكثر شرب الخمر وكان كلما أتی به إلى النبی صلى الله عليه وسلم ضربه .فقال رجل :لعنه الله ما أكثر ما يؤتى به إلى النبی صلى الله عليه وسلم فقال النبی صلى الله عليه وسلم لا تلعنه فإنه يحب الله ورسوله) . ومع هذا فطائفة من أهل السنة يجيزون لعنه لإنهم يعتقدون أنه فعل من الظلم ما يجوز لعن فاعله .وطائفة أخرى ترى محبته لأنه مسلم تولى على عهد الصحابة؛ وبايعه الصحابة .ويقولون :لم يصح عنه ما نقل عنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ١٤١)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكانت له محاسن أو كان مجتهدا فيما فعله .والصواب هو ما عليه الأئمة :من أنه لا يخص بمحبة ولا يلعن .ومع هذا فإن كان فاسقا أو ظالما فالله يغفر للفاسق والظالم لا سيما إذا أتى بحسنات عظيمة .وقد روى البخارى فى صحيحه عن ابن عمر رضى الله عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :(أول جيش يغزو القسطنطينية مغفور له) وأول جيش غزاها كان أميرهم يزيد بن معاوية وكان معه أبو أيوب الأنصارى رضى الله عنه .وقد يشتبه يزيد بن معاوية بعمه يزيد بن أبى سفيان فإن يزيد بن أبى سفيان كان من الصحابة، وكان من خيار الصحابة وهو خير آل حرب، وكان أحد أمراء الشام الذين بعثهم أبو بكر رضى الله عنه فى فتوح الشام ومشى أبو بكر فى ركابه يوصيه مشيعا له فقال له :يا خليفة رسول الله :إما أن تركب وإما أن أنزل .فقال :لست براكب ولست بنازل إنى أحتسب خطاى هذه فى سبيل الله .فلما توفى بعد فتوح الشام فى خلافة عمر ولى عمر رضى الله عنه مكانه أخاه معاوية وولد له يزيد فى خلافة عثمان بن عفان وأقام معاوية بالشام إلى أن وقع ما وقع، فالواجب الاقتصار فى ذلك، والإعراض عن ذكر يزيد بن معاوية وامتحان المسلمين به فإن هذا من البدع المخالفة لأهل السنة والجماعة فإنه بسبب ذلك اعتقد قوم من الجهال أن يزيد بن معاوية من الصحابة وأنه من أكابر الصالحين وأئمة العدل وهو خطأ بين(مجموع الفتاوى،لا بن تيمية، ج٣ص ٤١٢ الى ٤١٤، فصل فى وجوب الاقتصاد والاعتدال فى امر الصحابة والقرابة، اعدل الاقوال فى يزيد بن معاوية)

فصل :افترق الناس فى "يزيد "بن معاوية بن أبى سفيان ثلاث فرق :طرفان ووسط.

فأحد الطرفين قالوا :إنه كان كافرا منافقا.............والطرف الثانى يظنون أنه كان رجلا صالحا وإمام عدل وأنه كان من "الصحابة "الذين ولدوا على عهد النبى صلى الله عليه وسلم وحمله على يديه وبرك عليه وربما فضله بعضهم على أبى بكر وعمر .وربما جعله بعضهم نبيا......وكلا القولين ظاهر البطلان عند من له أدنى عقل وعلم بالأمور وسير المتقدمين؛ ولهذا لا ينسب إلى أحد من أهل العلم المعروفين بالسنة ولا إلى ذى عقل من العقلاء الذين لهم رأى وخبرة.

والقول الثالث :أنه كان ملكا من ملوك المسلمين له حسنات وسيئات ولم يولد إلا فى خلافة عثمان ولم يكن كافرا؛ ولكن جرى بسببه ما جرى من مصرع "الحسين "وفعل ما فعل بأهل الحرة ولم يكن صاحبا ولا من أولياء الله الصالحين وهذا قول عامة أهل العقل والعلم والسنة والجماعة .ثم افترقوا (ثلاث فرق :فرقة لعنته وفرقة أحبته وفرقة لا تسبه ولا تحبه وهذا هو المنصوص عن الإمام أحمد وعليه المقتصدون من أصحابه وغيرهم من جميع المسلمين......وقال أبو محمد المقدسى لما سئل عن يزيد :فيما بلغنى لا يسب ولا يحب .وبلغنى أيضا أن جدنا أبا عبد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی اس کے لئے وہ ہے، جو اس نے عمل کیا، اور تمہارے لئے وہ ہے، جو تم نے عمل کیا، اور تم سے ان کے کاموں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا (سورہ بقرہ)

نیز قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (سورة البقرة، رقم الآية ٢٨٦)

ترجمہ: اس کے لئے ہے، اس کے عمل کا ثواب، اور اسی پر ہے اس کے برے عمل کا وبال (سورہ بقرہ)

عام مسلمانوں کو اس طرح کی باتوں میں زیادہ بحث مباحثہ کرنا اور اس طرح کی چیزوں میں الجھ کر آپس میں لڑنا جھگڑنا اور دین کی ضروری باتوں سے غفلت اختیار کرنا زیب نہیں دیتا۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

(6)......دس محرم کی چھٹی کے متعلق راہِ اعتدال

سوال: دس محرم کے دن عام چھٹی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جیسا کہ بعض ملکوں میں دس محرم کو عام تعطیل ہوتی ہے؟ اور اس دن لوگ کاروبار نہیں کرتے۔ کیا اس دن کام کاج کرنا منع ہے، اور کیا اس دن کاروبار کرنا رزق میں بے برکتی وغیرہ کا باعث ہے؟

جواب:......دس محرم کی چھٹی کا شریعت کی طرف سے حکم نہیں، شریعتِ مطہرہ میں دس محرم کے دن کاروبار، تجارت وملازمت وغیرہ سے منع نہیں کیا گیا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الله ابن تيمية سئل عن يزيد . فقال :لا تنقص ولا تزد .وهـذا أعدل الأقوال فيه وفى أمثاله وأحسنها أما تـرک سبه ولعنته فبناء على أنه لم يثبت فسقه الذى يقتضى لعنه أو بناء على أن الفاسق المعين لا يـلعن بخصوصه إما تحريما وإما تنزيها......وأما ترک محبته فلأن المحبة الخاصة إنما تكون للنبيين والـصـديقين والشهداء والصالحين؛ وليس واحدا منهم(مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية، ج۴ص ۴۸۱ الیٰ ۴۸۴، ملخصاً، فصل فى افترق الناس فى يزيد بن معاوية ثلاث فرق)

اور بعض لوگ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر دس محرم کے دن کاروبار کیا جائے تو اس پر سارے سال رزق کی تنگی رہتی ہے۔

ایسا عقیدہ رکھنا غلط ہے، کیونکہ شریعت کی طرف سے دس محرم کو کاروبار کرنے کی وجہ سے رزق میں تنگی ہونا ثابت نہیں۔

اوراس کے برخلاف اگراس دن کاروبار سے چھٹی کرکے گناہ میں شرکت کی جائے، تو یہ گناہ بھی ہے اوراس گناہ میں شرکت کرنے سے خطرہ یہ بھی ہے کہ سال بھر انسان کو رزق کی تنگی میں مبتلا رہنا پڑے۔

ہاں کسی ضرورت کے تحت کوئی شخص اس دن اتفاقاً اپنی ضرورت کو مقصود سمجھ کر چھٹی کرلے، جیسا کہ عام دنوں میں بھی کسی غرض سے چھٹی کرلی جاتی ہے یا حکومت کی طرف سے امنِ عامہ قائم رکھنے کے لئے عام تعطیل دی جائے یا کوئی اس دن روزہ وعبادت میں مصروف ہونے کی وجہ سے چھٹی کرے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن دس محرم کو کاروبار وغیرہ کو ناجائز یا گناہ سمجھنا یا اس دن کاروبار کرنے سے دوسروں کو زورزبردستی منع کرنا درست نہیں، کیونکہ قرآن و سنت میں اس دن چھٹی کرنے یا کاروبار کی ممانعت کا حکم نہیں آیا۔

معاشرہ میں بہت سے غریب ایسے ہیں کہ جن کا روزمرہ کام کاج کئے بغیر گزر بسر نہیں ہوتا، اوراس دن بھی لوگوں کو اپنے روزمرہ کی چیزوں کی خرید وفروخت کی ضرورت وحاجت ہوتی ہے، کاروبار ممنوع وناجائز قرار دینے سے لوگوں کی ضروریات اور حقوقِ انسانی متاثر ہوتے ہیں، اس کے علاوہ بعض لوگ اس دن چھٹی منا کر غیر شرعی کام بھی کرتے ہیں، اس لئے اگر کوئی روزمرہ کی طرح اس دن بھی اپنے معمولات اور ضروریات میں مشغول رہے، تو اس میں گناہ نہیں، اوراس کی آمدنی حلال ہی کہلائے گی۔

اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ اگر ہنگامی حالات کے پیشِ نظر حکومتِ وقت امنِ عامہ قائم کرنے کے لئے عام چھٹی کو نیک نیتی کے ساتھ ضروری سمجھے اوراسی طرح کوئی ادارہ فتنہ وفساد کے

خطرے کے پیشِ نظر چھٹی کی ضرورت محسوس کرے تو اس اعتبار سے چھٹی ایک انتظامی چیز ہے اوراس کو شرعی چیز یا شرعی حکم سمجھنے کے بجائے انتظامی چیز سمجھتے ہوئے عمل کرنے میں حرج نہیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(7،8)......امام حسین اور علیہ السلام کے متعلق راہِ اعتدال

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کے شروع میں امام نہیں لگانا چاہئے کیونکہ اس سے بعض لوگ یہ معنیٰ مراد لیتے ہیں کہ امام گناہوں سے معصوم ہوتا ہے اور وہ نبی کے برابر مقام رکھتا ہے، بلکہ نبی سے بھی اونچا مقام اس کو حاصل ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ، اس سلسلہ میں راہِ اعتدال کیا ہے؟ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کی جگہ علیہ السلام کہنے سے بھی غلط عقیدے کی تائید ہوتی ہے کیونکہ یہ جملہ تو نبیوں کے نام کے ساتھ بولا جاتا ہے۔اس سلسلہ میں راہِ اعتدال کیا ہے؟

جواب:......حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ امام لگانا اگر پیشوا، دین کے مقتداء، اور رہبر ہونے کے اعتبار سے ہو تو جائز ہے، اور اہلُ السنۃ والجماعۃ اسی معنٰی کے اعتبار سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ امام لگاتے ہیں، لہٰذا فی نفسہٖ اس معنٰی کے اعتبار سے امام کہنا جائز ہے۔

اور اگر کوئی غلط عقیدہ کے ساتھ کہے تو گناہ ہوگا، اسی وجہ سے کسی جگہ امام کہنے سے کسی غلط عقیدہ کی تائید ہوتی ہو، تو پھر اس لفظ سے پرہیز کرنا مناسب ہے اور اس کی جگہ ادب واحترام کا دوسرا لفظ کہنا مناسب ہے، مثلاً حضرت حسین رضی اللہ عنہ یا سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ، جیسا کہ دوسرے جلیلُ القدر صحابہ کرام کے نام کے ساتھ بھی اس طرح کے الفاظ

استعمال کئے جاتے ہیں (ملاحظہ ہو: خیر الفتاویٰ ج ا ص ۱۴۰، وفتاویٰ محمودیہ مبوب، ج ۱۹ ص ۱۴۶، بتغیر)

اور علیہ السلام ایک دعائیہ کلمہ ہے جس کے معنٰی ہیں ان پر سلامتی ہو۔

لغت کے اعتبار سے اس کا استعمال حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی فی نفسہٖ درست ہے، لیکن آج کل عام بول چال میں اس لفظ کا استعمال زیادہ تر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوتا ہے اور صحابہ کے نام کے ساتھ عام طور پر ''رضی اللہ عنہ'' کا دعائیہ کلمہ لگایا جاتا ہے اور اس سے سننے والے کا ذہن صحابہ کی طرف منتقل ہوتا ہے اور دوسرے صحابہ کے نام کے ساتھ علیہ السلام نہیں لگایا جاتا، اس لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ بھی علیہ السلام کے بجائے رضی اللہ عنہ کا استعمال مناسب ہے، تاکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا تصور عام لوگوں کے ذہنوں میں قائم رہے اور عقیدہ میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو۔

تفسیر معارف القرآن میں ہے:

''امام جوینی نے فرمایا کہ جو حکم لفظ صلوٰۃ کا ہے وہی لفظ سلام کا بھی ہے کہ غیر نبی کے لئے اس کا استعمال درست نہیں، بجز اس کے کہ کسی کو خطاب کرنے کے وقت بطور تحیہ کے السلام علیکم کہے، یہ جائز ومسنون ہے، مگر کسی غائب کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' کہنا اور لکھنا غیر نبی کے لئے درست نہیں (خصائص کبریٰ سیوطی ج ۲ ص ۲۶۲)

علامہ لقانی نے فرمایا کہ قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ محققینِ علمائے امت اس طرف گئے ہیں اور میرے نزدیک بھی یہی صحیح ہے، اور اسی کو امام مالک، سفیان اور بہت سے فقہاء ومتکلمین نے اختیار کیا ہے کہ صلوٰۃ وتسلیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کے لئے مخصوص ہے غیر نبی کے لئے جائز نہیں۔ [1]

---

[1] وأما السلام فنقل اللقانی فی شرح جوهرة التوحید عن الإمام الجوینی أنه فی معنی الصلاة، فلا یستعمل فی الغائب ولا یفرد به غیر الأنبیاء فلا یقال علی – علیه السلام – وسواء فی هذا الأحیاء والأموات إلا فی الحاضر فیقال السلام أو سلام علیک أو علیکم وهذا مجمع علیه اهـ.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جیسے لفظ سبحانہٗ اور تعالٰی، اللہ جل شانہٗ کے لئے مخصوص ہے، انبیاء کے سوا عام مسلمانوں کے لئے مغفرت اور رضا کی دعاء ہونا چاہئے جیسے قرآن میں حضراتِ صحابہ کے متعلق آیا **رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ**(روح المعانی)

صلوٰۃ وسلام کے احکام کی مفصل بحث احقر کے رسالہ تنقیح الکلام فی احکام الصلوٰۃ والسلام میں ہے جو بزبانِ عربی ''احکام القرآن'' سورۂ احزاب کا جزء ہوکر شائع ہو چکا ہے (معارف القرآن ج۷ص۲۲۶)

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(9)......عبدُ العلی، علی بخش، حسین بخش، وغیرہ نام رکھنے میں راہِ اعتدال

سوال: بعض لوگ اپنے بچوں کے نام علی بخش، حسین بخش، امام بخش، عبد العلی، یا اس طرح کے دوسرے نام رکھتے ہیں، ایسے نام رکھنا شرعاً کیسا ہے؟

نیز عام طور پر علی، حسن، حسین، جعفر وغیرہ نام تو رکھ لئے جاتے ہیں، لیکن ان کے مقابلہ میں دوسرے صحابہ کے نام نہیں رکھے جاتے۔ اس بارے میں بھی راہِ اعتدال کی وضاحت مطلوب ہے؟

جواب:......نام رکھنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ ایسا نام منتخب کریں، جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات وارشادات کے زیادہ سے زیادہ مطابق ہو۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

أقول: ومن الحاضر السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین، والظاھر أن العلۃ فی منع السلام ما قالہ النووی فی علۃ منع الصلاۃ أن ذلک شعار أھل البدع، ولأن ذلک مخصوص فی لسان السلف بالأنبیاء – علیھم الصلاۃ والسلام – (......وبعداسطر......) وأیضا فھو أمر لم یکن معروفا فی الصدر الأول، وإنما أحدثہ الرافضۃ فی بعض الأئمۃ والتشبہ بأھل البدع منھی عنہ فتجب مخالفتھم اھـ.

أقول: وکراھۃ التشبہ بأھل البدع مقررۃ عندنا أیضا لکن لا مطلقا بل فی المذموم وفیما قصد بہ التشبہ بھم (ردالمحتار، ج۶ص۷۵۳، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ -صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - إِنَّ أَحَبَّ أَسْمَائِکُمْ إِلَی اللّٰہِ عَبْدُ اللّٰہِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ(مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک تمہارے ناموں میں زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُغَیِّرُ الِاسْمَ الْقَبِیْحَ(ترمذی) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم برے ناموں کو تبدیل کردیا کرتے تھے (ترمذی)

حضرت محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ اسْمُہُ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ : عَبْدَ الْکَعْبَۃِ ، فَسَمَّاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :عَبْدَ الرَّحْمٰنِ (المعجم الکبیر للطبرانی) [3]

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نام زمانۂ جاہلیت میں عبدالکعبہ (کعبہ کا بندہ) تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھا (طبرانی)

انسان چونکہ صرف اللہ تعالیٰ کا عبد اور بندہ ہے، اس لئے عبد کی نسبت غیراللہ کی طرف کئے گئے ناموں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرمادیا۔

---

[1] رقم الحدیث ۲۱۳۲ "۲"، کتاب الآداب،باب النھی عن التکنی بأبی القاسم وبیان ما یستحب من الأسماء.

[2] رقم الحدیث ۲۸۳۹،ابواب الادب،باب ما جاء فی تغییر الأسماء.

[3] رقم الحدیث ۲۵۳،ج ۱ ص ۱۲۶ ، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۵۳۳۵، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، رقم الحدیث ۴۵۵.

قال الذھبی فی التلخیص :علی شرط البخاری ومسلم.

وقال الھیثمی:رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۴۸۸۳، ج۹ص ۱۵۵)

اور حضرت ابوعبیدہ معمر بن مثنٰی سے روایت ہے کہ:

كَانَ اسْمُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِىْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ فِى الْجَاهِلِيَّةِ عَبْدَ الْعُزَّى، فَسَمَّاهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق کا نام جاہلیت کے زمانہ میں عبدُ العزیٰ تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبدُ الرحمٰن رکھا (حاکم)

زمانۂ جاہلیت میں عزیٰ بت کا نام تھا، اور عبدالعزیٰ نام میں شرک کے معنیٰ پائے جاتے تھے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تبدیل فرما کر توحید اور وحدانیت کے معنیٰ والا نام تجویز فرمایا۔

حضرت ہانی بن شریح فرماتے ہیں کہ:

وَفَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ قَوْمِهٖ فَسَمِعَهُمْ يُسَمُّوْنَ رَجُلًا عَبْدَ الْحَجَرِ ، فَقَالَ لَهٗ :مَا اِسْمُكَ ؟ قَالَ :عَبْدُ الْحَجَرِ ، فَقَالَ لَهٗ :رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّمَا أَنْتَ عَبْدُ اللّٰهِ (مُصنف ابن أبی شيبة) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وفد حضرت ہانی کی قوم میں تشریف لایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ ان لوگوں نے ایک آدمی کا نام عبدالحجر (یعنی پتھر کا بندہ) رکھا ہوا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے معلوم کیا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ تو اس نے کہا کہ عبدالحجر، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ تم عبداللہ ہو (ابن ابی شیبہ)

---

[1] رقم الحديث ۵۹۹۹، كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم ،ذكر مناقب عبد الرحمن بن أبى بكر الصديق رضى الله عنهما.

[2] رقم الحديث ۲۶۴۲۱، كتاب الادب، باب فِى تغيِيرِ الأسماء، الادب المفرد للبخارى، رقم الحديث ۸۳۹.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لَا يَقُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ عَبْدِىْ. فَكُلُّكُمْ عَبِيْدُ اللّٰهِ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ فَتَاىَ .وَلَا يَقُلِ الْعَبْدُ رَبِّىْ .وَلٰكِنْ لِيَقُلْ سَيِّدِىْ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہرگز بھی کوئی دوسرے کو یہ نہ کہے کہ اے میرے بندے، کیونکہ تم سب اللہ کے بندے ہو، لیکن یہ کہے کہ اے میرے نوجوان (یا ایسا ہی کوئی اور لفظ کہے) اور نہ ہی غلام اپنے آقا کو اپنا رب کہے، بلکہ یہ کہے کہ اے میرے سردار (مسلم)

اور ایک روایت کے آخر میں یہ ہے کہ:

وَالرَّبُّ اَللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (مسند احمد، رقم الحدیث ۹۴۵۱) [2]

ترجمہ: اور رب تو اللہ عزوجل ہے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ تمام انسان اللہ تعالیٰ کے عبد اور بندے ہیں، اس لئے عبد کی نسبت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف زیبا ہے، کسی اور کی طرف یہ نسبت درست نہیں۔

اسی طرح حقیقی رب بھی اللہ ہی ہے، اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف رب کی نسبت زیبا نہیں۔ [3]

---

[1] رقم الحدیث ۲۲۴۹ "۱۴" كتاب الالفاظ من الادب، باب حكم إطلاق لفظة العبد والأمة والمولى والسيد.

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

[3] (وعن أبي هريرة – رضي الله عنه – قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " لا يقولن أحدكم عبدي ") أي: يا عبدي أو عبدي فلان؛ دفعا لتوهم الشركة في العبودية أو في حقيقة العبدية ....(ولا يقل العبد: ربي) أي: بالنداء أو الإخبار؛ لأن الإنسان مربوب متعبد بإخلاص التوحيد، فكره المضاهاة بالاسم لئلا يدخل في معنى الشرك إذ العبد والحر فيه بمنزلة واحدة.(ولكن ليقل: سيدي) ؛ لأن مرجع السيادة إلى معنى الرياسة وحسن التدبير في المعيشة، ولذلك يسمى الزوج سيدا (مرقاة المفاتيح، ج۷ص ۳۰۰۰، ۳۰۰۱، ملخصاً، كتاب الآداب، باب الآسامي)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ بچوں کے نام ایسے رکھنا چاہئیں جو معنٰی کے اعتبار سے اچھے ہوں، ان میں شرک اور تکبر وغیرہ کا شبہ نہ ہو اور کوئی غلط معنٰی یا نسبت نہ پائی جاتی ہو۔

رسول بخش، علی بخش، حسین بخش، امام بخش، پیر بخش اور قلندر بخش وغیرہ نام رکھنے سے پرہیز کرنا مناسب ہے، کیونکہ کسی کو بخشنا اور مغفرت کرنا، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

البتہ اللہ بخش وغیرہ نام رکھنے میں حرج نہیں، کیونکہ جس طرح عبادت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اسی طرح کسی کو بخشنا اور معاف کرنا، پیدا کرنا زندہ کرنا، مارنا، مشکلات پریشانیوں اور مصائب کا کھولنا اور حل کرنا، یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص اور اس کی صفات ہیں ان صفات کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا مناسب نہیں۔

عبدُ العلی کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ لفظِ علی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے (جیسا کہ قرآن مجید میں اَلْعَلِیُّ الْعَظِیْم وغیرہ آیا ہے) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے اگر کسی کی مراد عبدالعلی میں اللہ کا بندہ ہو تو جائز ہے اور اگر حضرت علی کا بندہ مراد ہو تو منع ہے۔ اور آج کل کم

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

قال العلماء مقصود الأحاديث شيئان أحدهما نهى المملوك أن يقول لسيده ربى لأن الربوبية إنما حقيقتها لله تعالى لأن الرب هو المالك أو القائم بالشء ولا يوجد حقيقة هذا إلا فى الله تعالى فإن قيل فقد قال النبى صلى الله عليه وسلم فى أشراط الساعة أن تلد الأمة ربتها أو ربها فالجواب من وجهين أحدهما أن الحديث الثانى لبيان الجواز وأن النهى فى الأول للأدب وكراهة التنزيه لا للتحريم والثانى أن المراد النهى عن الإكثار من استعمال هذه اللفظة واتخاذها عادة شائعة ولم ينه عن إطلاقها فى نادر من الأحوال واختار القاضى هذا الجواب ....الثانى يكره للسيد أن يقول لمملوكه عبدى وأمتى بل يقول غلامى وجاريتى وفتاى وفتاتى لأن حقيقة العبودية إنما يستحقها الله تعالى ولأن فيها تعظيما بما لا يليق بالمخلوق استعماله لنفسه وقد بين النبى صلى الله عليه وسلم العلة فى ذلك فقال كلكم عبيد الله فنهى عن التطاول فى اللفظ كما نهى عن التطاول فى الأفعال وفى إسبال الإزار وغيره وأما غلامى وجاريتى وفتاى وفتاتى فليست دالة على الملك كدلالة عبدى مع أنها تطلق على الحر والمملوك وإنما هى للاختصاص قال الله تعالى وإذ قال موسى لفتاه وقال لفتيانه وقال لفتيته قالوا سمعنا فتى يذكرهم وأما استعمال الجارية فى الحرة الصغيرة فمشهور معروف فى الجاهلية والإسلام والظاهر أن المراد بالنهى من استعمله على جهة التعاظم والارتفاع لا للوصف والتعريف والله أعلم(شرح النووى علىٰ مسلم، ج۱۵ ص۶،۷، ملخصاً، كتاب الالفاظ من الادب وغيرها، باب حكم اطلاق لفظة العبدوالامة والمولىٰ والسيد)

علمی کے دور میں ظاہر ہے کہ ایسے مشتبہ ناموں کے رکھنے سے پرہیز ہی بہتر ہے۔ [1]

اور محمد علی، محمد حسین، محمد حسن، محمد جعفر وغیرہ نام رکھنا بلاشبہ جائز ہے، لیکن ساتھ ہی اس کا خیال رکھا جائے کہ دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں کو بھی رواج دیا جائے اور ان کے نام بھی رکھے جائیں۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] عبد کا لفظ مشترک ہے اس کے معنٰی عابد (عبادت کرنے والا) کے بھی آتے ہیں اور خادم وغلام کے بھی، جب اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہوتی ہے تو غلام اور خادم کے معنٰی ہوتے ہیں، لیکن نام اور تسمیہ کے موقعہ اور محل پر عموماً یہ لفظ عبادت کے معنٰی میں استعمال ہوتا ہے اس لئے اشتباہ کی وجہ سے ایسا نام رکھنا مناسب نہیں۔

ولا يجوز نحو عبد الحارث ولا عبد النبي، ولا عبرة بما شاع فيما بين الناس (مرقاة المفاتيح، ج٧ص٢٩٩٧، كتاب الآداب، باب الآسامي)

فقال أبو محمد بن حزم اتفقوا على تحريم كل اسم معبد لغير الله كعبد العزى وعبد هبل وعبد عمرو وعبد الكعبة وما أشبه ذلك حاشا عبد المطلب انتهى فلا تحل التسمية ب عبد على ولا عبد الحسين ولا عبد الكعبة وقد روى ابن أبي شيبة حديث يزيد بن المقدام بن شريح عن المقدام بن شريح عن أبيه عن جده هانيء بن يزيد قال وفد على النبي صلى الله عليه وسلم قوم فسمعهم يسمون عبد الحجر فقال له ما اسمك فقال عبد الحجر فقال له رسول صلى الله عليه وسلم إنما أنت عبد الله فإن قيل كيف يتفقون على تحريم الاسم المعبد لغير الله وقد صح عنه صلى الله عليه وسلم أنه قال تعس عبد الدينار تعس عبد الدرهم تعس عبد الخميصة تعس عبد القطيفة وصح أنه قال(أنا النبي لا كذب ...أنا ابن عبد المطلب)ودخل عليه رجل وهو جالس بين أصحابه فقال أيكم ابن عبد المطلب فقالوا هذا وأشاروا إليه فالجواب أما قوله تعس عبد النار فلم يرد به الاسم وإنما أراد به الوصف والدعاء على من يعبد قلبه الدينار والدرهم فرضى بعبوديتها عن عبودية ربه تعالى وذكر الأثمان والملابس وهما جمال الباطن والظاهر.

أما قوله أنا ابن عبد المطلب فهذا ليس من باب إنشاء التسمية بذلك وإنما هو باب الإخبار بالاسم الذى عرف به المسمى دون غيره والأخبار بمثل ذلك على وجه تعريف المسمى لا يحرم ولا وجه لتخصيص أبي محمد بن حزم ذلك بعبد المطلب خاصة فقد كان الصحابة يسمون بنى عبد شمس وبنى عبد الدار بأسمائهم ولا ينكر عليهم النبي صلى الله عليه وسلم فباب الإخبار أوسع من باب الإنشاء فيجوز ما لا يجوز في الإنشاء (تحفة المودود باحكام المولود لابن القيم الجوزية، ص١١٣، ١١٤،الباب الثامن في ذكر تسميته وأحكامها ووقتها ،الفصل الثاني فيما يستحب من الأسماء وما يكره منها)

(10)...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق راہِ اعتدال

سوال: بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جس کا مولا ہوں، حضرت علی اس کے مولا ہیں۔

اور مولا ہونے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا عقیدہ رکھتے اور برتاؤ کرتے ہیں کہ جو برتاؤ کسی مخلوق کے ساتھ مناسب نہیں، مثلاً یا علی، یا حسن، یا حسین، کہنا اور پریشانی، مصیبت اور بیماری وغیرہ کے موقع پر ان کو پکارنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ دور قریب سے یہ ہماری آوازوں کو سنتے ہیں اور ہمارے حالات کی خبر رکھتے ہیں اور ہماری مُرادوں کو پورا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کُشا بھی کہتے ہیں، جبکہ دیگر صحابۂ کرام کے ساتھ اس طرح کے الفاظ استعمال نہیں کیے جاتے۔

اس سلسلہ میں راہِ اعتدال کیا ہے؟

جواب:...... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: أَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ، وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ الْيَوْمَ رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: میں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا میں مولا (یعنی مدد ونصرت کرنے والا) ہوں، تو علی اس کے مولا ہیں، اور میں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق) یہ بھی سنا کہ

---

[1] رقم الحديث ١٢١، ابواب السنة، باب فی فضائل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ،فضل علی بن أبی طالب رضی الله عنه.

قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح (حاشية ابن ماجه)

تمہارا مرتبہ میرے ساتھ ایسا ہے، جیسے حضرت ہارون کا موسیٰ کے ساتھ، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور میں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق) یہ فرماتے ہوئے بھی سنا کہ میں آج جھنڈا ایسے آدمی کودوں گا، کہ جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے (ابن ماجہ)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ:

أَنَا مَوْلَاهُ، اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ، اَللّٰهُمَّ عَادِ مَنْ عَادَاهُ (سنن ابن ماجه) ؎۱

ترجمہ: میں علی کا مولا (محبت ونصرت کرنے والا) ہوں، اے اللہ! جو اس سے محبت رکھے، آپ اس سے محبت رکھیے، اور جو اس سے عداوت رکھے، آپ اس سے عداوت رکھیے (ابن ماجہ)

معلوم ہوا کہ یہ حدیث ثابت ہے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مولا ہونے کا مطلب دوست اور محبت کرنے والا اور مدد کرنے والا اور تابعداری اختیار کرنے والا ہے۔ ؎۲

تو جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کا مولا کہنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا، اللہ کے برابر

؎۱ رقم الحديث ١١٦، ابواب السنة، باب فى فضائل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ،فضل على بن أبى طالب رضى الله عنه.
قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره (حاشية ابن ماجه)

؎۲ (وعن زيد بن أرقم) ذكره تقدم (أن النبى صلى الله عليه وسلم -قال " :من كنت مولاه فعلي مولاه ") . قيل، معناه :من كنت أتولاه فعلي يتولاه من الولى ضد العدو أى :من كنت أحبه فعلي يحبه، وقيل معناه :من يتولانى فعلي يتولاه، كذا ذكره شارح من علمائنا .وفى النهاية :المولى يقع على جماعة كثيرة فهو الرب والمالك والسيد والمنعم والمعتق والناصر والمحب والتابع والخال وابن العم والحليف والعقيد والصهر والعبد والمعتق والمنعم عليه، وأكثرها قد جاء ت فى الحديث فيضاف كل واحد إلى ما يقتضيه.
الحديث الوارد فيه، وقوله " :من كنت مولاه ."يحمل على أكثر هذه الأسماء المذكورة (مرقاة، ج٩، ص٣٩٣٧، كتاب المناقب والفضائل،باب مناقب على بن أبى طالب رضى الله عنه)

ہونا لازم نہیں آتا، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی یہ لازم نہیں آتا۔

لہٰذا اس حدیث سے غلط معنیٰ اخذ کرنا درست نہیں۔

پھر اسی کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل کے بارے میں بھی کئی احادیث مروی ہیں، لہٰذا اِن حضرات کے متعلق بھی غلط عقیدہ رکھنا منع ہے، اور ان کا ادب واحترام بھی ضروری ہے۔ ؎1

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِقْتَدُوْا بِاللَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ أَبِیْ بَکْرٍ، وَعُمَرَ (سنن الترمذی) ؎2

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تم ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء وپیروی کرنا (ترمذی)

اس طرح کی حدیث تھوڑے بہت اضافہ کے ساتھ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ ؎3

؎1 عن جابر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " يطلع عليكم من تحت هذا الصور رجل من أهل الجنة "، قال: فطلع عليهم أبو بكر، فهنأناه بما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم لبث هنيهة، ثم قال: " يطلع عليكم من تحت هذا الصور رجل من أهل الجنة "، قال: فطلع عمر، قال: فهنأناه بما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: ثم قال: " يطلع عليكم من تحت هذا الصور رجل من أهل الجنة، اللهم إن شئت جعلته عليا "ثلاث مرات، فطلع علي (مسند أحمد، رقم الحديث ١٤٨٣٨)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده محتمل للتحسين (حاشية مسند احمد)

؎2 رقم الحديث ٣٦٦٢، باب بعد باب مناقب أبي بكر الصديق رضي الله عنه من ابواب المناقب، مسنداحمد، رقم الحديث ٢٣٣٨٦.

قال الترمذي: هذا حديث حسن.

وقال شعيب الارنؤوط: حديث حسن بطرقه وشواهده (حاشية مسند احمد)

؎3 عن ابن مسعود، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اقتدوا باللذين من بعدي من أصحابي أبي بكر وعمر، واهتدوا بهدي عمار، وتمسكوا بعهد ابن مسعود (سنن الترمذي، رقم الحديث ٣٨٠٥)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَعَثَهُ عَلٰى جَيْشِ ذَاتِ السُّلاَسِلِ، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ، فَقُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ فَقَالَ: أَبُوهَا، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ فَعَدَّ رِجَالًا (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذاتِ سلاسل لشکر میں عمرو بن عاص کو بھیجا، عمرو کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس میں نے عرض کیا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ، میں نے عرض کیا کہ مرد حضرات میں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ کے والد (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) میں نے عرض کیا کہ پھر کون؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر بن خطاب، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اور آدمیوں کے نام لیے (بخاری)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَأَمَرَنِي بِحِفْظِ الْبَابِ، فَجَاءَ رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ، فَقَالَ: اِئْذَنْ لَهُ، وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، فَإِذَا أَبُوْ بَكْرٍ، ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ، فَقَالَ: اِئْذَنْ لَهُ، وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، ثُمَّ جَاءَ عُثْمَانُ، فَقَالَ:

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

قال الترمذی: هذا حديث غريب من هذا الوجه من حديث ابن مسعود لا نعرفه إلا من حديث يحيى بن سلمة بن كهيل "ويحيى بن سلمة يضعف فى الحديث وأبو الزعراء اسمه: عبد الله بن هانء وأبو الزعراء الذى روى عنه شعبة والثورى وابن عيينة اسمه: عمرو بن عمرو وهو ابن أخى أبى الأحوص صاحب عبد الله بن مسعود "

[1] رقم الحديث ٣٦٦٢، كتاب اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم، باب قول النبى صلى الله عليه وسلم: لو كنت متخذا خليلا.

اِئْذَنْ لَهُ، وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے دروازہ کی نگرانی کا حکم دیا، تو ایک آدمی آیا اور اس نے داخل ہونے کی اجازت چاہی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اندر آنے دو اور ان کو جنت کی خوشخبری سنا دو، وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اندر آنے دو اور ان کو جنت کی خوشخبری سنا دو، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اندر آنے دو اور ان کو جنت کی خوشخبری سنا دو (بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ أُحُدًا، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ، فَقَالَ :اثْبُتْ أُحُدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ، وَصِدِّيقٌ، وَشَهِيدَانِ (بخاری) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھے، پس احد پہاڑ حرکت کرنے لگا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُحد پہاڑ! تم ٹھہر جاؤ، پس آپ کے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں (بخاری)

اس طرح کی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ٧٢٦٢، كتاب اخبار الآحاد، باب قول الله تعالى: لا تدخلوا بيوت النبى إلا أن يؤذن لكم.

[2] رقم الحديث ٣٦٧٥، كتاب اصحاب النبى ﷺ، باب قول النبى ﷺ لو كنت متخذا خليلا.

[3] عن سهل بن سعد: ارتج أحد وعليه النبى صلى الله عليه وسلم وأبو بكر وعمر وعثمان، فقال النبى صلى الله عليه وسلم: " اثبت أحد ما عليك إلا نبى وصديق وشهيدان "(مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٨١١)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی سند سے اس طرح کا واقعہ حراء پہاڑ کے بارے میں بھی مروی ہے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ عَلٰى حِرَاءٍ هُوَ وَأَبُوْ بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِهْدَأْ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيْقٌ، أَوْ شَهِيْدٌ (مسلم) [2]

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی، اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم حراء پہاڑ پر تھے، کہ چٹان حرکت کرنے لگی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھہر جا، تیرے اوپر سوائے نبی یا صدیق یا شہید کے اور کوئی نہیں ہے (مسلم)

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِرَاءَ، فَقَالَ: اُثْبُتْ حِرَاءَ فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيْدٌ. قِيْلَ: وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُوْ بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَسَعْدٌ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ. قِيْلَ فَمَنِ

---

[1] حدثنا عبد الله بن بريدة، عن أبيه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان جالسا على حراء ومعه أبو بكر، وعمر، وعثمان فتحرك الجبل، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " اثبت حراء؛ فإنه ليس عليك إلا نبي أو صديق أو شهيد "(مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٩٣٦)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده قوي(حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٢٤١٧ "٥٠"، كتاب فضائل الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم، باب من فضائل طلحة، والزبير رضي الله عنهما.

الْعَاشِرُ؟ قَالَ: أَنَا (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حراء پہاڑ پر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حراء رک جا، تجھ پر نبی، صدیق، شہید کے علاوہ کوئی نہیں، عرض کیا گیا کہ وہ کون حضرات ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر، اور عمر، اور عثمان، اور علی، اور طلحہ، اور زبیر، اور سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف، (حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے) عرض کیا گیا کہ دسواں کون تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ میں (ترمذی)

اس طرح کی مختلف روایات ہیں، جن کے پیشِ نظر محدثین نے فرمایا کہ یہ واقعات مختلف اوقات میں پیش آئے، اس لئے ہر واقعہ کے وقت کی مناسبت سے اس کا ذکر آ گیا ہے۔ [2]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُخَيِّرُ أَبَا بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (بخاری) [3]

---

[1] رقم الحديث ٣٧٥٧، ابواب المناقب، باب مناقب أبي الأعور، واسمه سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل رضى الله عنه.

قال الترمذي:

هذا حديث حسن صحيح وقد روى من غير وجه عن سعيد بن زيد عن النبي صلى الله عليه وسلم :حدثنا أحمد بن منيع قال: حدثنا الحجاج بن محمد قال: حدثني شعبة، عن الحر بن الصياح، عن عبد الرحمن بن الأخنس، عن سعيد بن زيد، عن النبي صلى الله عليه وسلم نحوه بمعناه .هذا حديث حسن.

[2] وفي رواية سعد بن أبي وقاص، ولم يذكر عليا .خرجهما مسلم وخرجه الترمذي ولم يذكر سعدا وقال :اهدأ مكان اسكن، وقال :حديث صحيح .وخرجه الترمذي أيضا عن سعيد بن زيد، وذكر أنه كان عليه العشرة إلا أبا عبيدة، وقال " :اثبت حراء "الحديث .فاختلاف الروايات محمول على تعدد القضية في الأوقات، وإثبات الشهادة لبعضهم حقيقة، وللباقين حكما والله أعلم (مرقاة المفاتيح، ج٩ص٣٩٢٨، باب مناقب هؤلاء الثلاثة رضى الله عنهم، الفصل الاول)

[3] رقم الحديث ٣٦٥٥، كتاب اصحاب النبي ﷺ، باب فضل أبي بكر بعد النبي ﷺ.

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کے درمیان ترجیح دیا کرتے تھے، تو ہم سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو (دوسروں پر) ترجیح دیتے، پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو (دوسروں پر) ترجیح دیتے، پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو (دوسروں پر) ترجیح دیتے تھے (بخاری)

حضرت ابوجحیفہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ عَلِيًّا، يَقُوْلُ:أَلا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟ أَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ قَالَ:أَلا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ أَبِيْ بَكْرٍ، عُمَرُ (مسند احمد، رقم الحديث ٨٣٣) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کیا میں تمہیں اس امت کے نبی کے بعد بہترین شخص کی خبر نہ دے دوں، جو کہ حضرت ابوبکر ہیں، پھر فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس امت کے ابوبکر کے بعد بہترین شخص کی خبر نہ دے دوں، جو کہ عمر ہیں (مسند احمد)

امام ابوبکر آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

يُقَالُ:مَنْ أَحَبَّ أَبَا بَكْرٍ فَقَدْ أَقَامَ الدِّيْنَ،وَمَنْ أَحَبَّ عُمَرَ،فَقَدْ أَوْضَحَ السَّبِيْلَ،وَمَنْ أَحَبَّ عُثْمَانَ فَقَدِ اسْتَنَارَ بِنُوْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ،وَمَنْ أَحَبَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ،فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ،وَمَنْ قَالَ الْحُسْنٰى فِيْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ بَرِءَ مِنَ النِّفَاقِ (الشريعة للآجري) [2]

ترجمہ: یہ کہا جاتا ہے کہ جس نے حضرت ابوبکر سے محبت کی، تو اس نے دین کو قائم کیا، اور جس نے حضرت عمر سے محبت کی، تو اس نے راستے کی وضاحت کی، اور

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن(حاشية مسند احمد)

[2] ج٤، ص١٦٣٨، باب ذكر ما مدح الله عز وجل به المهاجرين والأنصار فى كتابه الخ.

جس نے حضرت عثمان سے محبت کی، تو وہ اللہ عزوجل کے نور سے منور ہوگیا، اور جس نے حضرت علی بن ابی طالب سے محبت کی، تو اس نے مضبوط حلقہ کو پکڑ لیا، اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کے بارے میں اچھی بات کہی، تو وہ نفاق سے برئ ہوگیا (الشریعہ)

اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تحقیر کی اجازت نہیں۔

سوال میں جس عقیدے اور نظریے کے ساتھ یاعلی یاحسین وغیرہ کہنے کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس عقیدے اور نظریے کے ساتھ کہنا تو منع ہے، جس طرح دوسرے صحابۂ کرام کے ساتھ بھی منع ہے، کسی کو ''یا'' کے ساتھ اس عقیدے کے ساتھ پکارنا کہ وہ ہر جگہ سے ہماری پکار اور آواز کو سنتا ہے اور ہماری حاجات اور ضروریات پوری کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور ہمارے حالات کی اس کو خبر رہتی ہے، یہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کے لئے جائز نہیں۔

اسی طرح اللہ کے علاوہ کسی اور کو بطور دعا اور بطورِ تسبیح اور ذکر کے پکارنا بھی درست نہیں، کیونکہ یہ عبادت کے زمرے میں آتا ہے اور عبادت صرف اللہ جلَّ شانہٗ کا حق ہے۔

چنانچہ سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ (سورة آلِ عمران، رقم الآية ٢٦)

ترجمہ: کہہ دیجیے، اے اللہ! سارے ملک اور ساری کائنات کے مالک! تُو جس کو چاہے حکومت و بادشاہت دے اور جس سے چاہے چھین لے (سورہ آلِ عمران)

سورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ (سورة فاطر، رقم الآية ٢)

ترجمہ: اللہ آدمیوں کے لئے جس رحمت کا دروازہ کھولے (اور جو نعمت کسی کو دینا چاہے) کوئی نہیں ہے، اسے روک سکنے والا، اور جو وہ روکے (اور نہ دینا چاہے) تو کوئی نہیں ہے، اس کے بعد اس کو (دے سکنے اور) جاری کرنے والا (سورہ فاطر)

سورہ جن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا (سورة الجن، رقم الآية ١٨)

ترجمہ: پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو (سورہ جن)

اور اس کے ایک آیت بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوْ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهٖ أَحَدًا. قُلْ إِنِّيْ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا. قُلْ إِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا (سورة الجن، رقم الآيات ٢٠ الیٰ ٢٢)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ بس میں اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا، کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں، کہہ دیجئے کہ مجھے ہرگز کوئی اللہ سے بچا نہیں سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جائے پناہ بھی نہیں پا سکتا (سورہ جن)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سوال میں ذکر شدہ طریقے اور عقیدے کے ساتھ غیر اللہ کو اس طرح پکارنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اور مشکل کشا فارسی کا لفظ ہے، جس کے معنیٰ اگرچہ عام ہیں، لیکن یہ عربی کے ''حلالُ المعاقد'' یا ''حلال المعضلات'' کے ترجمہ کے طور پر بولا جاتا ہے، جس کے معنیٰ ہیں ''علمی مشکل امور کھولنے والا اور مشکل مقدمات اور معاملات حل کرنے والا''

چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے بڑے مشکل مسائل بتلانے اور مشکل مقدمات اور معاملات آسانی سے حل کرنے میں مہارت رکھتے تھے، اس لئے بعض حضرات کی تحریرات

میں اس معنٰی کے اعتبار سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے مشکل کشا کا لفظ ملتا ہے۔

اس سے مراد خدائی صفت یعنی تکوینی (انسانی اختیار سے باہر) مصیبتوں اور تکلیفوں کو دور کرنا نہیں۔

اور آج کل ان کی محبت وعقیدت میں غلو کرنے والے بعض لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ ہر مشکل کو خواہ کسی زمانے میں اور کسی جگہ پیش آئے، تو اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ حل کرتے ہیں۔

اس طرح کا عقیدہ کسی غیر اللہ کے ساتھ رکھنے سے ہر مسلمان کو پرہیز کرنا چاہئے (فتاویٰ محمودیہ، مبوب، ج۱ص۳۶۴، بتغیر)

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

(11)......اہلِ بیت کے متعلق راہِ اعتدال

سوال: اہلِ بیتِ رسول میں کون کون لوگ داخل ہیں؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں صرف پانچ افراد داخل ہیں، دوسرا کوئی بھی داخل نہیں، اور ان پانچ افراد کو وہ ''پنج تن پاک'' کا نام دیتے ہیں، اور ان سے بہت زیادہ عقیدت ومحبت رکھتے ہیں، اس بارے میں راہِ اعتدال کیا ہے؟

آج کل ان مسائل کے بارے میں لوگوں میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے اور اس بارے میں مختلف آراء سامنے آتی رہتی ہیں اور جھگڑے ہوتے رہتے ہیں، اس لئے اس سلسلہ میں راہِ اعتدال کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔

جواب:......اہلِ اسلام کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ ہر مسلمان کو اہلِ بیت سے محبت رکھنی چاہئے، اور ان سے محبت رکھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی علامت ہے۔ [1]

---

[1] هـ -محبة أهل البيت: ذهب العلماء إلى أن محبة أهل بيت النبی صلى الله عليه وسلم والولاء لهم مطلوبة من المسلمين، وأن محبتهم من محبة النبی صلى الله عليه وسلم، وأن معرفة مقدارهم وتوقيرهم وحرمتهم ورعاية ما يجب من حقوقهم والبر لهم والنصرة لهم كذلک من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اسی کے ساتھ مہاجرین اور انصار صحابۂ کرام اور خلفائے راشدین سے بھی محبت رکھنے کا حکم ہے، اوران سے محبت رکھنا بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے میں داخل ہے۔

جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک حضرت ابوبکر وعمر اور عثمان کے بعد دیگر صحابۂ کرام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفوقیت حاصل ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا درجہ تین خلفائے راشدین کے بعد ہے۔

البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابۂ کرام کے احترام کا حکم ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

موجبات الجنة .كما أن بغضهم أو كرههم معصية تؤدى بأصحابها إلى النار، والأدلة على ذلك كثيرة منها :قول الله تبارك وتعالى :(قل لا أسألكم عليه أجرا إلا المودة فى القربى) ، أى :لا أسألكم أجرا إلا أن تودوا قرابتي وأهل بيتي.

وروى سعيد بن جبير عن ابن عباس رضى الله عنهم قال :لما نزلت :(قل لا أسألكم عليه أجرا إلا المودة في القربى) قالوا :يا رسول الله :من قرابتك هؤلاء الذين وجبت علينا مودتهم؟ قال :على وفاطمة وأبناؤهما .

وقول النبى صلى الله عليه وسلم :أما بعد ألا أيها الناس فإنما أنا بشر يوشك أن يأتى، رسول ربى فأجيب وأنا تارك فيكم ثقلين، أولهما كتاب الله فيه الهدى والنور فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به -قال الراوى -فحث على كتاب الله ورغب فيه، ثم قال :وأهل بيتى أذكركم الله فى أهل بيتى، أذكركم الله فى أهل بيتى، أذكركم الله فى أهل بيتى.

وكان الصحابة رضى الله عنهم ومن تبعهم بإحسان يحبون أهل البيت ويظهرون ولاء هم واحترامهم لهم تقربا إلى الله سبحانه وتعالى ووفاء للنبى صلى الله عليه وسلم، عن أبى بكر رضى الله عنه قال :ارقبوا محمدا صلى الله عليه وسلم فى أهل بيته :قال النووى :أى راعوه واحترموه وأكرموه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦،ص ١٩٠ ،مادة "محبة")

ل و محبة المهاجرين والأنصار والخلفاء الراشدينذهب العلماء إلى أن محبة المهاجرين وتوقيرهم وبرهم والولاء لهم ومعرفة حقهم مطلوبة من المسلمين؛ لما لهم من الفضل السابق إلى الإيمان والهجرة .وقال تعالى :(والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه وأعد لهم جنات تجرى تحتها الأنهار خالدين فيها أبدا ذلك الفوز العظيم)

محبة الخلفاء الراشدين رضى الله عنهم، مطلوبة كذلك؛ لأنهم خير الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأحقهم بالمحبة والموالاة، عن ابن عمر رضى الله عنهما قال :كنا نخير بين الناس فى زمن النبى صلى الله عليه وسلم، فنخير أبا بكر ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان رضى الله عنهم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اب رہا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات بھی اہلِ بیت کے مفہوم میں داخل ہیں یا نہیں؟

تو بہت سے اہلِ علم حضرات، اہلِ بیت کے مفہوم میں ازواجِ مطہرات کو بھی داخل مانتے ہیں، اوراسی قول کوراجح قرار دیتے ہیں، کیونکہ قرآن کے ظاہر سے اہلِ بیت میں ازواج کا داخل ہونا معلوم ہوتا ہے۔

اورلغت اورعرف کے اعتبار سے بھی اہل کا لفظ گھر والوں کے لئے بولا جاتا ہے، اوراس میں انسان کی بیوی بدرجہ اولیٰ داخل ہوا کرتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

قال ابن عبد البر :واتفق أهل السنة على أن عليا رضى الله عنه أفضل الناس بعد الثلاثة .

قال القاضى عياض :ومن انتقص أحدا منهم فهو مبتدع مخالف للسنة والسلف الصالح، وأخاف أن لا يصعد له عمل إلى السماء حتى يحبهم جميعا ويكون قلبه سليما

أما محبة الأنصار رضى الله عنهم فقد ورد فى الحث عليها نصوص كثيرة لما لهم فى الإسلام من الأيادى الجميلة فى نصرة دين الله والسعى فى إظهاره وإيواء المسلمين وقيامهم فى مهمات دين الإسلام حق القيام حبهم للنبى صلى الله عليه وسلم وحبه صلى الله عليه وسلم إياهم .

ومن هذه النصوص الواردة فى حق الأنصار قوله تعالى :(والذين تبوء وا الدار والإيمان من قبلهم يحبون من هاجر إليهم ولا يجدون فى صدورهم حاجة مما أوتوا ويؤثرون على أنفسهم ولو كان بهم خصاصة ومن يوق شح نفسه فأولئك هم المفلحون)

وحديث البراء بن عازب رضى الله عنهما عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :الأنصار لا يحبهم إلا مؤمن ولا يبغضهم إلا منافق، فمن أحبهم أحبه الله ومن أبغضهم أبغضه الله .

ولقوله صلى الله عليه وسلم :آية الإيمان حب الأنصار وآية النفاق بغض الأنصار (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦،ص ١٩١ ،مادة "محبة")

[1] دخولهن فى آل بيت الرسول صلى الله عليه وسلم:

اختلف العلماء فى دخول أمهات المؤمنين فى أهل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم .فمنهم من قال :يدخل نساء النبى صلى الله عليه وسلم فى أهل البيت، وبه قالت عائشة وابن عباس وعكرمة وعروة وابن عطية، وابن تيمية وغيرهم، ويستدل هؤلاء بما رواه الخلال بإسناده عن ابن أبى مليكة أن خالد بن سعيد بن العاص بعث إلى عائشة سفرة من الصدقة فردتها وقالت :إنا آل محمد لا تحل لنا الصدقة، وكان عكرمة ينادى فى السوق (إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا) نزلت فى نساء النبى صلى الله عليه وسلم خاصة).

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ قرآن مجید میں ازواجِ مطہرات کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا. وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِیْنَ الزَّکَاةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا (سورۃ الاحزاب، رقم الآیات ۳۲ و ۳۳)

ترجمہ: اے نبی کی عورتو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم اللہ سے ڈرتی رہو، اور (غیر محارم سے) نرم (لہجہ میں) بات نہ کرو، کیونکہ جس کے دل میں مرض ہے وہ طمع کرے گا اور بات قاعدہ کے مطابق کرو۔

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور تم زیب وزینت کا اظہار نہ کرو، پہلے جاہلیت میں زیب وزینت کے اظہار کی طرح، اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، بس اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم سے اے اہلِ بیت ناپاکی (کا میل کچیل) دور کردے، اور تمہیں بالکل پاک صاف کردے (سورہ احزاب)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو خطاب کرکے، آگے

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وهذا القول هو الذی یدل علیه سیاق الآیة؛ لأن ما قبلها وما بعدها خطاب لأمهات المؤمنین .قال الله تعالی :(وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الأولی وأقمن الصلاة وآتین الزکاة وأطعن الله ورسوله إنما یرید الله لیذهب عنکم الرجس أهل البیت ویطهرکم تطهیرا واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من آیات الله والحکمة إن الله کان لطیفا خبیرا) (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۶، ص۲۶۸ ،مادة"امهات المومنین")

وقد تنازع العلماء :هل أزواجه من آله؟ علی قولین، هما روایتان عن أحمد، أصحهما أنهن من آله وأهل بیته ، کما دل علی ذلک ما فی الصحیحین (من) قوله " :(اللهم) صل علی محمد وعلی أزواجه وذریته " وهذا مبسوط فی موضع آخر(منهاج السنة النبویة فی نقض کلام الشیعة القدریة لابن تیمیة، ج۴ص۲۴، کلام الرافضی علی خصائص الأئمة الاثنی عشر)

انہیں اہلِ بیت قرار دیا ہے، جس سے ازواجِ مطہرات کا اہلِ بیت میں داخل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ [1]

اور بعض احادیث میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو اپنے اہلِ بیت قرار دینے کا ذکر آیا ہے، تو وہ مذکورہ آیت کے خلاف نہیں، کیونکہ مذکورہ آیت سے ازواجِ مطہرات کا اہلِ بیت میں داخل ہونا معلوم ہوتا ہے، اور اس طرح کی احادیث سے مذکورہ شخصیات کا اہلِ بیت میں داخل ہونا معلوم ہوتا ہے، مگر کسی اور کے اہلِ بیت میں داخل ہونے کی نفی نہیں ہوتی، اور ازواجِ مطہرات اور مذکورہ تمام شخصیات ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں داخل ہیں، لہٰذا جس طرح مذکورہ آیت کا مفہوم صحیح ہے، اسی طرح وہ احادیث بھی صحیح ہیں۔ [2]

---

[1] وهذه الأحاديث ونحوها لا تدل على تخصيص الحكم بهؤلاء الاربعة رضى الله عنهم ويأباه ما قبل الاية وما بعدها ويأباه العرف واللغة لان الأصل فى استعمال اهل البيت لغة النساء واما الأولاد وغيرهم فانها يطلق عليهم تبعا لان لهم بيوتا متغائرة غالبا وقد قال الله تعالى حكاية عن قول الملائكة لسارة امرأة ابراهيم عليه السلام أتعجبين من أمر الله رحمت الله وبركاته عليكم أهل البيت والحق ما ذكرنا ان الاية يعم جميع اهل البيت وان كان سوق الكلام للنساء(تفسير المظهرى، ج٧ص ٣٤٠، سورة الاحزاب، تحت رقم الآية ٣٣)

والذى يظهر من الآية أنها عامة فى جميع أهل البيت من الأزواج وغيرهم .وإنما قال ":ويطهركم" لأن رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليا وحسنا وحسينا كان فيهم، وإذا اجتمع المذكر والمؤنث غلب المذكر، فاقتضت الآية أن الزوجات من أهل البيت، لأن الآية فيهن، والمخاطبة لهن يدل عليه سياق الكلام .والله أعلم (تفسير القرطبى ،ج١٤ ص ١٨٣ ،سورة الاحزاب، تحت رقم الآية ٣٣)

[2] هذه الآية تدل على دخولهن حتما؛ لأن سياق الآيات قبلها وبعدها خطاب لهن، ولا ينافى ذلك ما جاء فى صحيح مسلم(٢٤٢٤)عن عائشة رضى الله عنها أنها قالت " :خرج النبى صلى الله عليه وسلم غداة وعليه مرط مرحل من شعر أسود، فجاء الحسن بن على فأدخله، ثم جاء الحسين فدخل معه، ثم جاء ت فاطمة فأدخلها، ثم جاء على فأدخله، ثم قال :(إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا)" ؛ لأن الآية دالة على دخولهن؛ لكون الخطاب فى الآيات لهن، ودخول على وفاطمة والحسن والحسين رضى الله عنهم فى الآية دلت عليه السنة فى هذا الحديث، وتخصيص النبى صلى الله عليه وسلم لهؤلاء الأربعة رضى الله عنهم فى هذا الحديث لا يدل على قصر أهل بيته عليهم دون القرابات الأخرى، وإنما يدل على أنهم من أخص

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہی وجہ ہے کہ بعض روایات میں حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہم کے ساتھ ازواجِ مطہرات کے بھی اہلِ بیت میں سے ہونے کا ذکر آیا ہے۔ [1]

سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ. قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا .اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ . قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ.اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (سورہ ہود، رقم الآیات ۷۱ الی ۷۳)

ترجمہ: اور اس (ابراہیم) کی بیوی کھڑی ہوئی تھی، تو وہ ہنسی ، پھر ہم نے اس (ابراہیم کی بیوی) کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔

اس نے کہا او ہو! کیا میرے بچہ ہوگا؟ میں تو بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں، یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔فرشتوں نے کہا کہ کیا تم تعجب کرتی ہو، اللہ کے حکم سے؟ حالانکہ اللہ کی رحمت اور اس کی (طرح طرح کی) برکتیں ہیں تم

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

أقارب ونظير دلالة هذه الآية على دخول أزواج النبى صلى الله عليه وسلم فى آله ودلالة حديث عائشة رضى الله عنها المتقدم على دخول علي وفاطمة والحسن والحسين رضى الله عنهم فى آله (فضل أهل البيت وعلو مكانتهم عند أهل السنة والجماعة،لعبدالمحسن العباد البدر، ص۸،۹،الفصل الأول :من هم أهل البيت؟)

[1] أم سلمة رضى الله عنها، أنها قالت :فى بيتى نزلت هذه الآية (إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت)قالت :فأرسل رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى علي وفاطمة والحسن والحسين رضى الله عنهم، أجمعين فقال :اللهم هؤلاء أهل بيتى قالت أم سلمة :يا رسول الله، ما أنا من أهل البيت؟ قال :إنك أهلى خير وهؤلاء أهل بيتى اللهم أهلى أحق (مستدرك حاكم، رقم الحديث ۳۵۵۸)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط البخارى ولم يخرجاه .

و قال الذهبى فى التلخيص: على شرط مسلم.

مذکورہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی زوجہ مطہرہ کو اپنا اہل قرار دینے کی دلالت اہلِ بیت سے بھی زیادہ ہے، کیونکہ اہل سے مراد گھر والی اور اہلِ بیت سے مراد گھر والے ہیں۔

پر، اے اہلِ بیت، بلاشبہ وہ تعریف کے لائق اور اونچی شان والا ہے (سورہ ہود)

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی اہلِ بیت قرار دیا ہے، جس سے زوجہ کا اہلِ بیت میں داخل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ [1]

سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهٖ (سورة القصص، رقم الآية ۲۹)

ترجمہ: پھر جب پورا کرلیا موسیٰ نے مدت کو، اور اپنے گھر والوں کے ساتھ چلے (سورہ قصص)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی زوجہ کو ان کی اہل یعنی گھر والی قرار دیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ بیوی انسان کے اہلِ بیت یعنی گھر والوں میں شامل ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعۂ افک کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ يَّعْذِرُنَا فِيْ رَجُلٍ بَلَغَنِيْ أَذَاهُ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ، فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ مِنْ أَهْلِيْ إِلَّا خَيْرًا (بخاری) [2]

ترجمہ: کون شخص اس کی جانب سے عذر خواہی کرسکتا ہے جس نے مجھے میرے اہلِ بیت کے متعلق اذیت پہنچائی، اللہ کی قسم! میں تو اپنی گھر والی میں بھلائی ہی دیکھتا ہوں (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنا اہلِ بیت قرار دیا، اور حضرت عائشہ

---

[1] وفی الاية رد على الروافض حيث لا يزعمون ازواج النبى صلى الله عليه وسلم من اهل البيت مع ان اهل البيت من حيث اللغة هى الأزواج وغيرهن اتباع لهن (التفسير المظهرى، ج۵ص ۱۰۱، سورة هود، تحت رقم الآيات ۷۲، و۷۳)

[2] رقم الحديث ۲۶۳۷، كتاب الشهادات، باب إذا عدل رجل أحدا فقال: لا نعلم إلا خيرا، أو قال: ما علمت إلا خيرا.

رضی اللہ عنہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ تھیں، جس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات آپ کے اہلِ بیت میں داخل ہیں۔

البتہ زکاۃ وغیرہ حرام ہونے کے اعتبار سے بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک بنوہاشم کے ساتھ ازواجِ مطہرات، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں داخل نہیں۔

چنانچہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَأَهْلُ بَيْتِيْ أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ فَقَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: وَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهٖ؟ يَا زَيْدُ أَلَيْسَ نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ؟ قَالَ: نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ، وَلٰكِنْ أَهْلُ بَيْتِهٖ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ، قَالَ: وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ: هُمْ آلُ عَلِيٍّ وَآلُ عَقِيْلٍ، وَآلُ جَعْفَرٍ، وَآلُ عَبَّاسٍ قَالَ: كُلُّ هٰؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ (مسلم) [1]

ترجمہ: میں تم لوگوں کو اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ (کا خوف) یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں تم لوگوں کو اللہ (کا خوف) یاد دلاتا ہوں، میں تم لوگوں کو اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ (کا خوف) یاد دلاتا ہوں، حضرت حصین نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے زید! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواجِ مطہرات اہلِ بیت میں سے نہیں ہیں؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کی ازواجِ مطہرات

---

[1] رقم الحديث ٢۴٠٨ "٣٦" كتاب فضائل الصحابة رضى الله عنهم، باب من فضائل على بن أبى طالب رضى الله عنه، مسند احمد، رقم الحديث ١٩٢٦٥.

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

آپ کے اہلِ بیت میں سے ہیں، لیکن یہاں مراد وہ اہلِ بیت ہیں کہ جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے، حضرت حصین نے عرض کیا کہ وہ کون ہیں؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آلِ علی اور آلِ عقیل اور آلِ جعفر اور آلِ عباس، حضرت حصین نے عرض کیا کہ ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں! ان سب پر صدقہ حرام ہے (مسلم، مسند احمد)

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اس حیثیت سے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں داخل ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سکونت اختیار کرتی تھیں، اور آپ کے نکاح میں داخل تھیں، جن کے ادب واحترام کا حکم ہے، اور اہلِ بیت میں داخل ہونے کی وجہ سے ان کے حقوق بہت زیادہ ہیں، لیکن وہ زکاۃ حرام ہونے کے اعتبار سے اہلِ بیت کے مفہوم میں داخل نہیں۔ [1]

اور بعض حضرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو مخصوص اہلِ بیت کے مفہوم میں داخل نہیں مانتے، لیکن ان کی مراد بھی غالباً یہی ہے کہ ازواجِ مطہرات، اہلِ بیت کے اس مفہوم میں داخل نہیں، جن پر زکاۃ حرام ہے، جس کی تائید حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی گزشتہ روایت سے ہوتی ہے۔ [2]

تاہم اس بات پر سب اہلُ السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات جو کہ امہاتُ المؤمنین کہلاتی ہیں، ان کا احترام اور تعظیم بھی امت پر واجب ہے، اور

---

[1] المراد انهن من اهل بيته الذين يساكنونه ويعولهم وأمر باحترامهم وإكرامهم وسماهم ثقلا ووعظ فى حقوقهم وذكر فنساؤه داخلات فى هذا كله ولا يدخلن فيمن حرم الصدقة وقد أشار إلى هذا فى الرواية الأولى بقوله نساؤه من أهل بيته ولكن أهل بيته من حرم الصدقة(شرح النووى على مسلم، ج١٥ ص ١٨٠، كتاب فضائل الصحابة رضى الله عنهم،باب من فضائل على بن أبى طالب رضى الله عنه)

[2] ومنهم من قال :لا يدخل نساء النبى فى آل بيت رسول الله (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٦،ص ٢٦٩ ،مادة"امهات المومنين")

ان کی شان میں کوئی نازیبا لفظ کہنا درست نہیں۔ [1]

اور اگر اہلِ بیت کے مفہوم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو شامل نہ کیا جائے، تب بھی صرف حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم تک اہلِ بیت کے دائرہ کو محدود رکھنا، درست نہیں، کیونکہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اہلِ بیت میں شامل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے چچازاد بھائی (مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس اور جعفر طیار اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہم) اہل بیت میں کیوں داخل نہیں اور خود آپ کے چچا (حضرت حمزہ وعباس رضی اللہ عنہما) اہلِ بیت میں کیوں شامل نہیں؟

اگر کہا جائے کہ حضرت علی اس لئے اہلِ بیت میں شامل ہیں کہ دامادِ نبی ہیں تو پھر سوال پیدا

---

[1] حقوق أمهات المؤمنين :من حق أمهات المؤمنين أن يحترمن ويعظمن، ويصن عن الأعين والألسن، وذلک واجب على المسلمين نحوهن .فإن تطاول من لا خلاق له على تناولهن بالقذف أو السب، ففى القذف يفرق جمهور الفقهاء بين قذف عائشة رضى الله عنها، وقذف غيرها من أمهات المؤمنين .فمن قذف عائشة رضى الله عنها بما برأها الله تعالى منه -من الزنا -فقد كفر، وجزاؤه القتل وقد حكى القاضى أبو يعلى وغيره الإجماع على ذلک ؛ لأن من أتى شيئا من ذلک فقد كذب القرآن، ومن كذب القرآن قتل، لقوله تعالى :(يعظكم الله أن تعودوا لمثله أبدا إن كنتم مؤمنين) أما من قذف واحدة من أمهات المؤمنين غير عائشة فقد اختلف العلماء فى عقوبته، فقال بعضهم ومنهم ابن تيمية :إن حكم قذف واحدة منهن كحكم قذف عائشة رضى الله عنها -أى يقتل -لأن فيه عارا وغضاضة وأذى لرسول الله صلى الله عليه وسلم بل فى ذلک قدح بدين رسول الله صلوات الله وسلامه عليه.وقال بعضهم :إن قذف واحدة من أمهات المؤمنين غير عائشة كقذف واحد من الصحابة رضى الله عنه، أو واحد من المسلمين، أى يحد القاذف حدا واحدا لعموم قوله تعالى :(والذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة أبدا) لأنه لا يقتضى شرفهن زيادة فى حد من قذفهن؛ لأن شرف المنزلة لا يؤثر فى الحدود.

وقال بعضهم ومنهم مسروق بن الأجدع وسعيد بن جبير :من قذف أمهات المؤمنين غير عائشة يحد حدين للقذف -أى يجلد مائة وستين جلدة أما سب واحدة من أمهات المؤمنين -بغير الزنا -من غير استحلال لهذا السب، فهو فسق، وحكمه حكم سب واحد من الصحابة رضوان الله عليهم، يعزر فاعله (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦ ،ص ٢٦٩ و ٢٧٠ ،مادة"امهات المومنين")

ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو دوہرے دامادِ نبی ہیں وہ اہلِ بیت میں شامل کیوں نہیں؟

اور اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس لئے اہل بیت میں شامل ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں تو پھر آپ کی دوسری بیٹیاں مثلاً حضرت زینب، حضرت امِّ کلثوم، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہن اہل بیت میں شامل کیوں نہیں؟ وہ بھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں ہیں۔

اور اگر حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما اس لئے اہلِ بیت میں شامل ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں تو پھر آپ کے دوسرے نواسے اور نواسیاں مثلاً ''علی'' اور ''امامہ'' (حضرت زینب زوجہ حضرت ابوالعاص کے بیٹے اور بیٹی) اور ''عبداللہ'' (حضرت رقیہ زوجہ حضرت عثمان کے بیٹے) اس شرف سے محروم کیوں ہیں؟ [1]

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں آپ کی ازواجِ مطہرات تو داخل ہیں ہی، اور ساتھ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور آپ کے بعض قریبی اقرباء بھی داخل ہیں۔ [2]

---

[1] الأهل للرجل: زوجته ويدخل فيه الأولاد، وبه فسر قوله تعالى: وسار (بأهله أى زوجته وأولاده) كأهلته بالتاء(و) الأهل للنبى صلى الله عليه وسلم: أزواجه وبناته وصهره على رضى الله عنه، أو نساؤه .وقيل:(أهله: الرجال الذين هم آله ويدخل فيه الأحفاد والذريات، ومنه قوله تعالى: وأمر)أهلك بالصلاة واصطبر عليها وقوله تعالى: إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت وقوله تعالى: رحمة الله وبركاته عليكم أهل البيت إنه حميد مجيد(تاج العروس، ج۲۸ ص ۴۱، مادة اهل)

[2] فالحاصل أن المراد من أهل بيت النبى أصلاً وحقيقة أزواجه عليه الصلاة والسلام، ويدخل فى الأهل أولاده وأعمامه وأبناء هم أيضاً تجاوزاً، كما ورد أن الرسول -صلى الله عليه وسلم -أدخل فى كسائه فاطمة والحسنين وعلياً وقال :اللهم هؤلاء أهل بيتى :ليجعلهم شاملاً فى قوله عز وجل :إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت :كما أدخل عمه العباس وأولاده فى عبائه لتشملهم أيضاً هذه الآية .ولقد وردت بعض الروايات التى تنص أن بنى هاشم كلهم داخلون فى أهل بيت النبى -صلى الله عليه وسلم .وأما الشيعة فأرادوا عكس ذلک، فحصروا أهل بيت النبوة فى هؤلاء الأربعة، على، وفاطمة، ثم الحسن، والحسين، وأخرجوا منهم كل من سواهم، ثم اخترعوا طريقة أخرى، فأخرجوا أولاد على غير الحسنين رضى الله عنهم من أهل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس جو لوگ اہلِ بیت میں صرف پانچ افراد کو شامل مانتے ہیں، اور وہ ان کو ''پنج تن پاک'' قرار دیتے ہیں، اور ان ہی پانچ ہستیوں کے پاک ہونے کا اظہار پنجہ کے نشان سے کرتے ہیں، یہ انصاف اور اعتدال پر مبنی نہیں ہے۔

پنج تن پاک دراصل فارسی زبان کا لفظ ہے، پنج کے معنٰی ہیں ''پانچ'' اور تن کے معنٰی بدن اور جسم کے آتے ہیں اور پاک کے معنٰی سب کو معلوم ہی ہیں یعنی پاکیزہ جو عام طور پر ناپاک کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے، تو پنج تن پاک کے معنٰی ہوئے پانچ پاکیزہ بدن۔

جس سے بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

البيت ولا يعدون بقية أولاده من أهل البيت من محمد بن الحنفية، وأبي بكر، وعمر، وعثمان، والعباس، وجعفر، وعبد الله، وعبيد الله، ويحيى، ولا أولادهم من الذكور الاثنى عشر، ولا من البنات ثماني عشر ابنة، أو تسع عشرة ابنة على اختلاف الروايات، كما أخرجوا فاطمة رضى الله عنها ابنة رسول الله -صلى الله عليه وسلم- حيث لا يعدون بناتها زينب وأم كلثوم ولا أولادهما من أهل البيت، وهذه نكتة وطريفة، ومثل هذا الحسن بن علي، حيث لا يجعلون أولاده داخلاً في أهل البيت وكذلك أخرجوا من أهل البيت كلاً من أولاد الحسين من لا يهوى هواهم، ولا يسلك مسلكهم، ولا ينهج منهجهم، وهذا أطرف من الأول .ولذلك أفتوا على كثيرين من أولاد الحسين، الأولين منهم بالكذب والفجور والفسوق، وحتى الكفر والارتداد، كما شتموا وكفروا أبناء أعمام الرسول وعماته وأولادهم، وحتى أولاد أبي طالب غير علي رضى الله عنه .والجدير بالذكر أنهم أخرجوا بنات النبي -صلى الله عليه وسلم- الثلاثة غير فاطمة، وأزواجهن، وأولادهن من أهل البيت بدائياً، ولا ندري أى تقسيم هذا، وأية قسمة هذه، وعلى أى أساس ابتنوها واختاروها؟.

ثم وفي التعبير الصحيح والصريح أن الشيعة لا يرون أهل البيت إلا نصف شخصية فاطمة، ونصف شخصية علي، ونصف شخصية الحسن وبقية الأئمة التسعة عندهم من الحسين إلى الحسن العسكري، والعاشر المولود الموهوم، المزعوم، الذي لم يولد قطعاً ولن يولد أبداً .فهذه هي حقيقة مفهوم أهل البيت عند القوم، ولو أردنا التوسع فيه لأطلنا الكلام ولكننا نقتصر على هذا بما فيه كفاية لفهم البحث والمسألة (الشيعة و اهل البيت، ج ١، ص ١٩ الى ٢٠، تابيد الشيعة، المؤلف: إحسان إلهي ظهير الباكستاني)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مراد لیتے ہیں، اور ان پانچ اشخاص وافراد کو پاکیزہ ومعصوم قرار دیتے ہیں، اور ان کے بارے میں بہت زیادہ غلو کرتے ہیں، جو کہ قرآن وسنت کے دلائل کی روشنی میں درست نہیں ہے۔ [1]

بلکہ بعض حضرات نے ان پانچ ہستیوں کے بارے میں غلط عقیدہ کی بنیاد پر یہ شعر بھی بنا رکھا ہے کہ:

لِیْ خَمْسَةٌ أُطْفِیْ بِهَا حَرَّ الْوَبَاءِ الْحَاطِمَةُ

اَلْمُصْطَفٰی، وَالْمُرْتَضٰی وَابْنَاهُمَا وَالْفَاطِمَةُ

ترجمہ: میرے لیے پانچ ہیں، میں ان کی مدد سے توڑ دینے والی وباء کی گرمی بجھاتا ہوں، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؓ المرتضیٰ، ان کے دو بیٹے حضرت حسنؓ اور حسینؓ اور حضرت فاطمہؓ۔

اس طرح کے الفاظ وکلمات کا لکھنا، پڑھنا منع ہے۔

اہلُ السنۃ والجماعۃ کا موقف یہ ہے کہ اگر پاک سے معصوم ہونا مراد لیا جائے، تو اس معنیٰ میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی پاک اور معصوم ہیں کیونکہ معصوم صرف انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات ہی ہوتے ہیں۔

اور اگر پاک سے مراد متقی پرہیزگار اور خدا رسیدہ مراد لیا جائے، تو اس معنیٰ میں سبھی صحابۂ کرام

---

[1] اور بعض ان ہستیوں کے بارے میں بہت زیادہ غلط عقیدہ رکھتے ہیں، چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

ومنهم صنف يزعمون أن الله تعالى في خمسة أشخاص: في النبي، وعلي، والحسن، والحسين، وفاطمة (منهاج السنة النبوية لابنِ تيمية، ج ٢ ص ٥١٠، فصل كلام ابن المطهر على مذهب أهل السنة في الصفات والرد عليه، عرض ابن المطهر لمقالة الحشوية والمشبهة ورد ابن تيمية من وجوه)

ترجمہ: بعض اشخاص وہ ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ پانچ اشخاص میں حلول کئے ہوئے ہے اور وہ پانچ اشخاص یہ ہیں:

(۱)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲)...... علی رضی اللہ عنہ (۳)...... حسن رضی اللہ عنہ (۴)...... حسین رضی اللہ عنہ (۵)...... فاطمہ رضی اللہ عنہا (منهاج السنة)

پاک ہیں جن کو رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ کا پروانہ قرآن مجید میں منجانب اللہ مرحمت ہو چکا ہے۔

بلکہ اہل السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ عدول اور نیک صالح ہیں۔ [1]

---

[1] عدالة من ثبتت صحبته:اتفق أهل السنة :على أن جميع الصحابة عدول، ولم يخالف في ذلك إلا شذوذ من المبتدعة.وهذه الخصيصة للصحابة بأسرهم، ولا يسأل عن عدالة أحد منهم، بل ذلك أمر مفروغ منه، لكونهم على الإطلاق معدلين بتعديل الله لهم وإخباره عن طهارتهم، واختياره لهم بنصوص القرآن، قال تعالى :(كنتم خير أمة أخرجت للناس) الآية.

قيل :اتفق المفسرون على أن الآية واردة فى أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم. وقال عز من قائل :(وكذلك جعلناكم أمة وسطا لتكونوا شهداء على الناس)وقال تعالى :(محمد رسول الله والذين معه أشداء على الكفار)الآية وفى نصوص السنة الشاهدة بذلك كثرة، منها حديث :أبي سعيد المتفق على صحته :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :لا تسبوا أصحابى فوالذى نفسى بيده لو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما أدرك مد أحدهم، ولا نصيفه.

وقال صلى الله عليه وسلم :الله، الله فى أصحابى لا تتخذوهم غرضا بعدى، فمن أحبهم فبحبى أحبهم، ومن أبغضهم فببغضى أبغضهم، ومن آذاهم فقد أذاني، ومن أذاني فقد أذى الله، ومن آذى الله فيوشك أن يأخذه .قال ابن الصلاح :ثم إن الأمة مجمعة على تعديل جميع الصحابة، ومن لابس الفتن منهم فكذلك، بإجماع العلماء الذين يعتد بهم فى الإجماع، إحسانا للظن بهم، ونظرا إلى ما تمهد لهم من المآثر، وكأن الله سبحانه وتعالى أتاح الإجماع على ذلك لكونهم نقلة الشريعة .وجميع ما ذكرنا يقتضى القطع بتعديلهم، ولا يحتاجون مع تعديل الله ورسوله لهم إلى تعديل أحد من الناس، ونقل ابن حجر عن الخطيب فى "الكفاية "أنه لو لم يرد من الله ورسوله فيهم شيء مما ذكرناه لأوجبت الحال التى كانوا عليها من الهجرة، والجهاد، ونصرة الإسلام، وبذل المهج والأموال، وقتل الآباء ، والأبناء ، والمناصحة فى الدين، وقوة الإيمان واليقين :القطع بتعديلهم، والاعتقاد بنزاهتهم، وأنهم كافة أفضل من جميع الخالفين بعدهم والمعدلين الذين يجيئون من بعدهم، ثم قال :هذا مذهب كافة العلماء ، ومن يعتمد قوله، وروى بسنده إلى أبى زرعة الرازى قال " :إذا رأيت الرجل ينتقص أحدا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعلم أنه زنديق "، ذلك أن الرسول صلى الله عليه وسلم حق، والقرآن حق، وما جاء به حق، وإنما أدى إلينا ذلك كله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اہلِ بیت، ازواجِ مطہرات اور تمام صحابۂ کرام کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ماہِ محرم کے فضائل واحکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اور منکرات وبے اعتدالیوں سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔

فَــقَــطُ

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

محمد رضوان

۲۱/ ذیقعدہ/۱۴۳۲ھ 20/ اکتوبر/ 2011ء بروز جمعرات

اضافہ واصلاح: 29/ ذیقعدہ/ 1438ھ 22/ اگست/ 2017ء بروز منگل

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

﴿ گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ﴾

الصحابة، وهؤلاء يريدون أن يجرحوا شهودنا، ليبطلوا الكتاب والسنة، والجرح بهم أولى، وهم زنادقة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۶، ص۳۱۴، وص۳۱۵، مادة "صحبة")

ماہِ محرم کے چند اہم تاریخی واقعات

(مرتب: مولانا طارق محمود: ادارہ غفران، راولپنڈی)

پہلی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......ماہِ محرم ۷ھ: میں غزوہ خیبر ہوا (تقویم تاریخی ص ۱، قاموسِ تاریخی مرتبہ، عبدالقدوس ہاشمی صاحب، مطبوعہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، پاکستان)

غزوۂ حدیبیہ سے واپسی کے بعد مدینہ منورہ میں چند دن قیام فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف روانہ ہوئے، منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے چلتے وقت خیبر والوں کو اطلاع کردی تھی، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر پہنچے تو خیبر کے یہودی خوف زدہ اور بدحواس ہوگئے، چند دن مقابلہ کے بعد خیبر فتح ہوگیا۔

(البدایۃ والنہایۃ ج۴ غزوۃ خیبر فی اولھا، تاریخ ملت ج ۱ ص ۸۳، غزوات النبی ص ۴۷۵، سیرتِ ابن ِہشام ج۴ ذکر المسیر الی خیبر فی المحرم سنۃ سبع، الخروج الی الخیبر)

□......ماہِ محرم ۱۴ھ: میں جنگ قادسیہ ہوئی، پے درپے ہزیمتوں سے پریشان ہوکر کفار نئے بادشاہ یزدگرد کی قیادت میں دوبارہ منظّم ہوکر مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے جمع ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی کفار کے مقابلے کے لئے عظیم الشان لشکر روانہ کیا، مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے اور کفار کا سپہ سالار مشہورِ زمانہ رستم تھا، تین دن کی سخت لڑائی کے بعد چوتھے دن مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

(البدایۃ والنہایۃ ج۷ فصل وقعۃ القادسیۃ سنۃ اربع عشرۃ من الھجرۃ، تاریخ ملت ج ۱ ص ۲۲۰)

□......ماہِ محرم ۱۸ھ: میں امین الامت حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۵)

۱۸ ہجری میں شام اور عراق میں طاعون عمواس کی سخت جان لیوا وباء پھیلی تھی اس وقت

مسلمانوں کا ایک لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی امارت میں اس طرف کے علاقوں میں جہاد میں مصروف تھا کہ ہزاروں مسلمان اس وباء سے فوت ہوگئے، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا انتقال بھی اسی بیماری سے ہوا اور اپنی وصیت کے مطابق ''کہ مجھے وہاں دفن کیا جائے جہاں میری موت ہو'' نخل جو کہ اُردن کا ایک شہر ہے میں دفن ہوئے (صحابہ انسائیکلو پیڈیا ص ۲۴۶، الاصابہ ج ۳ حرف العین المہملہ، العین بعدہا الالف)

□...... ماہِ محرم ۱۸ھ: میں کاتبِ وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی یزید بن ابی سفیان کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے دمشق کے گورنر مقرر ہوئے (تقویم تاریخی ص ۵)

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی امانت اور قابلیت کو دیکھتے ہوئے فلسطین، اردن اور لبنان کی گورنری بھی ان کو دے دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بہنوئی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مہدی اور امین کے لقب سے بھی نوزا تھا۔

(البداية والنهاية ج۷ يزيد بن ابی سفيان ،صحابہ انسائیکلو پیڈیا ص ۱۵۲ ،حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق،الاصابة ج۶ حرف الياء آخر الحروف، الياء بعدها الزاء)

□...... ماہِ محرم ۲۱ھ: میں خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مشہور صحابیٔ رسول حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر میں فاتحانہ طور پر داخل ہوئے (تقویم تاریخی ص ۶)

آپ کی کامیاب فتوحات اور شاندار کارکردگی کی بدولت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مصر کا گورنر مقرر فرما دیا تھا ''البدایہ والنہایہ ج ۷ باب صفۃ فتح مصر میں سن ۲۰ھ لکھا ہے اور مہینے کی تعیین نہیں ہے'' (سیر الصحابہ ج ۲ ص ۱۳۰)

□...... ماہِ محرم ۲۴ھ: میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفۂ ثالث کی حیثیت سے مقرر ہوئے (تقویم تاریخی ص ۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق چھ افراد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد باہمی اتفاق رائے سے آپ کو خلیفہ نامزد کیا، وہ چھ افراد یہ تھے ''حضرت عبدالرحمٰن بن عوف،

حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زبیر بن عوام، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم۔

(البدایة والنهایة ج۷ خلافة امیر المومنین عثمان بن عفان، صحابہ انسائیکلو پیڈیا ص ۱۷۳، عقائد اسلام ص ۱۸۵)

□......ماہِ محرم ۳۷ھ: میں جنگ صفین کی عارضی صلح ہوئی (تقویم تاریخی ص ۱۰)

کیونکہ ذی الحجہ کے مہینے کے بعد محرم کا مہینہ شروع ہو گیا تھا، اس لئے محرم کے احترام میں دونوں فریقین میں عارضی جنگ بندی ہوئی (تاریخ ملت ج ۱ ص ۳۷۱)

□......ماہِ محرم ۶۱ھ: میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی (تقویم تاریخی ص ۱۶)

اہلِ عراق نے یزید کے فسق و فجور، شراب نوشی اور ظلم سے تنگ آ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی حمایت کے خطوط لکھے اور ان کی طرف وفود بھیجے کہ ہم آپ کی بیعت کر کے یزید سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں، لیکن جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو انہوں نے سب چیزوں سے انکار کر کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مخالفت شروع کر دی اور یزید کے امراء کے ساتھ کوفہ سے باہر نکل کر کربلا کے مقام پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو بے رحمی اور بے دردی سے شہید کر دیا اور سب کے سر کاٹ کر یزید کی طرف سے کوفہ کے گورنر ابن زیاد کے سامنے پیش کئے۔

(حادثہ کربلا کا پس منظر، البدایة والنهایة ج۸ قصة الحسين بن علی وسبب خروجه من مكة، الاصابة ج۲ ذكر بقية حرف الحاء بعدها السين)

□......ماہِ محرم ۶۷ھ: میں کربلا کے واقعے کے مرکزی کردار اور کوفہ کے گورنر عبید اللہ بن زیاد کو قتل کیا گیا۔

یزید کی موت کے بعد مختار ثقفی نے مقتولینِ کربلا کا انتقام لینے کے بہانہ کوفہ پر قبضہ کر کے قاتلینِ اہلِ بیت کو چن چن کر قتل کیا، بعض کی لاشوں کو جلا دیا، اور سر کردہ قاتل شمر بن ذی الجوش کی لاش کو کتوں سے پھڑوا دیا، اور ابن زیاد سے مقابلہ کے لئے لشکر بھیجا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل حصین بن نمیر اور ابن زیاد کے سر کاٹ کر اسی محل میں لائے گئے

، جہاں ابن زیاد کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے سر لائے گئے تھے۔
(تاریخ ملت ج ا ص ۵۳۶،البداية والنهاية ج۸ ترجمة ابن زيادلكن لم يتعين في البداية الشهر)

□...... ماہِ محرم ۷۴ھ: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص۱۹)

آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور تفسیر، حدیث اور فقہ کے امام تھے، حج کے زمانے میں طواف کے دوران ایک شخص کے نیزے کی زہر آلود نوک ان کے پاؤں میں چبھ گئی اور اس کا زہر سارے جسم میں سرایت کر گیا اور اگلے مہینے محرم میں ان کی وفات ہوئی۔
(البداية والنهاية ج۹ عبد الله بن عمر، سير الصحابة ج۲ ص۱۶)

□...... ماہِ محرم ۸۸ھ: میں فرغانہ فتح ہوا (تقویم تاریخی ص۲۲)

حجاج بن یوسف کے حکم پر خراسان کے مسلمانوں کا ایک لشکر بغاوتوں کو کچلنے اور غیر مفتوحہ علاقوں کی فتح میں مشغول تھا، ترک، صغد اور اہلِ فرغانہ نے شاہِ چین کے بھانجے کی قیادت میں دولاکھ کی فوج کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر پر پیچھے سے حملہ کر دیا، مگر مسلمان بڑی بہادری کے ساتھ لڑے اور اللہ تعالیٰ نے کفار پر فتح عطا فرمائی (تاریخ ملت ج اص ۶۰۷)

دوسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□...... ماہِ محرم ۱۲۲ھ: میں اہلِ بیت کے بزرگ زید بن علی حصولِ خلافت کے لئے ہشام بن عبدالملک (موجودہ حاکم) کے مقابلہ کے لئے نکلے (تقویمِ تاریخی ص۳۱)

خلافتِ راشدہ کے بعد امت میں فتنوں کا دروازہ کھل گیا اور امت میں انتشار وافتراق کے نت نئے نقشے سامنے آنے لگے، مختلف طبقات اپنے اپنے طور پر حکومت پر تسلط قائم کرنے اور اپنے نظریات کو امت پر لاگو کرنے کے لئے چاروں طرف سے امڈ پڑے، اس طرح یہ مختلف قسم کے لوگ مختلف اغراض سے کسی نامور شخصیت کا سہارا لیتے ہوئے حکومتِ وقت کے زوال کے لئے کوشاں رہتے تھے، مگر حکومت وقت سخت ہوتی اور حالات سازگار نہ ہوتے تو عین وقت میں اکثر لوگ جو پہلے حمایت وجانثاری کے وعدے کئے ہوتے تھے مختلف حیلوں

بہانوں سے کنی کترانے لگتے، چنانچہ زید بن علی نے اپنے وقت کی موجودہ حکومت کے ظلم وستم کے مقابلہ میں انصاف اور رحم دلی کو اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہوئے خلافت کے حصول کا منصوبہ بنایا، تو جلد ہی ایک کثیر مجمع ان کے ساتھ جمع ہوگیا، مقابلہ اور حکومت حاصل کرنے کا وقت طے ہوگیا، مگر عین وقت پر بہت سے حمایتیوں نے حالات سازگار نہ دیکھتے ہوئے بھاگنے میں عافیت سمجھی، نتیجتاً زید بن علی اپنے رہے سہے ساتھیوں سمیت شہید ہوگئے (تاریخِ ملت ج۱ص۲۹۱)

□......ماہِ محرم ۱۲۹ھ: میں خوارج نے اموی حاکم مروان بن محمد بن مروان کے دورِ سلطنت میں شورشوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ضحاک بن قیس نامی ایک خارجی کی قیادت میں (اپنی سابقہ عادات پر چلتے ہوئے) بغاوت کردی، کوفہ کا گورنر و سابق حاکم ہشام بن عبدالملک کا بیٹا سلیمان بھی ضحاک کے ساتھ مل گیا، بہت سے علاقوں میں کامیابی کے بعد کفرتوثاء کے مقام پر ضحاک بن قیس مارا گیا، لیکن خوارج نے دوسرا شخص قائد منتخب کر کے سلسلہ بغاوت و جنگ جدل جاری رکھا (تاریخِ ملت ج۱ص۷۱۱)

□......ماہِ محرم ۱۳۱ھ: میں ابو مسلم خراسانی نے سابقہ مہمات کے ساتھ خراسان میں اموی حکومت کے خلاف عباسی تحریک کا آغاز کیا (تقویمِ تاریخی ص۳۳)

ابو مسلم خراسانی ایک عجمی النسل پارسی تھا اور عباسی تحریک کے بانی ابراہیم بن محمد کی طرف سے خراسان میں عباسی تحریک کے داعی ونقیب بکیر بن ماہان نامی ایک شخص کا غلام تھا، بکیر نے اس میں جوہر قابلیت دیکھتے ہوئے مذکورہ مہم کے لئے موزوں گردانتے ہوئے ابراہیم بن محمد کی طرف بھیجا، خلافت اموی کی بساط خراسان میں لپیٹنے میں ابو مسلم کے کارنامے نمایاں ہیں ،اس طرح عباسیوں کو ایک مضبوط مرکز اور گڑھ میسر آ گیا اور امویوں کے پاؤں اکھڑتے چلے گئے تا آنکہ عباسیہ کا پوری طرح تسلط ہوگیا (تاریخِ ملت ج۱ص۷۱۸)

□......ماہِ محرم ۱۴۱ھ: میں فرقہ راوندیہ کا خروج ہوا (تقویمِ تاریخی ص۳۶)

یہ فرقہ شیعی فرقوں کی طرح تھا اور ان افراد کا مجمع تھا جو عباسی تحریک کے محرک ابو مسلم نے اپنی

مہمات کے دوران مجمع زیادہ کرنے کے لئے مختلف حیلے بہانوں اور محض سیاست کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہر قسم کی باتوں اور کوششوں سے تیار کیا تھا، اسی دوران کچھ لوگ تناسخ اور حلول کے قائل ہوگئے، ان کا عقیدہ تھا کہ خدائے تعالیٰ موجودہ حاکم منصور میں حلول کر گیا ہے اور اسے خدا سمجھ کر اس کی عبادت اور زیارت کیا کرتے تھے اور عجب یہ کہ منصور کی طرف سے ان کی مذکورہ جہالت پر سرزنش سے برہم بھی ہوتے، ایک مرتبہ انہوں نے دارالخلافہ کا محاصرہ کیا تو منصور کو ان کی جمعیت کا صحیح طور پر اندازہ ہوا، قریب تھا کہ منصور کی حکومت اور جان چلی جاتی مگر جانبازوں نے پامردی وبہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے سب کو تہ تیغ کیا۔

(تاریخ ملت ج ا، البدایۃ والنہایۃ ج۱۰ ثم دخلت سنۃ احدیٰ واربعون ومائۃ، لیکن البدایۃ میں مہینے کی تعیین نہیں ملی)

□......ماہِ محرم ۱۵۰ھ: میں استاد سیس نامی جھوٹے اور کذاب نے خراسان میں نبوت کا دعویٰ کیا (تقویمِ تاریخی ص۳۸)

آن کی آن میں ہزار ہا اشخاص اس کی جھوٹی نبوت کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے اور ابو جعفر منصور کی طرف سے مقرر کردہ مَرْو کے حاکم کو شکست فاش بھی دی اور خراسان کے اکثر حصوں پر قبضہ کرلیا، مگر جلد ہی منصور ہی کی طرف سے بھیجے گئے دوسرے سپہ سالار حازم بن خزیمہ نے بہت چالا کی اور جنگی اصولوں کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے استاد سیس کے ستر ہزار کے قریب افراد کو میدانِ جنگ میں قتل کر دیا اور باقی افراد کو مع جھوٹے نبی کے گرفتار کرلیا (تاریخِ اسلام اکبری ج۲ ص۳۱۸)

□......ماہِ محرم ۱۶۱ھ: میں مسجدِ نبوی کی توسیع ہوئی (تقویمِ تاریخی ص۴۱)

عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور کو مسجدِ نبوی میں توسیع کی تجویز دی گئی لیکن اس نے فی الحال توقف کیا اور اسی دوران اس کا انتقال ہوگیا، ۱۵۸ھ میں جب ابوجعفر منصور کے بعد ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المہدی کو ان کا جانشین مقرر کیا گیا تو اس نے جعفر بن سلیمان کو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کیا اور اسے مسجد نبوی میں توسیع کا حکم دیا، چنانچہ اس کی نگرانی میں مسجدِ نبوی کی

توسیع کا عظیم الشان کام شروع ہوا (تاریخ مدینہ منورہ ص ۳۲۹)

□...... ماہِ محرم ۱۶۳ھ: میں جنگِ روم ہوئی۔

۱۶۲ھ میں رومیوں نے مسلمانوں کے شہروں پر حملہ کر کے ان کو ویران کر دیا تھا، اس لئے عباسی خلیفہ مہدی خود لشکر لے کر ان کی طرف بڑھا، مہدی خود حلب پہنچ کر رک گئے اور اپنے بیٹے ھارون کو فوج اور سرداروں کے ساتھ آگے روانہ کیا، ھارون نے آگے بڑھ کر رومیوں کے قلعوں کا محاصرہ کیا اور یکے بعد دیگرے کئی قلعے فتح کئے (تاریخِ اسلام ج ۲ ص ۳۱۸ از اکبر شاہ خان صاحب، البدایۃ والنھایۃ ج ۱۰ ثم دخلت سنة ثلاث وستين ومائة، لیکن البدایۃ میں مہینے کی تعیین نہیں اور تقویمِ تاریخی ص ۴۱ پر اس کا وقوع ۱۶۲ھ میں ہونا مذکور ہے)

□...... ماہِ محرم ۱۶۹ھ: میں عباسی خلیفہ مہدی کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۴۳)

خلیفہ مہدی، عباسی خلفاء میں نہایت نیک، متقی، سخی، خوش مزاج، بہادر اور نیک دل خلیفہ تھا، رفاہِ عامہ کے کاموں میں بہت زیادہ دلچسپی لیتا تھا، اس کے دربار میں ہر خاص وعام داخل ہوسکتا تھا، عبادت گذار بھی تھا، بعض اوقات لوگوں نے اس پر قاضی کی عدالت میں دعوے بھی دائر کئے اور مہدی قاضی کی عدالت میں فریق کی حیثیت سے حاضر ہوا (تاریخِ اسلام ج ۲ ص ۳۲۱، از اکبر شان خان صاحب، البدایۃ والنھایۃ ج ۱۰ خلافة موسى الهادى بن المهدى سنة تسع وستين ومائة)

□...... ماہِ محرم ۱۸۶ھ: میں حضرت عمار بن محمد ابوالیقظان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ بغداد میں رہتے تھے اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے بھانجے تھے، امام اعمش رحمہ اللہ سے حدیث بیان کرتے ہیں، آپ کے شاگردوں میں امام احمد بن حنبل اور حضرت حسن بن وقد رحمہ اللہ شامل ہیں (المنتظم ج ۹ ص ۶۸)

□...... ماہِ محرم ۱۸۷ھ: میں عباسی خلیفہ ھارون الرشید کے وزیر جعفر برمکی قتل ہوئے۔

جعفر برمکی نہایت مدبر وزیر تھے، اور انہوں نے ھارون الرشید کے دربار میں بڑا مقام حاصل کیا یہاں تک کہ ترقی کرتے کرتے امورِ سلطنت میں اتنے دخیل ہوگئے کہ ھارون الرشید

صرف نام کے خلیفہ رہ گئے، لیکن ھارون الرشید کو جعفر برمکی کے مخالفین نے جعفر برمکی سے اتنا بدظن کیا کہ ھارون الرشید نے ان کو قتل کرادیا (تاریخِ اسلام ج۲ص۱۲۸، از شاہ معین الدین صاحب، البدایۃ والنھایۃ ج۱۰ ثم دخلت سنة سبع وثمانين ومائة)

□......ماہِ محرم ۱۹۶ھ: میں حضرت حاتم بن ابوبکر بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی کنیت ابوبکر تھی، کوفہ میں رہائش تھی، اور امین کے دور سے پہلے آپ کو مصر کا قاضی بنایا گیا (المنتظم ج۱۰ ص۳۵)

تیسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......ماہِ محرم ۲۰۸ھ: میں حضرت ابووھب عبداللہ بن بکر بن حبیب الباہلی البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ بغداد میں رہتے تھے، اور حمید الطّویل، حاتم بن ابی صغیرہ اور سعید بن ابی عروبہ رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام احمد بن حنبل، ابوخیثمہ اور حسن بن عرفہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں (المنتظم ج۱۰ ص۱۸۳)

□......ماہِ محرم ۲۱۲ھ: میں حضرت اسد بن موسیٰ بن ابراہیم بن ولید بن عبدالملک بن مروان بن الحکم القرشی الاموی البصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ابراہیم بن سعد، اسرائیل بن یونس، شعبہ، شیبان النحوی، روح بن عبادۃ اور حماد بن زید رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، احمد بن صالح المصری، ربیع الجیزی اور ہشام بن عمار رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے آپ کو ''مشہور الحدیث'' قرار دیا ہے، ۱۳۲ھ میں مصر میں ولادت ہوئی (طبقات الحفاظ ج۱ص۱۷۱)

□......ماہِ محرم ۲۲۱ھ: میں حضرت عیسیٰ بن ابان بن صدقہ بن موسیٰ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ آپ کے استاد ہیں، آپ نے امام محمد رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کی اور ان

سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، یحیٰی بن اکثم نے مہدی کے لشکر میں آپ کو قضا کا عہدہ سپرد کیا، آپ بہت سخی تھے، اور بصرہ میں وفات ہوئی (المنتظم ج ۱۱ ص ۶۸)

□...... ماہِ محرم ۲۲۸ ھ: میں حضرت ابونصر عبدالملک بن عبدالعزیز التمار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

امام مالک بن انس اور ''حمادین'' رحمہما اللہ سے آپ روایت کرتے ہیں، امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ نے اپنی صحیح مسلم میں آپ سے روایت کی، آپ بہت بڑے عالم اور زاہد تھے اور ابدال (اللہ کے ولیوں کے ایک مخصوص طبقے کا اصطلاحی لقب) میں آپ کا شمار ہوتا تھا، ۹۰ سال سے زیادہ کی عمر پائی (المنتظم ج ۱۱ ص ۱۳۹)

□...... ماہِ محرم ۲۳۵ ھ: میں حضرت ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابراہیم العبسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابنِ ابی شیبہ کے نام سے مشہور تھے، ۱۵۹ھ میں ولادت ہوئی، شریک بن عبداللہ ،سفیان، ہشیم اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، امام احمد بن حنبل اوران کے بیٹے عبداللہ، عباس الدوری اور بغوی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، مصنف ابنِ ابی شیبہ کے نام سے حدیث کا ایک ضخیم مجموعہ آپ کا تصنیف کردہ ہے (المنتظم ج ۱۱ ص ۲۳۱)

□...... ماہِ محرم ۲۳۶ ھ: میں حضرت ابوابراہیم اسماعیل بن ابراہیم بن بسام الترجمانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

اسماعیل بن عیاش، بقیۃ اور ہشیم بن بشیر رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں (المنتظم ج ۱۱ ص ۲۳۸)

□...... ماہِ محرم ۲۳۶ ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن منذر بن عبداللہ الحزامی الاسدی المدنی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ابنِ عیینہ، ابنِ وہب اور ولید بن مسلم رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام بخاری، ابنِ

ماجہ، ثعلب، دارمی اور ابنِ ابی الدنیا رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی "قال ابو حاتم هو اعرف بالحديث من ابراهيم بن حمزة الا انه خلط فى القرآن فهجره احمد" (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۲۰۸)

□...... ماہِ محرم ۲۳۹ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن حبان بن ابراہیم المرادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

عمرو بن حکام رحمہ اللہ آپ کے استاد ہیں، حافظ الحدیث اور ثقہ تھے (المنتظم ج ۱۱ ص ۲۶۷)

□...... ماہِ محرم ۲۳۹ھ: میں حضرت ابوالحسن عثمان بن محمد بن ابراہیم بن عثمان العبسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ بھی ابنِ ابی شیبہ کے نام سے مشہور تھے، طلبِ حدیث میں مختلف ممالک کا سفر کیا اور بہت سی کتب لکھیں، شریک بن عبداللہ، ابن عیینہ اور ہشیم رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، امام باغندی اور بغوی رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں (المنتظم ج ۱۱ ص ۲۶۸)

□...... ماہِ محرم ۲۴۰ھ: میں حضرت ابوعبداللہ قاضی احمد بن ابی داؤد بن جریز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ عباسی خلیفہ المعتصم باللہ اور الواثق باللہ کے دورِ خلافت میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے (المنتظم ج ۱۱ ص ۲۷۵)

□...... ماہِ محرم ۲۴۴ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن ابان بن وزیر البلخی مستملی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ بغداد تشریف لائے اور ابوبکر بن عیاش، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن ادریس اور وکیع رحمہم اللہ سے حدیث کا علم حاصل کیا، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں آپ سے روایت کی ہے (المنتظم ج ۱۱ ص ۳۲۷)

□...... ماہِ محرم ۲۵۲ھ: میں عباسی خلیفہ المعتز باللہ کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی۔

معتز باللہ ہر وقت عیش ونشاط میں ڈوبا رہتا تھا، اس کی خوبیاں کم اور برائیاں زیادہ تھیں، اس کی ماں اس کی طرف سے سلطنت کے معاملات سرانجام دیا کرتی تھی، جس کی وجہ سے ہر شخص کو امورِ مملکت میں تصرف کا موقع ہاتھ آجاتا تھا، اور معتز دیکھا کرتا تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سلطنت میں لوگوں کی نظروں سے بالکل گر گیا، یہ عباسی خلفاء میں ناکام حکمران تھا، اس کا زمانہ شورشوں اور انقلابات میں گزرا، اس کو انتظامِ سلطنت کا موقعہ نہیں ملا، بلکہ عباسی حکومت کا ایک حصہ دولتِ صفاریہ کی شکل میں رونما ہوا، اس کے علاوہ طبرستان پر زیدیوں کا قبضہ وتصرف ہوا، معتز باللہ ترکوں کے مقابلہ میں بہت ضعیف تھا، اور اس کا آخری زمانہ ترکوں کی وجہ سے بہت تکلیف میں گزرا، اس کی مملکت میں اس کے کئی علاقے اس سے کٹ گئے اور وہاں نئی حکومتیں بن گئیں، ۲۵۴ھ میں دولتِ طولونیہ کی بنیاد اسی کے دورِ حکومت میں پڑی، ترکوں نے اس سے زبردستی خلافت لے کر محمد بن واثق کے سپرد کی اور معتز نے بھی اس کے ہاتھ پر بیعت کی، بیعت کے واقعہ کے پانچ روز بعد ترک معتز کو پکڑ کر حمام میں لے گئے، یہاں اس کو غسل کرایا، اس کو پیاس لگی تو پانی نہ دیا اور وہاں سے نکال کر اس کو برف کا پانی پلا دیا، جس کے پیتے ہی معتز کا دم نکل گیا، یہ واقعہ شعبان ۲۵۵ھ کا ہے، اس کی نمازِ جنازہ مہتدی نے پڑھائی۔

(بغیة الطلب فی تاریخ حلب لابن العدیم ج۴ص ۴۶، تاریخ الیعقوبی للیعقوبی ج ۱ ص ۳۱۵، تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۲۴۸، تاریخِ ملت ج ۲ ص ۳۷۸تا ۳۸۲)

□......ماہِ محرم ۲۵۳ھ: میں حضرت ابوالاشعث احمد بن مقدام بن سلیمان بن اشعث بن اسلم بن سوید عجلی بصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

امیہ بن خالد، بشر بن المفضل، حزم بن ابو القطعی، حماد بن زید، خالد بن الحارث، زہیر بن علاء القیسی اور عبداللہ بن جعفر بن نجیح رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، بخاری، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ، ابوعبداللہ احمد بن علی بن العلاء الجوزجانی، حسین بن اسماعیل المحاملی اور ابوعروبہ حسین بن محمد الحرانی اور حسین بن یحییٰ بن عیاش القطان رحمہم

اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں''سیر اعلام النبلاء ج۱۲ص۲۲۰، العبر فی خبر من غبر ج۱ص۸۷،تہذیب التہذیب ج۱ص۷۱ میں آپ کی سنِ وفات کا مہینہ صفر لکھا ہوا ہے''

(تہذیب الکمال ج ۱ ص ۴۹۰،ثقات ابنِ حبان ج۸ص ۳۲)

□......ماہِ محرم ۲۵۴ھ: میں ابوالعباس احمد بن مزاحم بن خاقان بن عرطوج مصر کے حکمران بنے۔

ان سے پہلے ان کے والد حکمران تھے،حکمران بننے کے دو مہینے اور ایک دن بعد ہی ان کی ربیع الآخر کے مہینے میں وفات ہوگئی، ان کے بعد مصر کی حکومت ارخوز بن اولوع طرخان ترکی کے حوالے کی گئی(النجوم الزاهرة فی ملوک مصروقاهرة ج ۱ ص ۲۶۵)

□......ماہِ محرم ۲۵۴ھ: میں حضرت ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن سوید البلوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابو یعقوب الرملی کے نام سے مشہور تھے، آدم بن ابی ایاس العسقلانی، اسماعیل بن ابی اویس، ایوب بن سلیمان بن بلال اور جعفر بن صبیح الحمصی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوداؤد، ابورزعہ عبدالرحمٰن بن عمرو الدمشقی، عبداللہ بن محمد بن الصنام الرملی، عمر بن محمد بن بجیر البجیری اور ابوالعباس محمد بن احمد بن سلیمان الحصروی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، رملہ کے مقام پر وفات ہوئی۔

(ثقات لابنِ حبان ج ۱ ص ۲۶، بحواله حاشية تهذيب الكمال ج۲ ص ۳۶۶،تهذيب التهذيب ج ۱ ص ۱۸۸)

□......ماہِ محرم ۲۵۴ھ: میں حضرت ابوصالح جعفر بن مسافر بن ابراہیم بن راشد التنیسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابوصالح الہذلی کے نام سے مشہور تھے، اسماعیل بن ابی اویس، اسماعیل بن مسلمۃ بن قعنب القعنبی، ایوب بن سوید الرملی، بشر بن بکر التنیسی، حسن بن بلال البصری اور خلاد بن

یحییٰ الجعفی رحمہم اللہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں، ابوداؤد، ابنِ ماجہ، نسائی، ابوبکر احمد بن عیسیٰ الخشاب التنیسی، احمد بن محمد بن حسن البغدادی، حسین بن احمد المالکی اور عبداللہ بن ابوداؤد رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

(الجرح والتعدیل ج۲ باب ۲۰۱۰، ثقات لابنِ حبان ص ۷۰، شیوح ابوداؤد للجیانی ص ۷۹، المعجم المشتمل لابنِ عساکر باب ۷۱۲، معجم البلدان ج۳ ص ۸۸۸، تذھیب للذھبی ج ا ص ۱۱۰، الکاشف ج ا ص ۱۸۶ بحوالہ حاشیۃ تھذیب الکمال ج۵ ص ۱۱۰، تھذیب التھذیب ج۲ ص ۹۱)

□......ماہِ محرم ۲۵۶ھ: میں حضرت ابوعمیر عیسیٰ بن محمد بن اسحاق بن النحاس الرملی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابوعمیر بن النحاس کے نام سے مشہور تھے، ولید بن مسلم، ضمرۃ بن ربیعہ، ایوب بن سوید اور زید بن ابوالزرقاء رحمہم اللہ سے آپ روایت کرتے ہیں، ابوداؤد، نسائی، یحییٰ بن معین (یہ آپ سے علم، عمر اور مقام ومرتبہ میں بڑے ہیں) ابوزعہ الرازی، ابوحاتم، جعفر الفریابی، عمر بن محمد بن بجیر، ابوبکر بن ابی داؤد اور ابنِ جوصا رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث روایت کی، امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "آپ کثرت سے عبادت کرتے تھے، اور ایسی حالت میں علم حاصل کیا کہ آپ کے پاس تن ڈھانپنے کے لئے گز بھر بوسیدہ کپڑا تھا"

(تاریخ ابوزرعۃ الدمشقی ص۵۸، الجرح التعدیل ج۶ باب ۱۵۹۱، اکمال لابن ماکولا ج ۷ص ۳۷۳، المعجم المشتمل باب ۷۱۳، الکاشف ج۲ باب ۴۴۶۱، تذھیب التھذیب ج۳ ص ۱۳۱، بحوالہ حاشیۃ تھذیب الکمال ج۲۳ ص ۲۷، سیراعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۵۳)

□......ماہِ محرم ۲۵۷ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالحکم بن اعین بن لیث المصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ادریس بن یحییٰ الخولانی، اسحاق بن بکر بن مصر، اسد بن موسیٰ، اسود بن بلال الصدفی، اشھب بن عبدالعزیز اور حجاج بن الخیار المدنی رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، نسائی، ابراہیم بن یوسف الھسنجانی ،سعید بن عبداللہ بن ابورجاء الانباری، ابوبکر عبداللہ بن ابوداؤد، اور عبداللہ بن محمد بن یسار رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ ایک بڑے فقیہ بھی تھے لیکن آپ پر علمِ حدیث

وروایت کا غلبہ تھا۔

(الجرح والتعدیل ج۵ باب ۱۲۱۳، المعجم المشتمل باب ۵۳۳، معجم البلدان ج۳ ص ۸۸۸، ۸۹۶، ۹۳۴، الکاشف ج۲ باب ۳۲۷۵، تذھیب التھذیب ج۲ ص ۲۱۵، نھایۃ السلول ص ۲۰۴، تھذیب التھذیب ج۶ ص ۱۸۹، خلاصۃ للخزرجی ج۲ باب ۴۱۵۱ بحوالہ حاشیۃ تھذیب الکمال ج۱۲ ص ۲۱۵)

□......ماہِ محرم ۲۵۸ھ: میں حضرت ابوعلی احمد بن حفص بن عبداللہ بن راشد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابوعلی نیشاپوری کے نام سے مشہور تھے، اور نیشاپور کے قاضی تھے، حفص بن عبداللہ (یہ آپ کے والد ہیں) جارود بن یزید، حسین بن ولید اور عبدان رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابنِ خزیمہ، ابن ابی داؤد، ابن الشرقی، ابوبکر بن زیاد، ابوحامد بن بلال اور ابوعوانہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص ۳۸۴، تھذیب الکمال ج۱ ص ۲۹۶، تھذیب التھذیب ج۱ ص ۲۲)

□......ماہِ محرم ۲۶۰ھ: میں حضرت علی بن عمرو بن حارث بن سہل بن ابوہیرۃ یحیٰی بن عباد الانصاری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابوہیرۃ البغدادی کے نام سے مشہور تھے، معاویہ، یحیٰی بن سعید الاموی، ابنِ عیینۃ، ابنِ علیہ، ابنِ ابی عدی اور ہیثم بن عدی رحمہم اللہ اور بہت بڑی جماعت آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابنِ ماجہ، محمد بن خلف القاضی، وکیع، احمد بن یحیٰی بن زہیر، محمد بن احمد بن ابو الثلج، ابنِ ابی حاتم اور یعقوب الجصاص رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔

(تھذیب التھذیب ج۷ ص ۳۲۱)

□......ماہِ محرم ۲۶۰ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن علی بن ہیثم البزار رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ ابنِ علون کے نام سے مشہور تھے، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: حارث بن ابی امامہ، محمد بن احمد بن البراء، محمد بن غالب التمتام، احمد بن علی الحراز اور احمد بن ابراہیم بن ملحان رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابوالحسن بن زرقویہ، ابراہیم بن مخلد اور ابوعلی بن شاذان رحمہم اللہ، اتوار کے دن جمادی الاولیٰ ۳۵۰ھ کو آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد

ج۲ ص۱۸)

□......ماہِ محرم ۲۶۱ھ: میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن عثمان بن حکیم بن ذبیان الاودی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابوعبداللہ الکوفی کے نام سے مشہور تھے، علی بن حکیم الاودی رحمہ اللہ آپ کے بھائی تھے، احمد بن مفضل القرشی الحضر ی، اسحاق بن منصور السلولی، بکر بن عبدالرحمٰن الکوفی القاضی، بکر بن یونس بن بکیر الشیبانی، جعفر بن عون اور حسن بن بشر البجلی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، بخاری، مسلم، نسائی، ابنِ ماجہ، احمد بن محمد بن یزید الزعفرانی، احمد بن محمد بن یعقوب الخزاز الاصبہانی، ابو القاسم بدر بن ہیثم القاضی اور حسن بن علی بن نصر الطّوسی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، عاشوراء یعنی ۱۰ محرم کے دن آپ کی وفات ہوئی۔

(تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۵۳، تہذیب الکمال ج۲ ص ۴۰۶)

□......ماہِ محرم ۲۶۱ھ: میں حضرت ابوشعیب صالح بن زیاد بن عبداللہ بن جارود السوسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابوشعیب المقری کے نام سے مشہور تھے، رقہ میں رہائش پذیر تھے، ۹۰ سال کی عمر پائی، اسباط بن محمد القرشی، ابواسامہ حماد بن اسامہ، خطاب بن یسار الحرانی، داؤد بن المحبر اور سفیان بن عیینۃ رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، نسائی، ابراہیم بن محمد بن حسن بن متویہ الاصبہانی، ابوبکر احمد بن ابو عاصم النبیل اور زکریا بن حسین النسفی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(الکنی للدولابی ج۲ ص ۹۸، الجرح والتعدیل ج۴ باب ۱۸۲۶، ثقات ابنِ حبان ج ۱ ص ۱۹۳، کتاب الانساب للسمعانی ج۷ ص ۱۹۰، المعجم المشتمل لابن عساکر باب ۴۲۷، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳۸۰، الکاشف ج۲ باب ۲۳۵۹، المغنی باب ۲۸۲۹ جلد ۱، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۵۵۹، العبر فی خبر من غبر ج۲ ص ۲۵، تذھیب التھذیب ج۲ ص ۸۷، غایۃ النھایۃ ج ۱ ص ۲۳۲، نھایۃ السول ص ۱۴۴، تھذیب التھذیب ج۴ ص ۳۴۳، تقریب التھذیب ج ۱ ص ۳۶۰، خلاصۃ للخزرجی ج ۱ باب ۳۰۲۹، شذرات الذھب ج۲ ص ۱۴۳ بحوالہ حاشیۃ تھذیب

الکمال ج ۱۳ ص ۵۲)

□......ماہِ محرم ۲۶۱ھ: میں حضرت ابو جعفر محمد بن حسین بن ابراہیم بن الحر بن زعلان العامری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابنِ اشکاب کے نام سے مشہور تھے کیونکہ آپ کے والد کا لقب اشکاب تھا، آپ اصلاً خراسان کے شہر ''نسا'' کے رہنے والے تھے، ابوالمنذر اسماعیل بن عمر، ابوالنضر ہاشم بن قاسم، مصعب بن مقدام، محمد بن ابوعبیدہ المسعودی اور معاویہ بن ہاشم رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، امام بخاری، عبداللہ بن احمد بن حنبل، حر بن محمد بن اشکاب (یہ آپ کے بیٹے ہیں) یحییٰ بن صاعد اور محمد بن مخلد الدوری رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی ولادت ۱۸۱ھ میں ہوئی، ۸۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی ''آپ کی تاریخِ وفات میں اختلاف ملتا ہے'' (تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۲۹۱)

□......ماہِ محرم ۲۶۴ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن یزید بن حیان الاعشم رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ المنتوف کے نام سے مشہور تھے، شبابہ بن سوار، علی بن عاصم، روح بن عبادہ اور عبدالعزیز بن ابان رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی احمد بن ہارون البردیجی، قاضی محاملی اور محمد بن مخلد رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۴۱۲)

□......ماہِ محرم ۲۶۵ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن حارث بن اسماعیل البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ماوراء النہر (وسطی ایشیا) کے علاقے نیشاپور میں رہتے تھے، حجاج بن محمد المصیصی، عبدالعزیز بن ابان القرشی، علی بن المدینی، یزید بن ھارون اور ابوالنضر ھاشم بن القاسم رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، بخاری، ابوداؤد، ابراہیم بن ابوطالب، ابوعمرو احمد بن مبارک المستملی اور جعفر بن احمد بن نصر الحصیری رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ۷/محرم کے دن وفات ہوئی، اور ظہر کے بعد دفن ہوئے، نمازِ جنازہ یحییٰ بن محمد بن یحییٰ

رحمہ اللہ نے پڑھائی۔

(تاریخ الخطیب ج٦ ص ٥٤، تهذيب التهذيب ج ا ص ٩٧، الكاشف ج ا ص ٧٨، اكمال للمغلطائی ج ا ص ٥٠، الوفی للصفدی ج٥ ص ٣٤٦ بحواله حاشية تهذيب الكمال ج ٢ ص ٦٦)

□......ماہِ محرم ٢٦٥ھ: میں حضرت ابوجعفر محمد بن ہارون الفلاس رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ابونعیم فضل بن دکین، سعد بن حفص، عمرو بن حماد بن طلحہ، حسن بن بشر اور سلیمان بن حرب رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، قاضی محاملی اور محمد بن مخلد رحمہما اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تاریخِ بغداد ج ٢ ص ١٣٦)

□......ماہِ محرم ٢٦٨ھ: میں حضرت ابومحمد عباس بن عبداللہ بن ابوعیسیٰ الواسطی الباکسائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ بغداد میں رہائش پذیر تھے، حفص بن عمر العدنی، رواد بن جراح العسقلانی، زید بن یحییٰ بن عبید الدمشقی اور سعید بن عبداللہ بن دینار رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، ابنِ ماجہ، ابوعیسیٰ احمد بن اسحاق الانماطی، قاضی ابوالعباس احمد بن عمر بن سریج الشافعی اور اسماعیل بن عباس الوارق رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں'' آپ کی وفات میں کئی اقوال ملتے ہیں مثلاً ٢٥٧ھ، ٢٦٧ھ''۔

(تاريخ واسط ص ٤٦، ثقات لابنِ حبان ج٨ ص ٥١٣، تاريخ بغداد ج١٢ ص ١٤٣، المعجم المشتمل باب ٤٥٢، معجم البلدان ج ا ص ٤٧٧، ٧٠٩، ٨٣٨، سير اعلام النبلاء ج١٣ ص ١٢، تذكرة الحفاظ ص ٥٦٦، الكاشف ج٢ باب ٢٦٣٠، تذهيب التهذيب ج ٢ ص ١٢٥، رجال ابن ماجة ص ١٨، اكمال للمغلطائی ج٢ ص ٢٣٦، نهاية السلول ص ١٦٠، تهذيب التهذيب ص ٥ ص ١١٩، تقريب التهذيب ج ا ص ٣٩٧، خلاصه للخزرجی ج٢ باب ٣٣٥٠، شذرات الذهب ج٢ ص ١٥٣ بحواله حاشية تهذيب الكمال ج١٤ ص ٢١٩)

□......ماہِ محرم ٢٦٩ھ: میں حضرت ابوبکر تمام بن محمد بن سلیمان بن محمد بن عبداللہ بن عباس رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل اور محمد بن عثمان بن ابی شیبہ رحمہما اللہ آپ کے استاد ہیں، ابوالحسن بن زرقویہ رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ذیقعدہ ٣٥٠ھ میں وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ٢ ص ٢٢٧)

□......ماہِ محرم ٢٧٢ھ: میں حضرت ابوجعفر محمد بن الورد بن زنجویہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ مصر میں رہتے تھے، عفان بن مسلم رحمہ اللہ آپ کے استاد اور ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں (تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۱۲۸)

□......ماہِ محرم ۲۷۳ھ: میں حضرت ابو ابراہیم احمد بن سعد بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابو ابراہیم الزہری کے نام سے مشہور تھے، آپ کی ولادت ۱۹۸ھ میں ہوئی، عفان، علی بن الجعد، یحییٰ بن بکیر، یحییٰ بن سلیمان الجعفی اور محمد بن سلام الجمعی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابنِ صاعد، ابو عبداللہ المحاملی، ابو عوانہ اور اسماعیل الصفار رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام ابو عوانہ رحمہ اللہ نے آپ کو ابدال میں شمار کیا ہے، خطیبؒ فرماتے ہیں کہ "آپ کا علم و فضل لوگوں میں مشہور تھا، اور آپ کے زہد اور نیک صالح ہونے کی مثال دی جاتی تھی، آپ کے گھرانے کے تمام افراد علماء و محدثین گزرے ہیں" (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۱۱۸، طبقات الحنابلہ ج ۱ ص ۱۷)

□......ماہِ محرم ۲۷۶ھ: میں اموی حکمران منذر بن محمد بن عبدالرحمٰن بن الحکم الاموی کی وفات ہوئی۔

ان کی مدتِ حکومت ایک سال گیارہ مہینے اور گیارہ دن تھی، ۴۶ سال عمر پائی، جس دن ان کی وفات ہوئی اسی دن ان کے بھائی عبداللہ بن محمد کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی "سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۶۲۳ میں صفر ۲۷۵ھ میں آپ کی وفات لکھی ہے" (الکامل فی التاریخ ج ۳ ص ۳۳۸)

□......ماہِ محرم ۲۸۰ھ: میں شیخ الحنفیہ حضرت ابو جعفر احمد بن ابی عمران موسیٰ بن عیسیٰ البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابنِ ابی عمران کے نام سے مشہور تھے، مصر میں رہتے تھے، عاصم بن علی، محمد بن عبداللہ بن سماعہ، سعدویہ الواسطی اور بشر بن ولید الکندی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ کی خدمت میں رہے اور علمِ فقہ کی تعلیم ان سے حاصل کی، قاضی بکار بن قتیبہ رحمہ اللہ کے بعد ایک مدت تک آپ مصر کے قاضی رہے، آپ علم کے گہرے سمندر تھے اور آپ کا حافظہ اور ذہانت لوگوں میں مشہور ومعروف تھا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۳۳۵)

□......ماہِ محرم ۲۸۱ھ: میں حضرت ابو بکر احمد بن اسحاق بن عطاء الوزان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ مسلم بن ابراہیم الفراہیدی، ربیع بن یحییٰ الاشنانی، قرۃ بن حبیب القنوی اور ہریم بن عثمان رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، محمد بن مخلد العطار، محمد بن عمرو الرزاز اور عبداللہ بن اسحاق البغوی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، یکم محرم ہفتہ کے دن وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۱۹۰)

□......ماہِ محرم ۲۸۲ھ: میں حضرت ابو بکر محمد بن عبید بن ابی الاسد مروزی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ اسحاق بن ابراہیم الجندی، شریح بن نعمان، عمرو بن مرزوق، سعید بن منصور اور ابو بکر الحمیدی رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، محمد بن عمرو البزار اور ابو بکر الشافعی رحمہما اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، حدیث کے معاملہ میں ثقہ شمار ہوتے ہیں، آخری عمر میں آپ کی نظر بہت کمزور ہوگئی تھی (تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۴۶۷)

□......ماہِ محرم ۲۸۲ھ: میں حضرت ابو بکر محمد بن الفرج الازرق رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ حجاج بن محمد الاعور، محمد بن عمر الواقدی، محمد بن عبداللہ بن کنانہ اور ابو النضر ہاشم بن القاسم رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، محمد بن عباس بن نجیح، عبدالصمد بن علی الطستی، ابو سہل بن زیاد رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۵۲)

□......ماہِ محرم ۲۸۳ھ: میں شیخ العارفین حضرت ابو محمد سہل بن عبداللہ بن یونس التستری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابو محمد التستری کے نام سے مشہور تھے، اپنے ماموں محمد بن سوار کی صحبت میں رہے، اور حج کے دوران حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے بھی ملاقات فرمائی اور ان کی صحبت

اختیار کی، عمر بن واصل، ابو محمد الجریری، عباس بن عصام اور محمد بن المنذر ر الھجیمی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کے تصوف میں مواعظ وملفوظات بہت نصیحت آموز شمار ہوتے تھے اس کے ساتھ ساتھ آپ کو تصوف میں رسوخ اور کمال حاصل تھا، آپ نے ایک مرتبہ فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی ھادی اور راستہ دکھانے والا نہیں، اور تقویٰ کے بغیر زادِ نہیں اور استقامت کے بغیر کوئی عمل عمل نہیں۔

آپ کی احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت وتعلق کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عرض کی کہ جس زبان سے آپ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت کرتے ہیں وہ نکالئے تاکہ میں اس کا بوسہ لوں، تو انہوں نے ان کے لئے اپنی زبان نکال لی۔

آپ فرماتے ہیں:

ہمارے اصول چھ ہیں، قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑنا، سنتِ رسول کی اقتداء واتباع کرنا، اکلِ حلال کا اہتمام کرنا، ہر قسم کی ایذاء رسانی سے بچنا، توبہ پر مداومت رکھنا، اور اہلِ حقوق کے حقوق ادا کرنا۔

ایک موقعہ پر آپ نے ارشاد فرمایا:

جو لایعنی اور فضول گفتگو کا عادی ہو وہ صدق وسچائی سے محروم ہے، جو بے ہودہ وفضول کام میں مشغول ہوجائے وہ پرہیز گاری سے محروم ہے، اور جو بدگمانی کیا کرتا ہو وہ یقین سے محروم ہے اور جو ان تینوں چیزوں سے محروم رہا وہ ہلاک ہوگیا برباد ہوگیا۔

۸۰ سال سے زائد عمر میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۳۳۳)

□......ماہِ محرم ۲۸۳ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسن بن علی بن بشر رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
آپ ابوعبداللہ الصوفی کے نام سے مشہور تھے، ہاشم بن عبدالواحد الجشاش، حسن بن عمر بن شقیق، قطن بن نسیر اور جعفر بن مہران السباک رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوعلی بن خزیمہ رحمہ اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تاریخِ بغداد ج۳ص ۳۹۷)

□......ماہِ محرم ۲۸۶ھ: میں حضرت ابوجعفر محمد بن علی البغدادی الخزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
ھوزہ بن خلیفہ، سریح بن نعمان، عاصم بن علی، سعدویہ، احمد بن یونس اور اسید بن زید الجمال رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، ابنِ صاعد، جعفر الخلدی، ابوعمرو بن السماک، ابوبکر الشافعی اور ابوبکر بن خلاد رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۴۸۹)

□......ماہِ محرم ۲۸۷ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع المروانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابنِ وضاح کے نام سے مشہور تھے، ۱۹۹، یا ۲۰۰ میں ولادت ہوئی، یحییٰ بن معین، اسماعیل بن ابی اویس، اصبغ بن الفرج، زہیر بن عباد، حرملہ، یعقوب بن کاسب، اسحاق بن اسرائیل اور محمد بن رمح رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، آپ نے طلبِ علم ابنِ ابی ایاس رحمہ اللہ کی زندگی ہی میں شروع کردیا تھا لیکن ان سے علمِ حدیث حاصل نہیں کیا، اس کے علاوہ آپ نے عراق، شام اور مصر کا سفر کیا اور خوب علم حاصل کیا، احمد بن خالد الجباب، قاسم بن اصبغ، محمد بن ایمن، احمد بن عبادۃ اور محمد بن المسور رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں ”تذکرۃ الحفاظ ج۲ص ۶۷۷ میں آپ کی سنِ وفات ۲۸۹ھ لکھی ہوئی ہے“ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۴۴۶)

□......ماہِ محرم ۲۹۲ھ: میں حضرت ابوالعباس محمد بن حسن بن حیدرۃ البزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
منجاب بن حارث، قاسم بن ابی شیبہ اور جعفر بن حمید رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، عبدالباقی بن قانع رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں (تاریخِ بغداد ج ۱ ص ۲۷۴)

□......ماہِ محرم ۲۸۹ ھ: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن ایوب بن بادی المصری العلاف رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

سعید بن ابی مریم، عبدالغفار بن داؤد الحرانی، یوسف بن عدی اور یحییٰ بن بکیر رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، نسائی، محمد بن جعفر الحضرمی اور ابوالقاسم الطبرانی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ مصر کے فقیہ شمار ہوتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۴۵۳، تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۶۳)

□......ماہِ محرم ۲۹۰ ھ: میں حضرت ابوبکر عمر ابراہیم بن سلیمان البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابوالآذان کے نام سے مشہور تھے، سامرّاء میں رہائش پذیر تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: احمد بن ابراہیم القطیعی، احمد بن محمد بن یحییٰ بن سعید القطان اور اسماعیل بن مسعود الجحدری رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: نسائی، احمد بن عبیداللہ بن الاصبغ الحرانی، ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید بن عقدہ، حاجب بن ارکین الفرغانی اور ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی رحمہم اللہ، ایک مرتبہ آپ کا کسی معاملہ میں ایک یہودی یا کسی اور سے تنازعہ پیدا ہوگیا، تو آپ نے اس سے فرمایا کہ آؤ ہم دونوں اپنا اپنا ہاتھ آگ میں ڈالتے ہیں، جو باطل پر ہوگا اس کا ہاتھ جل جائے گا اور جو حق پر ہوگا اس کا ہاتھ نہیں جلے گا، جب آگ میں دونوں نے ہاتھ ڈالا تو یہودی کا ہاتھ جل گیا اور آپ کا ہاتھ نہیں جلا۔

(تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۱۵، ۲۱۶، المعجم المشتمل باب ۶۶۵، المنتظم ج۶ ص ۴۱، سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۸۰، الکاشف باب ۴۰۸۰، تذکرۃ الحفاظ ص ۷۴۴، تذهیب التہذیب ج۳ ص ۸۰، نہایۃ السلول ص ۲۶۰، تہذیب التہذیب ج۷ ص ۴۲۴، ۴۲۵، تقریب التہذیب ج۲ ص ۵۱، خلاصۃ للخزرجی ج۲ باب ۵۱۲۱ بحوالہ حاشیۃ تہذیب الکمال ج ۲۱ ص ۲۶۹)

□......ماہِ محرم ۲۹۱ ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن سعید بن عبدالرحمٰن بن موسیٰ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابوعبداللہ البوشبخی کے نام سے مشہور تھے، اپنے زمانے میں آپ علمِ حدیث کے شیخ

شمار ہوتے تھے، نیشا پور میں رہائش پذیر تھے، اور یہیں آپ کی وفات ہوئی، ابراہیم بن حمزہ الزبیری، ابراہیم بن منذر الحزرمی، احمد بن حنبل، احمد بن عبداللہ بن یونس اور اسماعیل بن ابو اویس رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوبکر احمد بن اسحاق بن ایوب الصبعی، ابوالعباس احمد بن محمد بن جمعہ، ابوعمرو احمد بن موسیٰ الحرشی، اسد بن حمدیہ النسفی اور ابوعمرو اسماعیل بن نجید السلمی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں ''بعض حضرات نے آپ کا سنِ وفات ۲۹۰ھ لکھا ہے''۔

(الجرح والتعدیل ج۷ باب ۱۰۶۵، ثقات لابنِ حبان ج۹ ص ۱۵۲، تاریخ اصبھان ج۲ ص ۲۳۴، طبقات الحنابلہ ج۱ ص ۲۶۴، اکمال لابن ماکولا ج۱ ص ۴۲۴، المنتظم ج۶ ص ۴۸، سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۵۸۱، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۶۵۷، الکاشف ج۳ باب ۵۳۲۵، تذھیب التھذیب ج۹ ص ۸ تا ۱۰، تقریب التھذیب ج۲ ص ۱۴۰، شذرات الذھب ج۲ ص ۲۰۵ بحواله حاشية تهذيب الكمال ج۲۴ ص ۳۱۳)

□......ماہِ محرم ۲۹۱ھ: میں صالح بن مدرک طائی نے اجفر مقام پر حجاج کے ایک قافلے پر ڈاکا ڈالا۔

امیرِ قافلہ اور دوسرے لوگوں نے مقابلہ کیا، لیکن فتح صالح بن مدرک کو ہوئی، اور انہوں نے سارے قافلے والوں کو لوٹ لیا، اور جو کچھ قافلے والوں کے پاس مال، لونڈیاں اور غلام وغیرہ تھے سب لے لیا، جو کچھ انہوں نے لوٹا اس کی مالیت ۲۰ لاکھ دینار بنتی تھی (الکامل فی التاریخ ج۲ ص ۳۵۳)

□......ماہِ محرم ۲۹۲ھ: میں حضرت ابوالحسن احمد بن نصر بن شاکر بن عمار الدمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابوالحسن بن ابی رجاء کے نام سے مشہور تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابراہیم بن سعید الجوہری، ابراہیم بن ہشام، احمد بن محمد بن عمر الیمامی، اسحاق بن سعید الارکون، ایوب بن محمد الوزان اور حسین بن علی بن الاسود عجلی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: امام نسائی، ابواسحاق، ابراہیم بن محمد بن صالح بن سنان القرشی، ابوالحسن احمد بن عمیر بن یوسف

بن جوصی اور ابوبکر احمد بن محمد بن سعید بن فطیس الوراق رحمہم اللہ۔
(تهذيب التهذيب ج ا ص ٧٥، تهذيب الكمال ج ا ص ٥٠٥)

□......ماہِ محرم ۲۹۲ھ: میں حضرت شیخ العصر ابو مسلم ابراہیم بن عبداللہ بن مسلم بن ماعز بن مہاجر البصری الکجی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ابو عاصم النبیل، محمد بن عبداللہ الانصاری، معاذ بن عوذ اللہ، عبدالرحمٰن بن حماد الشعیثی اور عبدالملک بن قریب الاصمعی رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، آپ سے مروی چند احادیث ''ثلاثیات'' بھی ہیں (ثلاثیات وہ احادیث کہلاتی ہیں جس میں راوی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہوں) ابوبکر النجاد، ابوبکر الشافعی، فاروق الخطابی، حبیب القزار اور ابوالقاسم الطبرانی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ۷/محرم الحرام کو بغداد میں وفات ہوئی، بصرہ میں منتقل کیا گیا اور بصرہ ہی میں مدفون ہوئے، ۱۰۰ سال کے قریب عمر پائی۔
(سير اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۴۴۶، تذكرة الحفاظ ج۲ ص ۶۲۱، المنتظم لابنِ جوزی ج۴ ص۴۷)

□......ماہِ محرم ۲۹۲ھ: میں حضرت ابوالفتح محمد بن اسحاق المؤدب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، عبدالصمد بن علی الطستی رحمہ اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں (تاریخِ بغداد ج ا ص ۱۱۱)

□......ماہِ محرم ۲۹۳ھ: میں حضرت ابوجعفر احمد بن قاسم بن مساور البغدادی الجوہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابنِ مساور کے نام سے مشہور تھے، عفان بن مسلم، خالد بن خداش اور علی بن الجعد رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، عبدالباقی بن قانع، احمد بن کامل، محمد بن علی بن حبیش اور سلیمان الطبرانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۵۵۳)

□......ماہِ محرم ۲۹۴ھ: میں حضرت ابوالغصن صباح بن عبدالرحمٰن بن فضل الاندلسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک فقیہ بھی تھے، یحییٰ بن یحییٰ، یحییٰ بن بکیر، اصبغ بن الفرج اور ابو مصعب الزہری رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، حفص بن محمد بن حفص رحمہ اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کی مصر میں اصبغ بن الفرج رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی اور ان سے طلبِ علم کے ساتھ ساتھ ان کے ساتھ ایک مدت تک رہے پھر اپنے علاقے واپس لوٹ آئے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۱۲)

□......ماہِ محرم ۲۹۵ھ: میں حضرت ابو علی حسن بن علی بن شبیب البغدادی المعمری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ عراق کے محدث شمار ہوتے تھے، شیبان بن فروخ، علی بن المدینی، خلف بن ہشام، ھدبۃ بن خالد، سعید بن عبدالجبار، سوید بن سعید، جبارۃ بن المغلس اور عیسیٰ بن زغبہ رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوبکر النجاد، ابو سہل بن زیاد، احمد بن کامل القاضی، ابنِ قانع اور احمد بن عیسیٰ التمار رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ۸۲ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۵۱۳، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۶۶۸، المنتظم لابنِ جوزی ج ۴ ص ۶۰)

□......ماہِ محرم ۲۹۵ھ: میں حضرت ابو جعفر محمد بن احمد بن نصر الترمذی الشافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ اپنے زمانے میں عراق میں شافعی مسلک کے شیخ شمار ہوتے تھے، ۲۰۱ھ میں ولادت ہوئی، یحییٰ بن بکیر، یوسف بن عدی، اسحاق بن ابراہیم الضبی، ابراہیم بن منذر الحزامی، اور عبید اللہ القواریری رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، احمد بن کامل، ابنِ قانع، ابوبکر بن خلاد اور ابو القاسم الطبرانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۵۴۷)

□......ماہِ محرم ۲۹۶ھ: میں حضرت ابو عبد اللہ محمد بن نصر المروزی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابو عبد اللہ المروزی کے نام سے مشہور تھے، یحییٰ بن یحییٰ، اسحاق بن راہویہ، صدقہ بن فضل، شیبان بن فروخ اور سعید بن عمر الاشعثی رحمہم اللہ سمیت بہت سے اکابرین آپ کے

اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں، ابوالعباس السراج، ابوحامد بن الشرقی، ابوعبداللہ بن الاخرم، ابوالنضر محمد بن محمد اور محمد بن اسحاق السمر قندی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ خراسان کے امام شمار ہوتے تھے، حضرت ابوبکر الصبغی فرماتے ہیں کہ: ’’محمد بن نصر امام ہیں، میں نے ان سے اچھی نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا، مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک مرتبہ نماز کے دوران ایک بچھو نے ان کے ماتھے پر ڈنگ مارا اور خون ان کے چہرے پر گر رہا تھا لیکن انہوں نے کوئی حرکت نہیں کی‘‘ سمرقند میں وفات ہوئی (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۶۵۳)

□......ماہِ محرم ۲۹۷ھ: میں حضرت ابوعبدالرحمٰن احمد بن حماد بن سفیان القرشی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی آپ ’’مصیصہ‘‘ مقام کے قاضی تھے، خراش بن محمد بن خراش، ہارون بن سعید الایلی، عقبہ بن مکرم، اسحاق بن موسیٰ اور ابوکریب الہمدانی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوبکر محمد بن حسن بن زیاد النقاش، ابوعمر بن السماک، عبدالباقی بن قانع اور ابوعبداللہ محمد بن نصر المصیصی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب لابن العدیم ج ا ص ۲۱۶، تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۲۳۱)

چوتھی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......ماہِ محرم ۳۰۰ھ: میں حضرت ابوعمران موسیٰ بن فضل بن الفرخان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ آپ بغداد سے مصر تشریف لائے، بڑے فاضل، ادیب اور صاحبِ فہم وفراست تھے، اہلِ مصر کے اونچے طبقہ کے لوگوں کے ہم نوالہ وہم پیالہ تھے، حدیث کی روایت سے رک گئے تھے، تاریخِ بغداد میں ابوسعید بن یونس کے متعلق منقول ہے کہ وہ عفان بن مسلم کی سند سے اور بعض دیگر اسناد سے ان کا صاحبِ روایت ہونا نقل کرتے ہیں، اور خود بھی بعض حکایات کی ان سے سماعت کرنے کی انہوں نے خبر دی ہے، مصر میں آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۳ ص ۵۵)

□......ماہِ محرم ۳۰۱ھ: میں شیخ الوقت حضرت قاضی ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [1]

آپ کی ولادت ۲۰۷ھ میں ہوئی، شیبان بن فروخ، محمد بن ابوبکر المقدمی، ہدبۃ بن خالد، قتیبۃ بن سعید، ابومصعب الزہری، اسحاق بن راہویہ، ابوجعفر نفیلی، سلیمان بن بنت شرحبیل، محمد بن عائذ، ہشام بن عمار، صفوان بن صالح، ابوبکر بن ابی شیبۃ، ابراہیم بن الحجاج السامی، علی بن المدینی، عبدالاعلیٰ بن حماد، عثمان بن ابی شیبۃ، ابوقدامۃ السرخسی، یزید بن موہب الرملی، ہدیۃ بن عبدالوہاب المروزی، اسحاق بن موسیٰ الخطمی، محمد بن عثمان بن خالد العثمانی، عمرو بن علی الفلاس، عبداللہ بن جعفر البرمکی، ہیثم بن ایوب الطالقانی، ابوکامل الجحدری، احمد بن عیسیٰ التستری، محمد بن عبید بن حساب، عبیداللہ بن معاذ، ابوکریب محمد بن العلاء، تمیم بن المنتصر، ابو الاصبغ عبدالعزیز بن یحییٰ، منجاب بن الحارث اور محمد بن مصفی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، اخذِ حدیث کے لئے مشرق ومغرب میں گھومے پھرے، صاحبِ فہم ومعرفت تھے، بڑے بڑے ائمہ، مشاہیر سے ملاقات وروایت کی ہے، ابوبکر النجاد، ابو بکر الشافعی، ابوعلی بن الصواف، ابو القاسم الطبرانی، ابو الطاہر الذہلی، ابو بکر القطیعی، ابواحمد بن عدی، ابو بکر الاسماعیلی، ابو بکر الجعابی، ابو القاسم علی بن ابو العقب، ابوعلی بن ہارون، ابوحفص عمر بن الزیات، ابوبکر الآجری، عبدالباقی بن قانع، ابوالحسین محمد بن عبداللہ اور حسن بن عبدالرحمٰن الرامہرمزی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، فریابی نے آپ کو ثقہ اور معتمد قرار دیا ہے، ابوولید باجی نے آپ کو ثقہ، متقن قرار دیا ہے، آپ کئی مفید کتابوں کے مصنف ہیں، ۹۴ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۱۰۰، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۵۹)

---

[1] قال الخطيب: جعفر الفريابی قاضی الدينور كان ثقة حجة، من أوعية العلم، ومن أهل المعرفة والفهم، طوف شرقا وغربا، ولقی الاعلام. قال أحمد بن كامل: كان الفريابی مأمونا موثوقا به. وقال القاضی أبو الوليد الباجی: جعفر الفريابی ثقة متقن.

□......ماہِ محرم ۳۱۶ھ: میں حضرت ابوعوانۃ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن یزید نیشاپوری اسفراینی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

حدیث میں آپ کی کتاب ''مسند ابوعوانہ'' کے نام سے موجود ہے، آپ نے طلبِ علم کے لئے حرمین، شام، مصر، یمن، ثغور، عراق، جزیرۃ، خراسان، فارس اور اصبہان سمیت کئی علاقوں کے اسفار کئے، یونس بن عبدالاعلی، علی بن حرب الطائی، محمد بن یحییٰ الذہلی، احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب، شعیب بن حرب الضبعی، زکریا بن یحییٰ بن اسد المروزی، سعد بن مسعود المروزی، سعدان بن نصر، عمر بن شبۃ، عیسی بن احمد البلخی، علی بن اشکاب، عبدالسلام بن ابوفروۃ النصیبی، عطیۃ بن بقیۃ بن الولید، ابوثور عمرو بن سعد بن عمرو الشعبانی، محمد بن سلیمان بن بنت مطر، ابوزرعۃ الرازی، ابوجعفر بن المنادی، محمد بن عقیل نیشاپوری اور محمد بن اسماعیل الاحمسی رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، احمد بن علی الرازی الحافظ، ابوعلی النیسابوری الحافظ، یحییٰ بن منصور، سلیمان بن احمد الطبرانی، ابواحمد بن عدی، ابوبکر الاسماعیلی، ابومصعب محمد بن ابوعوانۃ اور ابواحمد محمد بن احمد الغطریفی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۴۱۹)

□......ماہِ محرم ۳۱۸ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن احمد بن عتاب العبدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

احمد بن منصور الرمادی رحمہ اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابنِ حیویہ، اور ابنِ شاہین رحمہما اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابنِ جوزی نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے (المنتظم لابن الجوزی ج ۴ ص ۱۲۶)

□......ماہِ محرم ۳۲۳ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن حماد بن اسحاق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [1]

حماد، محمد بن یحییٰ الخیشی، عباس بن مزید، زید بن اخرم، رمادی، جعفر الفریابی، ابوالطاہر، ابو

---

[1] وکان ثقة صدوقاً فاضلاً.

قلابۃ، ابوابراہیم الزہری، ابنِ منیع آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوبکر الابہری، ابن الجہم، ابوالحسن الدارقطنی، ابوحفص بن شاہین آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، فاضل، ثقہ اور صدوق تھے، ۸۲ سال سے زیادہ عمر پائی، اور اپنے چچا اسماعیل کی قبر کے قریب دفن ہوئے۔ (الدیباج المذہب فی معرفۃ أعیان علماء المذہب لابن فرحون ج ۱ ص ۴۳)

□...... ماہِ محرم ۳۰۹ھ: میں حضرت حافظ ابو محمد عبدالرحمٰن بن عبدالمؤمن بن خالد الازدی مہلبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ ۱

آپ نے طلبِ علم جرجان کے علاقے سے کیا، ابنِ عدی، اسماعیلی رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ جرجان کے بڑے اور نیک علماء میں شمار ہوتے تھے، ابنِ ماکولا نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۳)

□...... ماہِ محرم ۳۲۷ھ: میں حضرت شیخ الاسلام ابو محمد عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن المنذر التمیمی الحنظلی الرازی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابنِ ابی حاتم کے نام سے مشہور تھے، اور اسماء الرجال کے بہت بڑے عالم اور حدیث پر بڑی گہری نظر رکھنے والی شخصیت تھے، آپ نے والد کے ساتھ کئی علاقوں کے سفر کر کے بڑے بڑے حضرات سے استفادہ کیا۔ خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے والد اور ابوزرعہ سے علم حاصل کیا، آپ علم کا سمندر تھے، اور آپ کا شمار ابدال میں ہوتا تھا، جرح وتعدیل، تفسیر اور جہمیہ کی تردید میں بھی آپ کی خدمات ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی رونق، شادابی اور نورانیت عطا فرمائی تھی کہ دیکھنے والا متاثر و مسرور ہوتا (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۸)

□...... ماہِ محرم ۳۳۶ھ: میں حضرت ابوالحسین احمد بن جعفر بن محمد بن عبیداللہ بن المنادی البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ ۲

---

۱ قال ابن ماکولا: ثقة یعرف الحدیث .

۲ وکان صلب الدین شرس الأخلاق ثقة من کبار القراء صنف شیئاً.
قال الخطیب: کان صلب الدین شرس الاخلاق روی الیسیر، قال: وصنف وجمع.
قال الذہبی: کان ثقة من کبار القراء .

آپ کئی مفید کتابوں کے مصنف تھے، محمد بن عبید اللہ، محمد بن عبد الملک الدقیقی، ابو بکر محمد بن اسحاق الصغانی اور ابو داؤد السجستانی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابو عمر بن حیویہ، احمد بن نصر الشذائی، احمد بن عبدالرحمٰن اور محمد بن فارس الغوری رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ۷۹ سال کی عمر میں انتقال ہوا، دینداری میں خوب مضبوط ومتصلب تھے، اور کھرے اخلاق کے مالک تھے، کچھ تصنیفی کام بھی کیا، ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کی توثیق کی ہے، اور آپ کو کبار قراء میں سے قرار دیا ہے (تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۸۵۰، طبقات الحفاظ ج ا ص ۶۹)

□......ماہِ محرم ۳۵۱ھ: میں حضرت ابو بکر احمد بن محمد السری بن یحییٰ بن السری بن ابن ابی دارم کوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ ۱؎

آپ کوفہ کے محدث کے لقب سے مشہور تھے، ابراہیم بن عبداللہ العبسی القصار، احمد بن موسی الحمار، موسیٰ بن ہارون، محمد بن عبداللہ مطینا اور محمد بن عثمان بن ابی شیبہ رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، امام حاکم، ابو بکر بن مردویہ، یحییٰ بن ابراہیم المزکی، ابوالحسن بن الحمامی اور قاضی ابو بکر الحیری رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۵۷۸، تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۸۸۴)

□......ماہِ محرم ۳۵۳ھ: میں حضرت ابو علی سعید بن عثمان بن سعید بن سکن مصری بزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابن السکن کے نام سے مشہور تھے، آپ اصلاً بغداد کے باشندے تھے، لیکن مصر میں رہتے تھے، آپ کی ولادت ۲۹۴ھ میں ہوئی، بغداد میں ابو القاسم بغوی، ابنِ ابی داؤد، اور ان کے طبقے سے، حران میں حافظ ابو عروبہ اور ان کے طبقے سے، اور دمشق میں عمیر بن جوصا، اور

۱؎ قال الذهبی: كان موصوفا بالحفظ والمعرفة إلا أنه يترفض، قد ألف فی الحط علی بعض الصحابة، وهو مع ذلك ليس بثقة فی النقل. وقال ايضاً: شيخ ضال معثر. قال الحاكم: هو رافضی، غير ثقة. قال الذهبی فی تذكرة الحفاظ: جمع فی الحط علی الصحابة، وكان يترفض، وقد اتهم فی الحديث...... كان موصوفا بالحفظ، له ترجمة سيئة فی الميزان ذكرنا فيها ما حدث به من الافك المبين لا رعاه الله.

سعید بن عبدالعزیز حلبی اوران کے ہم عصروں سے حدیث کی سماعت کی، آپ نے خراسان میں صحیح بخاری کی سماعت محمد بن یوسف فربری سے کی، اور مصر میں صحیح بخاری سب سے پہلے آپ ہی لے کر آئے، ابوسلیمان بن ابوعبداللہ بن مندۃ، عبدالغنی الازدی، علی بن محمد الدقاق، عبدالرحمٰن بن عمر بن النحاس، عبداللہ بن محمد بن اسد القرطبی، ابوجعفر بن عون اللہ اور قاضی ابو عبداللہ محمد بن احمد بن مفرج رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۱۱۸، طبقات الحفاظ ج۱ ص۷۵، تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۹۳۸)

☐......ماہِ محرم ۳۵۳ھ: میں حضرت ابوالفتح محمد بن ابی الطیب احمد بن ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بغوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ اپنے دادا عبداللہ بن محمد بغوی سے حدیث کی مشہور کتاب المعجم الکبیر للطبرانی روایت کرتے ہیں، ابوالحسن بن رزقویہ رحمہ اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تاریخِ بغداد ج۱ ص۳۱۲)

☐......ماہِ محرم ۳۵۷ھ: میں حضرت ابواسحٰق محمد بن احمد بن عبدالمومن اسکافی قراریطی کی وفات ہوئی۔

آپ قراریطی کے لقب سے مشہور تھے، اور محمد بن رائق کے کاتب تھے، چھیتر سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۱۱۲)

☐......ماہِ محرم ۳۵۸ھ: میں حضرت حسن احمد بن محمد بن احمد مؤدب رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی آپ زعفرانی کی نسبت سے مشہور تھے، کہا جاتا ہے کہ احمد بن احمد بن محمد بن عبدوس بن کامل سراج آپ کے دادا ہیں، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابوبکر بن مالک قطیعی، ابومحمد بن ماسی، ابواحمد حسین بن علی نیشاپوری، محمد بن زرعان انماطی، محمد بن اسماعیل وراق، حسین بن عمر ضراب، ابوحفص بن زیات، قاضی جراحی، ابوبکر ابہری، ابوالقاسم دارکی اور ابوحفص بن شاہین رحمہ اللہ، آپ کی وفات صفر ۴۴۷ھ میں ہوئی اور شونیزی مقبرہ میں دفن ہوئے (تاریخِ بغداد ج۴ ص۳۸۰)

□......ماہِ محرم ۳۵۸ھ: میں حضرت ابوالحسن ثوابۃ بن احمد بن عیسیٰ بن ثوابۃ بن مہران بن عبداللہ موصلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [1]

آپ بغداد میں رہتے تھے، ابویعلیٰ احمد بن علی بن المثنی، احمد بن حسین جرادی، عبداللہ بن ابی سفیان مواصلۃ، محمد بن اسماعیل بن نباتۃ فارقی، احمد بن محمد بن بکر بالسی اور ابوعبیدۃ احمد بن عبداللہ بن احمد بن ذکوان دمشقی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوالحسن دارقطنی، ابوالحسن بن رزقویہ اور طلحہ بن علی بن صقر الکتانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تاریخِ بغداد ج ۷ ص ۱۴۹)

□......ماہِ محرم ۳۵۹ھ: میں حضرت ابوبشر محمد بن ابی السکری عمر بن محمد بن ابراہیم بن غیاث رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

ابوالحسن بن لؤلؤ، محمد بن مظفر ابوعبیداللہ المرزبانی اور ابنِ شاہین رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، آپ کی وفات ۲۸ جمادی الاولیٰ ۴۳۸ھ بروز پیر کو ہوئی، آپ نہر بزازین کے پاس رہتے تھے، اور باب الشام کے مقبرہ میں مدفون ہوئے (تاریخِ بغداد ج ۳ ص ۴۰)

□......ماہِ محرم ۳۶۰ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن حسین بن عبداللہ بغدادی آجری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [2]

آپ کئی کتب کے مصنف ہیں، جن میں سے چند ایک کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

"الشریعۃ فی السنۃ" "الرؤیۃ" "الغرباء" "الاربعین" "الثمانین" "آداب العلماء" "مسألۃ الطائفین" "التہجد"

ابومسلم الکجی (یہ آپ سے عمر میں بڑے ہیں) محمد بن یحییٰ مروزی، ابوشعیب الحرانی، احمد بن یحییٰ حلوانی، حسن بن علی بن علویہ قطان، جعفر بن محمد فریابی، موسیٰ بن ہارون، خلف بن عمرو عکبری، عبداللہ بن ناجیہ، محمد بن صالح عکبری، جعفر بن احمد بن عاصم دمشقی، عبداللہ بن

---

[1] قال الخطیب: وکان صدوقا.

[2] قال الذھبی: وکان صدوقا، خیرا، عابدا، صاحب سنۃ واتباع.
وقال الخطیب: کان دینا ثقۃ، لہ تصانیف.

عباس طیالسی، حامد بن شعیب بلخی، احمد بن سہل بن اشانی مقری اوراحمد بن موسیٰ بن زنجویہ قطان رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، عبد الرحمٰن بن عمر بن نحاس، ابوالحسن بن بشران، ابو القاسم بن بشران، ابوالحسن حمامی اورابونعیم رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، ۸۰ سال کی عمر میں مکہ مکرمہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۱۳۵، تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۹۳۶، تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۲۴۳)

□......ماہِ محرم ۳۶۰ھ: میں حضرت ابوعلی عیسیٰ بن محمد بن احمد بن عمر بن عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج طوماری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ طوماری کی نسبت سے مشہور تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابو الحارث بن اسامہ، حسین بن فہم، بشر بن موسیٰ، محمد بن احمد بن البراء، جعفر بن ابی عثمان طیالسی، ابراہیم حربی، محمد بن یونس کدیمی، مطین کوفی اورعبداللہ بن محمد بن ناجیہ رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابو الحسن بن رزقویہ، علی بن عبد اللہ ہاشمی، علی بن احمد رزاز، ابو علی بن شاذان، ابوعبداللہ خالع، محمد بن جعفر بن علان، احمد بن محمد بن ابی جعفر اخرم اورابونعیم اصبہانی رحمہم اللہ، ۱۰محرم ۳۶۲ھ کو آپ کی وفات ہوئی ''عند البعض مات فی صفر'' (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۱۷۶)

□......ماہِ محرم ۳۶۰ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن عمر بن حسن حربی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ ابن القزوینی کے لقب سے مشہور تھے، ابوحفص بن زیات، ابوالعباس بن مکرم، قاضی جراحی، ابوعمر بن حیویہ، محمد بن زید بن مروان اورابوبکر بن شاذان رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سمعت کی، خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

وَكَانَ أَحَدُ الزُّهَّادِ الْمَذْكُوْرِيْنَ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ يَقْرَأُ وَيَرْوِى الْحَدِيْثَ وَلَا يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ اِلَّا لِلصَّلَاةِ وَكَانَ وَافِرَ الْعَقْلِ صَحِيْحُ الرَّأْيِ .

آپ عابد وزاہد تھے، آپ احادیث کا درس دیتے اور روایت کرتے تھے، اور گھر سے نماز کے علاوہ کسی مقصد کے لئے نہیں نکلتے تھے، کامل العقل اور صائب الرائے تھے۔

آپ کی ولادت ہفتہ کے دن ہوئی، اور وفات اتوار کے دن ۴۴۲ھ میں ہوئی، آپ کے جنازہ میں لوگوں کی بہت بڑی تعداد شریک ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۲ ص ۴۳)

□...... ماہِ محرم ۳۶۳ھ: میں حضرت ابوبکر عمر بن عبداللہ بن محمد بن ہارون بزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا

آپ بغداد میں رہتے تھے، محمد بن منیر بن صغیر اور محمد بن محمد الباغندی رحمہما اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۲۵۲)

□...... ماہِ محرم ۳۶۴ھ: میں حضرت ابوالحسین احمد بن علی بن حسین بن محمد بن موسیٰ رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ [1]

آپ ابن التوزی کے لقب سے مشہور تھے، ابوالحسن بن لؤلؤ وراق، محمد بن مظفر، ابوبکر بن شاذان، ابوالفضل زہری، وموسیٰ بن جعفر بن عرفہ وابوحفص بن شاہین، یوسف بن عمر قواس اور معافی بن زکریا رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، آپ کی وفات بدھ کی رات ۱۶ ربیع الاول ۴۴۲ھ میں ہوئی، اور بدھ کی صبح خیزران کے مقبرہ میں دفن ہوئے (تاریخِ بغداد ج ۴ ص ۳۲۴)

□...... ماہِ محرم ۳۶۴ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن عبدۃ بن قطن بن ابراہیم تمیمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کا تعلق نیشاپور سے تھا، اور سلیتی کی نسبت سے مشہور تھے، بعد میں آپ بغداد منتقل ہوگئے تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: محمد بن ابراہیم بوسنجی، جعفر بن محمد ترک،

---

[1] قال الخطیب: کان صدوقا کثیر الکتاب مدیما لحضور المجالس والسماع معنا ومسکنه فی درب سلیم بالجانب الشرقی.

ابراہیم بن علی ذہلی ورموسیٰ بن عباس جوینی رحمہم اللہ، منگل کے دن ۲۳ محرم الحرام کو آپ کی وفات ہوئی، اوراسی دن آپ کی تدفین ہوئی، وفات کے وقت آپ کی عمر ۹۲ سال تھی (تاریخِ بغداد ج۵ ص ۴۵۹)

□...... ماہِ محرم ۳۶۶ھ: میں حضرت ابوحفص محمد بن علی بن فتح بن محمد بن علی ابوطالب حربی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ [1]

آپ ابن العشاری کے لقب سے معروف تھے، علی بن عمر سکری، ابوحفص بن شاہین، ابوالحسن دارقطنی، یوسف بن عمر القواس اور ابوالہیثم بن حبابہ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں، منگل کے دن ۲۳ جمادی الاولیٰ ۴۵۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۳ ص ۱۰۷)

□...... ماہِ محرم ۳۶۶ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن بویہ دیلمی کی وفات ہوئی۔

آپ اصبہان کے امیر تھے، اور آپ کا لقب رکن الدولہ تھا، قولنج کے مقام پر ۸۰ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۲۰۳)

□...... ماہِ محرم ۳۶۷ھ: میں حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن منصور عتیقی رویانی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ [2]

آپ کی ولادت بغداد میں ہوئی، علی بن محمد بن احمد بن کیسان نحوی، اسحاق بن سعد نسوی، علی بن محمد بن سعید رزاز، حسین بن محمد بن عبید دقاق، ابراہیم بن احمد بن جعفر خرقی، عبدالعزیز بن جعفر خرقی، ابوحفص الزیات، ابوالعباس عبداللہ بن موسیٰ ہاشمی، ابوالقاسم دارکی، ابوبکر ابہری، محمد بن مظفر، ابوحفص بن شاہین، اور ابوعمر بن حیویہ رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، آپ کی وفات ۲۱ صفر منگل کے دن ۴۴۱ھ میں ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۳۷۹)

□...... ماہِ محرم ۳۶۷ھ: میں حضرت ابوعمر عثمان بن احمد بن سمعان رزاز رحمہ اللہ کا

---

[1] قال الخطيب: وكان ثقة دينا صالحا.

[2] قال الخطيب: كتبت عنه وكان صدوقا ......سمعت أبا القاسم الأزهري ذكر أبا الحسن العتيقي فأثنى عليه خيرا ووثقه.

انتقال ہوا۔ [1]

حسن بن علویہ قطان، احمد بن فرح مقریٔ، حسن بن طیب شجاعی، ہیثم بن خلف دوری، علی بن اسحاق بن زاطیا، محمد بن ابراہیم بن ابوالرجال صلحی اور یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن بہلول رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ۱۲محرم جمعرات کے دن آپ کی وفات ہوئی۔

(تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۰۶)

□......ماہِ محرم ۳۶۷ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن علی بن جعفر بن محمد بن جابر عطار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [2]

محمد بن ابراہیم دیبلی، احمد بن محمد بن حسن بن سفیان، محمد بن نوح جندیسابوری اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ہارون انباری رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام دارقطنی رحمہ اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ہفتہ کی رات آپ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج ۳ص ۸۷)

□......ماہِ محرم ۳۶۹ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن حسین بن احمد بن مؤمل بن ابان بن تمام بن خرزادصیرفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [3]

آپ ابوعبید محمد بن احمد بن مؤمل رحمہ اللہ کے بھتیجے ہیں، محمد بن یحییٰ مروزی، یوسف بن یعقوب قاضی، عبداللہ بن محمد بن ناجیۃ اور جعفر الفریابی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوسعد مالینی رحمہ اللہ اور بہت سے حضرات آپ کے شاگرد ہیں(تاریخِ بغداد ج ۴ص ۱۰۶)

□......ماہِ محرم ۳۶۹ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [4]

---

[1] قال الخطیب: وکان ثقة ستیرا کثیر الکتب جمیل المذهب والأثر .

[2] قال الخطیب: کان صالح الأمر ان شاء الله.

[3] قال الخطیب عن أبی الحسن بن الفرات انه ذکره فقال کان مذموما فی الروایة علی ما بلغنی ولم اکتب عنه شیئا .وقال ایضاً: کان فیه نظر .

[4] قال الذهبی:الامام الحافظ الصادق.قال ابن مردویه :ثقة مأمون، صنف التفسیر والکتب الکثیرة فی الاحکام وغیر ذلک.وقال أبو بکر الخطیب :کان أبو الشیخ حافظا، ثبتا، متقنا.وقال أبو القاسم السوذرجانی :هو أحد عباد الله الصالحین، ثقة مأمون .وقال أبو نعیم: وکان ثقة(سیراعلام النبلاء، حواله بالا)وقال السیوطی:أحد الأعلام صالحاً خیراً قانتاً صدوقاً مأموناً ثقة متقناً صنف التفسیر(طبقات الحفاظ، حواله بالا)

آپ ابوالشیخ کے نام سے مشہور تھے، آپ اصبہان کے محدث کے لقب سے مشہور تھے، آپ کی ولادت ۲۷۴ھ میں ہوئی، بچپن ہی سے آپ طلبِ حدیث کے لئے نکل پڑے تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: محمود بن فرج زاہد (یہ آپ کے دادا ہیں) ابراہیم بن سعدان، محمد بن عبداللہ بن حسن بن حفص ہمدانی، محمد بن اسد مدنی، عبداللہ بن محمد بن زکریا، ابوبکر بن ابی عاصم، احمد بن محمد بن علی خزاعی، ابراہیم بن رستہ، ابوبکر احمد بن عمرو بزار، اسحاق بن اسماعیل الرملی اور محمد بن یحییٰ مروزی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابنِ مندۃ، ابنِ مردویہ، ابوسعد مالینی، ابوسعید نقاش، ابوبکر احمد بن عبدالرحمٰن شیرازی، سفیان بن حسنکویہ، حافظ ابونعیم ،محمد بن علی بن سمویہ، فضل بن محمد قاشانی، ابوبکر محمد بن عبداللہ بن حسین صالحانی، ابوبکر محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن صفار، ابوالحسین محمد بن احمد کسائی اور محمد بن علی بن محمد بن سیبویہ مؤدب رحمہم اللہ۔

آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

"السنۃ" "العظمۃ" "السنن (کئی جلدوں میں)" "الاذان" "الفرائض" "ثواب الاعمال"

حضرت حافظ یوسف بن خلیل فرماتے ہیں کہ:

میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں گویا کہ کوفہ کی مسجد میں داخل ہوا، وہاں میں نے ایک لمبے قد کے خوبصورت شخص کو دیکھا، ایسا خوبصورت شخص میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا، مجھے کہا گیا کہ یہ ابومحمد بن حیان ہیں، میں ان کے قریب گیا، اوران سے عرض کیا کہ کیا آپ کی وفات نہیں ہوگئی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں! میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو انہوں نے جواب میں سورۃ زمر کی آیت پڑھی (جس کا ترجمہ یہ ہے) اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے وعدہ کو ہم سے سچا کردیا اور ہم کو اس زمین کا وارث بنادیا۔ میں

نے عرض کیا کہ میں یوسف ہوں، اور میں آپ کے پاس آپ کی احادیث کی سماعت اور آپ کی کتب کے حصول کے لئے آیا ہوں، انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے سلامت رکھے، اور تمہاری موافقت کرے (وفقک اللہ) پھر میں نے ان سے مصافحہ کیا، تو میں نے ان کی ہتھیلی سے زیادہ نرم کسی چیز کو نہیں پایا، میں نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا، اور اپنی آنکھوں پر رکھا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱٦ ص ۲۷۹، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۷٦، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۴۷)

☐...... ماہِ محرم ۳٦۹ ھ: میں حضرت ابوطالب محمد بن عبیداللہ بن احمد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن بیان رزاز رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

حسین بن احمد بن فہد موصلی، علی بن عمر سکری اور احمد بن عبداللہ بن حلس دوری رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کی وفات ذی الحجہ ۴۴۸ھ میں ہوئی، آپ کرخ کے مقام میں رہتے تھے (تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۳۳۹)

☐...... ماہِ محرم ۳۷۰ ھ: میں حضرت ابوالحسین احمد بن سعید بن سعد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مکہ کے راستے میں مدینہ منورہ کے قریب فوت ہوئے، اور یہیں مدفون ہیں (تاریخِ بغداد ج ۴ ص ۱۷۲)

☐...... ماہِ محرم ۳۷۵ ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن محمد بن فارس بن سہل بزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [1]

عبداللہ بن اسحاق مدائنی، محمد بن محمد باغندی، عبداللہ بن محمد بغوی، احمد بن محمد بن ہیثم دوری، یحییٰ بن محمد بن صاعد اور ابوبکر بن ابوداؤد رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، اور ابوالفتح محمد بن احمد بن ابی الفوارس اور حسن بن علی الجوہری رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، بدھ کے دن آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۵ ص ۸۲)

☐...... ماہِ محرم ۳۷٦ ھ: میں حضرت ابونصر احمد بن محمد بن ابراہیم بن حازم مؤذن رحمہ اللہ کا

[1] قال الخطیب: وکان صدوقا.

انتقال ہوا۔

آپ حازمی کے لقب سے مشہور تھے، اسحاق بن احمد بن خلف ازدی، عبداللہ بن محمد بن یعقوب حارثی، عبدالرحمٰن بن محمد بن حریث البخاریین اور ہیثم بن کلیب الشاشی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کی ولادت ماوراء النہر کے مشہور علاقہ بخارٰیؔ میں ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۴ ص ۳۸۷)

□......ماہِ محرم ۳۷۷ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن احمد بن نصیر بن عرفہ بن لؤلؤ بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [1]

آپ کی ولادت ۲۸۱ھ میں ہوئی، حمزہ بن محمد کاتب، ابراہیم بن شریک، فریابی، عبداللہ بن ناجیہ، ابراہیم بن ہاشم بغوی، زکریا بن یحییٰ ساجی اور محمد بن مجدر رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، برقانی، ابومحمد بن خلال، احمد بن محمد عتیقی، ابوالقاسم تنوخی اور ابومحمد جوہری رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۳۲۷)

□......ماہِ محرم ۳۷۷ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبدالواحد بن علی بن محمد بن احمد بن خشیش وراق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۲۸۱ھ میں ہوئی ،امام بغوی اور ابن صاعد رحمہما اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۹)

□......ماہِ محرم ۳۷۷ھ: میں حضرت ابوالفرج عبداللہ بن عمر بن احمد بن محمد بن حفص بن موسیٰ مقری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

علی بن فضل بن طاہر بلخی، قاضی محاملی اور محمد بن جعفر مطیری رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں۔

---

[1] قال الذهبی: ابن لؤلؤ الامام المحدث المسند. قال البرقانی: كان ابن لؤلؤ يأخذ على التحديث دانقين. قال: وكانت حاله حسنة من الدنيا، وهو صدوق غير أنه رديء الكتاب -أی: سیء النقل-، وقد صحف غير مرة: عن عتی، عن أبی، فقال: عن عن عن (أبی). قال عبيد الله الازهری: ابن لؤلؤ ثقة. وقال العتيقی: كان أكثر كتبه بخطه، وكان لا يفهم الحديث، وإنما يحمل أمره على الصدق.

آپ سے مروی احادیث میں یہ مشہور حدیث بھی ہے:

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! کون سا اسلام افضل ہے؟ (یعنی دینداری میں کون بڑھا ہوا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے ہاتھ پاؤں سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں (تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۲۳)

□...... ماہِ محرم ۳۷۸ھ: میں حضرت ابوالحسن احمد بن یوسف ازرق بن یعقوب بن اسحاق بن بہلول بن حسان تنوخی انباری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: عمر بن اسماعیل بن ابی غیلان ثقفی، محمد بن جریر طبری، عبد اللہ بن اسحاق مدائنی، اسحاق بن بنان بن معن انماطی، محمد بن محمد باغندی، احمد بن عبداللہ بن سابور دقاق، احمد بن محمد بن ابی العجوز، ابوصخرۃ کاتب، احمد بن عیسیٰ بن سکین بلدی اور ابولیث فرائضی رحمہم اللہ، آپ کی ولادت ۲۹۷ھ میں ہوئی، جمعہ کے دن ۲۰ محرم کو آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۵ ص ۲۲۱)

□...... ماہِ محرم ۳۷۹ھ: میں حضرت ابوجعفر محمد بن احمد بن عباس سلمی بغدادی جوہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [1]

آپ حضرت ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، حدیث کی سماعت محمد بن محمد باغندی، ابوالقاسم بغوی اور حسن بن محمی رحمہم اللہ سے کی، ابوعلی بن شاذان، عبیداللہ ازہری اور علی بن محسن تنوخی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۴۱۶)

□...... ماہِ محرم ۳۷۹ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن جعفر بن عباس نجار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [2]

---

[1] قال الذهبی: وثقه الازهری، وقال: کان أحد المتکلمین علی مذهب أبی الحسن، ومنه تعلم ابن شاذان علم الکلام. وقال ایضاً: حدث من حفظه بحدیث باطل کأنه أخطأ فیه، سقته فی "التاریخ الکبیر"

[2] قال الحسن بن محمد الخلال: کان ثقة فهما یحفظ القران حفظا حسنا.

آپ کا لقب غندر تھا، محمد بن ہارون المجد، ابو حامد حضرمی، یحییٰ بن محمد بن صاعد، ابو بکر نیشا پوری اور یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن بہلول رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، حسن بن محمد خلال رحمہ اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تاریخِ بغداد ج۲ ص۱۵۷)

□......ماہِ محرم ۳۷۹ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن سری ہمدانی وراق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا

محمد بن نصر صائغ، محمد بن محمد باغندی رحمہا اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں (تاریخِ بغداد ج۱۲ ص۹۰)

□......ماہِ محرم ۳۸۰ھ: میں حضرت ابویعلیٰ محمد بن حسین بن محمد بن خلف بن احمد رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ ابن الفراء کے نام سے معروف تھے، آپ حضرت ابوخازم رحمہ اللہ کے بھائی تھے، آپ فقہ حنبلی کے مشہور فقیہ ہیں، اور فقہ حنبلی میں آپ کی کئی کتب ہیں، اور کئی سال تک آپ فقہ حنبلی کے مفتی رہے، ابوالقاسم بن حبابہ، عبداللہ بن احمد بن مالک بیع، علی بن معروف بزاز، علی بن عمر حربی، عیسیٰ بن علی بن عیسیٰ وزیر اور اسماعیل بن سعید بن سوید رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، اتوار کی رات ۴۵۸ھ کو آپ کی وفات ہوئی، اور باب حرب کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

(تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۲۵۶)

□......ماہِ محرم ۳۸۲ھ: میں حضرت ابو محمد عبداللہ بن عثمان بن محمد بن علی بن بیان صفار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [1]

آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابراہیم بن عبدالصمد ہاشمی، محمد بن نوح، احمد بن محمد بن اسماعیل ادمی مقری، اسماعیل بن عباس وراق، حسین بن اسماعیل محاملی، محمد بن مخلد عطار اور عبداللہ بن ہیثم بن خالد عسکری رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ازہری، خلال، احمد

[1] قال الخطیب: کان ثقة.

بن محمد عتیقی، علی بن محمد بن حسن مالکی اور ابوالقاسم تنوخی رحمہم اللہ (تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۴۰)

□...... ماہِ محرم ۳۸۳ ھ: میں حضرت ابوالفضل نصر بن ابی نصر محمد بن احمد بن یعقوب طوسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [1]

آپ کی ولادت ۳۱۰ھ میں ہوئی، ابو محمد بن شرقی، ابو حامد بن بلال، ابو عبداللہ محاملی، ابنِ مخلد عطار، ابنِ عقدۃ، محمد بن حسین قطان اور ابن الاعرابی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، حاکم، سلمی، ابونعیم اور ابوسعد کنجروذی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ نے بغداد میں حضرت ابوبکر شبلی رحمہ اللہ کی بھی صحبت اٹھائی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۷، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۱، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۱۷)

□...... ماہِ محرم ۳۸۳ ھ: میں حضرت ابوالحسن جابر بن یاسین بن حسن بن محمد بن احمد بن محمویہ عطار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ابوطاہر محمد بن عبدالرحمٰن مخلص اور عمر بن ابراہیم کتانی رحمہما اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تاریخِ بغداد ج ۷ ص ۲۳۹)

□...... ماہِ محرم ۳۸۴ ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن حسان بن قاسم بن فضل بن حسان بن سلیمان بن حسن رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ نے بغداد میں محمد بن عبداللہ کوفی مطین رحمہ اللہ سے حدیث کی سماعت کی، تمام بن محمد بن خطیب، ابوخازم محمد بن حسین بن فراء اور تنوخی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی

(تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۴۲۲)

□...... ماہِ محرم ۳۸۴ ھ: میں حضرت قاضی ابوعلی محسن بن علی بن محمد بن ابی الفہم تنوخی بصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

---

[1] قال الذهبی: الطوسی الامام الحافظ. قال الحاکم: هو أحد أركان الحديث بخراسان مع ما يرجع إليه من الدين والزهد والسخاء والتعصب لاهل السنة، أول رحلته كانت إلى مرو، إلى الليث بن محمد المروزی (سیر اعلام النبلاء)

آپ کی ولادت بصرہ میں ۲۲۷ھ میں ہوئی، ابوالعباس اثرم، ابوبکر صولی، ابنِ داسہ، واھب بن محمد رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، آپ کی کئی تصانیف ہیں، جن میں سے دو زیادہ مشہور ہیں''الفرج بعد الشدۃ''اور''النشوار'' ۵۷ سال کی عمر پائی، بغداد میں اتوار کی رات آپ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۵۲۵،تاریخِ بغداد ج۱۳ ص۱۵۵)

□......ماہِ محرم ۳۸۵ھ: میں حضرت ابوالحسن داؤد بن سلیمان بن داؤد بن محمد بن رباح بزاز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

محمد بن عبداللہ بن علاء کاتب، حسین بن اسماعیل محاملی، ابوعیسیٰ انماطی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوطالب عمر بن ابراہیم فقیہ، احمد بن محمد عتیقی، علی بن محسن تنوخی، محمد بن علی بن فتح حربی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، اتوار کی رات ۱۳محرم الحرام کو آپ کی وفات ہوئی۔

(تاریخِ بغداد ج۸ ص۳۸۱)

□......ماہِ محرم ۳۸۶ھ: میں حضرت ابواحمد عبداللہ بن حسین بن حسنون سامری بغدادی رحمہ للہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۵۱۶)

□......ماہِ محرم ۳۸۷ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن محمد بن حمدان عکبری حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [1]

آپ ابنِ بطہ کے نام سے مشہور تھے، اور''الابانۃ الکبریٰ'' آپ کی مشہور کتاب ہے، آپ کی ولادت ۳۰۴ھ میں ہوئی، ابوالقاسم بغوی، ابنِ صاعد، ابوذر باغندی، ابوبکر بن زیاد نیشاپوری، اسماعیل وراق، قاضی محاملی، محمد بن مخلد، ابوطالب احمد بن نصر، محمد بن احمد بن ثابت عکبری اور احمد بن عبید صفار رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کرتے ہیں، ابوالفتح بن ابی الفوارس، ابونعیم اصبہانی، عبیداللہ الازہری، عبدالعزیز ازجی، احمد بن محمد عتیقی، ابواسحاق برمکی، ابومحمد جوہری، ابوالفضل محمد بن احمد بن عیسیٰ سعدی اور علی بن احمد بن سبری رحمہم اللہ نے آپ

[1] قال الذھبی: ابن بطۃ الامام القدوۃ، العابد الفقیہ المحدث، شیخ العراق.وقال ایضا:لابن بطۃ مع فضلہ أوھام وغلط(سیر اعلام النبلاء)

سے حدیث کی سماعت کی، حضرت ابوحامد دلوی فرماتے ہیں کہ جب ابنِ بطہ سفر سے واپس ہوئے، تو چالیس سال تک اپنے گھر کو لازم پکڑا، اور کبھی بازار میں نظر نہیں آئے، اور عید کے دن کے علاوہ کبھی آپ کو کھاتے پیتے نہیں دیکھا گیا، امر بالمعروف کرنے میں سبقت کرتے تھے، اور جس منکَر کے بارے میں علم ہوتا، اس کے روکنے کی بھرپور کوشش کرتے۔ حضرت ابومحمد جوہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی حُسین سے سنا وہ فرمارہے تھے کہ میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، تو میں نے عرض کیا کہ امت میں اختلاف بہت ہوگیا ہے (تو میں کیا کروں؟) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ابنِ بطہ کی صحبت اختیار کرو، جب صبح ہوئی تو میں نے صاف کپڑے پہنے اور عکبرا مقام کی طرف گیا، تو میں نے ابنِ بطہ کو مسجد میں پایا، تو انہوں نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۵۳۰، تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۳۷۳)

□......ماہِ محرم ۳۸۷ھ: میں حضرت ابوالقاسم موسیٰ بن عیسیٰ بن عبداللہ بن طانجور رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ محمد بن محمد باغندی، ابوبکر بن ابی داؤد اور محمد بن احمد بن موسیٰ سوانیطی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ازہری، عتیقی، تنوخی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کی ولادت ۲۹۵ھ میں ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۳ ص ۶۴)

□......ماہِ محرم ۳۸۷ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن عبدالعزیز بن مردک بن احمد بن سندویہ بن مہران برذعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [1]

آپ بغداد میں رہتے تھے، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی، نصر بن منصور اردبیلی، محمد بن احمد بن یعقوب بن شیبہ، عبداللہ بن محمد بن ابوسعید بزاز رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، عتیقی، حسین بن جعفر سلماسی، عبدالعزیز بن علی ازجی، حسن بن علی جوہری اور تنوخی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، قاضی ابوعبداللہ صیمری فرماتے ہیں کہ علی بن عبدالعزیز نیک

---

[1] قال الخطیب: کان ثقة .

لوگوں میں سے تھے، اور دنیا صرف بقدرِ ضرورت استعمال کرتے تھے، اور عبادت میں مشغول رہتے تھے، بغداد کے بڑے لوگوں میں شمار ہوتے تھے، اور لوگوں سے الگ تھلگ رہتے تھے، اور مسجد کو لازم پکڑا ہوا تھا، ۱۶ محرم جمعہ کے دن آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۲ ص۳۰)

□......ماہِ محرم ۳۸۷ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن شوکر معدل رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [1]

ابوالقاسم بغوی، یحیٰ بن صاعد، احمد بن عیسیٰ بن سکین بلدی رحمہ اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، خلال، حسین بن جعفر سلماسی اور تنوخی رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں، منگل کے دن آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۲ ص ۹۳)

□......ماہِ محرم ۳۸۸ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن حسن بن احمد بن قشیش سمسار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [2]

آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں:

اسماعیل بن محمد صفار، ابوعمرو بن سماک، احمد بن سلمان نجاد اور جعفر خلدی رحمہم اللہ، یکم محرم الحرام کو آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۲ ص ۲۱۳)

□......ماہِ محرم ۳۸۸ھ: میں حضرت ابوالفتح احمد بن عثمان بن فرج بن ازہر بن ابراہیم بن قیم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابن السوادی کے نام سے معروف تھے، آپ کی ولادت ۳۲۴ھ میں ہوئی۔

(تاریخِ بغداد ج ۴ ص ۳۰۰)

□......ماہِ محرم ۳۸۸ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن منصور بن محمد بن حاتم وراق رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [3]

---

[1] قال الخطیب: کان ثقة کتب الناس عنه بانتخاب الدارقطنی ،وقال ایضاً: أخبرنا العتیقی قال أبو الحسن علی بن محمد بن شکور المعدل ثقة مأمون َ

[2] قال الخطیب: کان صدوقا من أهل القرآن وینتحل فی الفقة مذهب احمد بن حنبل .

[3] قال الخطیب: کان ثقة .

آپ نوشری کی نسبت سے مشہور تھے۔

یحییٰ بن محمد بن صاعد، احمد بن سلیمان طوسی، ابراہیم بن عبدالصمد ہاشمی، احمد بن علی بن علاء جوز جانی، حسین بن اسماعیل محاملی اور محمد بن مخلد دوری رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ازہری، عبدالعزیز بن علی ازجی، احمد بن محمد عتیقی، محمد بن ابی نصر نرسی اور ابوالقاسم تنوخی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

آپ کی ولادت ۳۰۸ھ میں ہوئی، اور سب سے پہلے ۳۱۸ھ میں ابنِ صاعد رحمہ اللہ سے سماعت کی، جمعہ کے دن ۱۲محرم کو آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۵ ص ۱۵۵)

□......ماہِ محرم ۳۹۰ھ: میں حضرت ابوالحسن ناجیہ بن محمد بن سلمان کاتب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [1]

احمد بن محمد بن ابی الرجال صلحی، ابوبکر محمد بن قاسم بن بشار انباری، قاضی ابوعبداللہ محاملی، محمد بن مخلد دوری اور عمر بن حسن اشنانی رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، محمد بن اسماعیل بن عمر بن سبنک، عبدالعزیز بن علی ازجی، احمد بن محمد عتیقی اور قاضی ابوالقاسم تنوخی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

۳/محرم جمعہ کے دن آپ کی وفات ہوئی۔

(تاریخِ بغداد ج۱۳ ص ۴۵۶)

□......ماہِ محرم ۳۹۰ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن علی بن ابی طالب بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [2]

آپ مصر میں رہتے تھے، آپ کی ولادت ۳۰۷ھ میں ہوئی، اور مصر میں آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۹ ص ۳۹۵)

□......ماہِ محرم ۳۹۱ھ: میں حضرت ابوالقاسم عیسیٰ بن علی بن عیسیٰ بن داؤد بن جراح

---

[1] قال الخطیب: کان ثقة.

[2] قال الخطیب: کان ثقة.

بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [1]

آپ کی ولادت ۳۰۲ھ میں ہوئی، بغوی، ابنِ ابی داؤد، ابنِ صاعد، ابوحامد حضرمی، بدر بن ہیثم، ابوبکر بن درید، محمد بن نوح، ابوبکر بن زیاد، ابوجعفر بن بہلول، ابوعمر محمد بن یوسف قاضی اور ابوبکر بن مجاہد رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوالقاسم ازہری، ابومحمد خلال، علی بن محسن تنوخی، عبدالواحد بن شیطا، ابوجعفر بن مسلمہ اور ابوالحسین احمد بن محمد بن نقور رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔

جمعہ کے دن آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۵۵۰، تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۱۷۹)

□......ماہِ محرم ۳۹۱ھ: میں حضرت ابوالقاسم مؤمل بن احمد بن محمد شیبانی بزاز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [2]

آپ مصر میں رہتے تھے، ابوالقاسم بغوی، ابوبکر بن ابی داؤد، یحییٰ بن صاعد، محمد بن ہارون حضرمی، ابوعمر محرر بن یوسف القاضی، اور یعقوب بن ابراہیم جراب رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، یوسف بن رباح مصری اور محمد بن مکی ازدی مصری رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں۔

آپ کی ولادت ۲۹۷ھ میں ہوئی، اور مصر میں ہفتہ کے دن آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۳ ص ۱۸۳)

□......ماہِ محرم ۳۹۲ھ: میں حضرت ابوالقاسم اسماعیل بن سعید بن اسماعیل بن محمد بن سوید معدل رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [3]

---

[1] "عند البعض مات فی ربیع الاول، وعند البعض فی ربیع الآخر.

قال الذهبی: ابن الجراح الشیخ الجلیل العالم المسند. وقال ایضا: لقد شانته هذه العلوم وما زانته، ولعله رحم بالحدیث إن شاء الله. وقال الخطیب: كان ثبت السماع، صحیح الكتاب (سیر اعلام النبلاء) قال الخطیب: كان ثبت السماع صحیح الكتاب (تاریخِ بغداد)

[2] قال الخطیب: كان ثقة.

[3] قال الخطیب: وحدثنی من سمع محمد بن أبی الفوارس ذكره فقال كان فیه تساهل فی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ابوبکرعبداللہ بن محمد بن زیاد نیشا پوری، محمد بن حسن بن درید، ابوبکر بن انباری، حسین بن قاسم کوکبی اور محمد بن مخلد دوری رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ازہری، تنوخی، احمد بن علی بن توزی، حمزہ بن محمد بن طاہر دقاق، احمد بن عبدالواحد بن محمد بن جعفر، یحییٰ بن حسن بن منذر اور ابویعلیٰ بن فراء رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تاریخ بغداد ج ۶ ص ۳۰۸)

□......ماہِ محرم ۳۹۳ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن ابی اسماعیل علی بن حسین بن حسن بن قاسم علوی حسنی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ ۱؎

آپ کی ولادت ۳۱۰ھ میں ہوئی، اسماعیل صفار، خیثمہ طرابلسی، اصم، ابن الاعرابی، ابو المیمون بن راشد، عبدان بن یزید دقاق، عبدالرحمٰن جلاب، احمد بن عبید، جعفر خلدی اور ابوالقاسم طبرانی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، محمد بن عیسیٰ، عبدالرحمٰن بن ابی اللیث صفار، محمد بن عمر بن عزیز، جعفر بن محمد ابہری اور ابوسعد کنجروذی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

ماوراء النہر کے مشہور شہر بخاریٰ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۷۸)

□......ماہِ محرم ۳۹۴ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن حسان بن محمد نیشا پوری شافعی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔ ۲؎

حضرت ابوعوانہ سے ان کی مسند ابوعوانہ کو مکمل روایت کیا، اور ابونعیم اسفرائینی سے بھی روایت

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الحديث والدين سألت حمزة بن محمد بن طاهر عن بن سويد فقال ثقة غير انه كان فيه حمق، حدثني احمد بن محمد العتيقي قال سنة اثنتين وتسعين وثلاثمائة فيها توفي أبو القاسم بن سويد الشاهد في المحرم وكان شيخا عسرا في الحديث .

۱؎ قال شيرويه :ثقة صدوق، صوفي واعظ، تفقه ببغداد على أبي على ابن أبي هريرة، وتزهد وجاور، ثم رجع، فأقام ببخارى مدة، وبها مات في المحرم سنة ثلاث وتسعين وثلاث مئة.

۲؎ قال الذهبي:الملقاباذي الشيخ الامام، الفقيه، المسند.وقال السمعاني :هو أبو بكر محمد بن أبي الوليد حسان بن محمد بن القاسم، فقيه، ثقة، عدل، مشتغل بنفسه، غير دخال في الامور، أدرك الاسانيد العالية.

کرتے ہیں، بڑے فقہاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے، وجیہ بن طاہر، عبیداللہ بن جامع فارسی، احمد بن سہل مطرزی اور ابوطالب محمد بن عبدالرحمٰن حنز بارانی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

نیشاپور میں ذیقعدہ ۴۷۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۳۹۱)

□......ماہِ محرم ۳۹۵ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن ابواسماعیل علی بن حسین بن حسن بن قاسم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ [1]

آپ کی ولادت ہمذان میں ہوئی، اور بغداد میں آپ کی پرورش ہوئی۔

بغداد میں احمد بن سلیمان عبادانی، جعفر خلدی اور بغداد کے علاوہ احمد بن محمد بن اوس، قاسم بن ابی صالح، عبدالرحمٰن بن حمدان اور علی بن محمد بن عامر نہاوندی اور سلیمان بن یحییٰ ملطی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرے ہیں۔

۸۳ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۳ ص ۹۱)

□......ماہِ محرم ۳۹۵ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن حسن بن عبداللہ جوہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ [2]

آپ بغداد میں رہتے تھے، ابراہیم بن علی ھجیمی آپ کے استاد ہیں، اور آپ کے بیٹے حسن آپ سے روایت کرتے ہیں۔

کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے، ابوطاہر بن ابوہاشم فرماتے ہیں کہ میں ان سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

آپ کے بیٹے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے میرے والد نے بتایا کہ میری زندگی میں کوئی فجر

---

[1] "وعند البعض مات فی سنة أربع وتسعين وثلاثمائة".

[2] قال الذهبی: ابن الباجی الامام الحافظ المحقق. قال الخولانی: كان أبو عمر عارفا بالحديث ووجوهه، إماما مشهورا، لم تر عينی مثله فی المحدثين وقارا وسمتا (سير اعلام النبلاء)

ایسی نہیں آئی کہ میں اس دن قرآن مجید نہ پڑھ رہا ہوں، ۱۳ محرم پیر کے دن آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۱۲ ص ۹۵)

□......ماہِ محرم ۳۹۶ھ: میں حضرت ابوعمر احمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن شریعۃ لخمی اشبیلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

۶۴ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی، امام خولانی فرماتے ہیں کہ ''ابوعمر حدیث کو بہت زیادہ سمجھنے والے مشہور امام تھے، میں نے محدثین میں ان جیسا نہیں دیکھا، اپنے بیٹے محمد کے ساتھ سفر پر نکلے، اور بہت سے شیوخ سے ملاقات کی، کچھ عرصہ اشبیلیہ کے قاضی مقرر رہے، میں نے ان کے جنازے میں شرکت کی، جس میں بہت بڑا مجمع تھا'' آپ کی ولادت ۳۳۲ھ میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۷۵، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۳، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۱۰۵۸)

□......ماہِ محرم ۳۹۸ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن محمد بخاری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ بغداد میں رہتے تھے، اور اپنے زمانہ میں فقہ شافعی کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے، اس کے علاوہ آپ کو نحو، ادب میں بھی مہارت حاصل تھی، اور بلا تکلف اشعار کہتے تھے، ۱۴ محرم الحرام بدھ کے دن آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۶۹، تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۱۳۹)

فَــقَـــطُ

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حُسنِ معاشرت

اور

آدابِ زندگی

(Beauty of Civilization and Manners of Life)

اچھی معاشرت اور طرزِ زندگی گزارنے، رہنے سہنے، ایک دوسرے سے ملنے جلنے لین و دین کرنے، تہذیب و شرافت والی زندگی بسر کرنے کے مختصر، جامع اور سہل آداب و احکام اور زندگی میں کام آنے والی مفید باتوں اور آدابِ زندگی کا مجموعہ

مصنّف

مفتی محمد رضوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ: اصلاحِ معاشرہ

رِشتہ داروں

سے متعلق

فضائل واحکام

نسب، خاندان، برادری اور قبیلہ وغیرہ کی حقیقت اور اس کا درجہ ومرتبہ
رشتہ داروں سے صلہ رحمی کے فضائل وفوائد اور قطع رحمی کے قبائح ونقصانات
صلہ رحمی کی تاکید اور قطع رحمی کی وعید، صلہ رحمی اور قطع رحمی کی حقیقت اور صورتیں،
والدین سے صلہ رحمی، بہن بھائیوں، اولاد، زوجین اور دیگر اقرباء کے ساتھ صلہ رحمی
صلہ رحمی کے طریقے اور صلہ رحمی وحسنِ سلوک سے متعلق احکام وآداب
اور مختلف قسم کے رشتہ داروں کے بارے میں احکام

مصنّف

مفتی محمد رضوان